سلسلہ مطبوعات مسند ہجویری (4)

معارفِ ہجویریہ

(2)

مجموعہ مقالات مقابلہ مقالہ نویسی اپریل، 2013ء

(حضرت داتا صاحب نے شہرِ لاہور کو کیا کچھ دیا)

297.692
ا 525 م
145359

تقدیم | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
استاذ کرسی ہجویریؒ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات مسند ہجویری (۴)

معارفِ ہجویریہ

(2)

مجموعہ مقالات مقابلہ مقالہ نویسی اپریل، 2013ء

(حضرت داتا صاحب نے شہرِ لاہور کو کیا کچھ دیا)

ترتیب وتقدیم

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

پروفیسر مسند ہجویری

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

297.692
م 5251
۱۴۵۳۵۹

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: معارف ہجویریہ (۲) مجموعہ مقالات مقابلہ مضمون نویسی
مرتب: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
تعداد صفحات: ۲۳۴
تعدادِ نسخ: ۵۰۰
قیمتِ نسخہ: ۲۵۰
کمپوزنگ: عتیق الحسن، زاہدہ بتول
پروف ریڈنگ: مصنفین مقالات: عتیق الحسن، زاہدہ بتول
سرورق: خلیل احمد، محمد نوید ڈیپارٹمنٹ آف پریس اینڈ پبلیکیشنز
طبع اوّل: ۷رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ ۱۷جولائی ۲۰۱۳ء
طابع: امجد پرویز، ڈائریکٹر طباعت واشاعت
ناشر: شعبہ کرسی ہجویری، کلیہ علوم شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

فہرست موضوعات

نمبر	موضوع	مصنف	صفحہ
1	کلمہ افتتاح	مرتب	1
2	داتا علی ہجویری نے شہرِ لاہور کو کیا کچھ دیا	حسن رضا اقبالی	3
3	//	حافظ محمد توقیر انور	23
4	//	میاں ریاض علی	43
5	//	مہنیم منیر	73
6	//	نعمان شاہ	111
7	//	حیدر رضا	123
8	حضرت داتا گنج بخش اور اسلام کا ازدواجی نظام زندگی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	135
9	اسلامی تصوف اور صاحبِ کشف المحجوب	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	189

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

سلسلۂ مطبوعاتِ مسندِ ہجویری کا یہ چوتھا حلقہ ہے مگر ''معارف ہجویریہ'' کا یہ دوسرا قدم ہے، اس سلسلے کا پہلا حلقہ حضرت داتا صاحب کے پیرو مرشد شیخ ابوالفضل ختلی شامی کا تذکرہ تھا جبکہ معارفِ ہجویریہ کا پہلا قدم طبعات وتراجم کشف المحجوب کے سلسلے میں منعقدہ سیمینار کے مقالات پر مشتمل تھا معارف ہجویریہ کا یہ دوسرا قدم آپ کے سامنے ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ داتا کی نگری شہر لاہور کی نئی پود کے خیالات کی نمائندگی کرتا ہے، گزشتہ اپریل (2013ء) میں مسند ہجویری کی طرف سے مقابلہ مقالہ نویسی کا اعلان کیا گیا تھا جس میں صرف داتا کی نگری کے تعلیمی اداروں کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ وطالبات کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے پچاس ہزار روپے کے انعامات رکھے گئے تھے اول کے لئے پچیس ہزار، دوم کے لئے پندرہ ہزار اور سوم کے لئے دس ہزار روپے، مقالات کو جانچنے کے لئے دو ممتحن تھے جناب ڈاکٹر فخر الحق نوری صدر شعبہ اردو اور جناب ڈاکٹر محمد سلیم مظہر صدر شعبہ فارسی ہر ممتحن نے الگ سے آزادانہ نمبر دیے مجموعی طور پر سب سے زیادہ نمبر حسن رضا اقبالی، شعبہ اردو، حافظ محمد توقیر انور شعبہ ریاضی گورنمنٹ ایم اے او کالج اور میاں ریاض علی شعبہ اقبالیات نے حاصل کئے اور بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔

''معارفِ ہجویریہ'' کا یہ سلسلہ مستقل ہے اور ممکن ہے اسے ایک شش ماہی

Marfat.com

رسالے کی شکل حاصل ہو جائے، معارفِ ہجویریہ کے اس سلسلے کی اگلی کڑی ''مقدمات کشف المحجوب'' کے عنوان سے ہے جو کتاب کے غیر ملکی زبانوں میں تراجم (عربی، ترکی، انگریزی اور روسی وغیرہ) کے مقدمات کو پاکستان کی قومی زبان اردو میں منتقل کر کے پاکستانی قارئین کی سہولت کے لئے پیش کیا جا رہا ہے اور یہ جاری رہے گا، ان شاء اللہ!

ظہور احمد اظہر
پروفیسر کرسئ ہجویری
جامعہ پنجاب، لاہور۔

Marfat.com

داتا گنج بخش نے لاہور کو کیا کچھ دیا

☆حسن رضا اقبالی

مخدوم الاولیا، سلطان الاصفیا حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز اس قدسی گروہ کے سرخیل ہیں جو امامِ رُسل ہادیِ سُبل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کمال محبت و متابعت سے ولایت کے ارفع و اعلیٰ مقام اور بلند مراتب پر فائز ہو کر خلافتِ الٰہیہ اور حضرت امام الانبیا ﷺ کی نیابت کبریٰ کے منصبِ جلیلہ پر متمکن ہوتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو محبوبِ خدا کی محبت میں فنا کر دیا ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں بھی مقام محبوبیت عطا ہو جاتا ہے اور وہ زمین پر خلیفۃ اللہ اور مظہرِ انوارِ خدا اور نائب محبوبِ خدا ہوتے ہیں لٰہذا:

۱۔ ان کی ظاہری زندگی میں بے پناہ فیض ورشد و ہدایات جاری ہوتی ہیں۔

۲۔ برزخی زندگی میں قاسم فیوض و برکات ہوتے ہیں ان کا روحانی فیض عوام و خواص کے لیے یکساں ہوتا ہے۔

۳۔ ان کی تعلیمات وارشادات طالبانِ راہِ خدا کے لیے مرشد کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر مرتبہ و استعداد کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق ان سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔

۱۔ اپنی حیاتِ مبارکہ میں کفرستانِ ہند میں اسلام کا پرچم لہرایا اور اپنی روحانی قوت اور نظر کیمیا اثر کے ذریعے بے شمار گُم گشتگان بادیہ کفر و ضلالت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور ان کے سینوں کو نورِ اسلام سے منور فرمایا۔

☆ ایک اقبال شناس، ایم اے اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

۲۔ بعد وصال حضرت شیخ کا مزارِ پُر انوار فیض رسانِ عالم اور منبع روحانیت وطمانیت ہے۔

نام فقیر تنہا ندا باہو قبر جنہا ندی جیوے ہُو

۳۔ ان کے ارشاداتِ گرامی وافاضاتِ عالی (کشف المحجوب) بجائے خود مرشدِ کامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔غرضیکہ ایسی محبوبیت ومقبولیت امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت کم اولیائے کرام کو حاصل ہوئی۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بقول حضرتِ علامہ اقبال؛ مقاصدِ فطرت کی نگہبانی کا فریضہ ادا کرنے کا شرف مردکوہستانی کو حاصل ہے یا بندۂ صحرائی کو۔آسمان کو چھوتی ہوئی بلند وبالا چوٹیاں اور وسیع وعریض پہاڑی سلسلے تو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی ڈھلوانوں میں بھی لاکھوں لوگ بستے ہیں، لیکن علامہ کی باریک بیں اور بصیرت افروز نظر میں جو"مرد" اس اعلیٰ صفت کا حامل ہے وہ برِصغیر کے شمالی علاقوں بشمول افغانستان کا باسی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہاں کے جری اور دلیر فاتحین نے دور دور تک اپنی فتح ونصرت کے پرچم لہرادیئے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مفتوحین کے جسموں کے بجائے ان کے دلوں کو مسخر کرنے والے فطرتی مقاصد کے نگہبانوں کا آبائی تعلق بھی اسی خطے سے تھا ایسے ہی ایک نگہبان حضرت سید علی ہجویری غزنوی المعروف بہ داتا گنج بخشؒ کی ذاتِ والاصفات بھی ہے جو کم وبیش ایک ہزار سال قبل لاہور تشریف لائے اور یہاں ایک ایسی روحانی سلطنت کی بنیاد رکھی جو ابھی تک عروج کی منازل طے کرتی جارہی ہے۔کبھی سوچتا ہوں کہ داتا صاحب نے غزنی سے مستقل نقل مکانی کرتے ہوئے رختِ سفر کے لئے کیا کیا اہتمام کیا ہوگا اور لاہور جیسے قریۂ غیر میں اپنے ورودِ مسعود کے موقع پر کیا کیا انتظامات کیے ہوں گے۔

بہرحال موجود ومعلوم تذکروں میں "تذکرۃ الاولیاء" از شیخ فرید الدین

Marfat.com

عطار قدس سرہ میں صرف دو جگہ حضرت داتا صاحب کا اسمِ گرامی درج ہے۔ محبوب الٰہی کے ملفوظات ''فوائد الفؤاد'' اور ''درر نظامی'' میں بھی ذکر آیا ہے۔ ان کے بعد کے ایک ایسے مآخذ سے ایتے (Ethe) نے علمی دنیا کو متعارف کرایا ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔ اس کا نام ''رسالہ ابدالیہ'' ہے جو حضرت مولانا محمد یعقوب بن عثمان (۱) غزنوی کی تالیف ہے، پھر مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں شیخ احمد زنجانی نے ''تحفتہ الواصلین'' (غیر موجود) میں ابوالفضل نے ''آئینِ اکبری'' میں عبدالصمد بن افضل محمد نے ''اخبار الاصفیا'' (۲) (خطی) میں، لعل بیگ لعلی نے ثمرات القدس'' (خطی) میں مولانا محمد غوثی نے ''گلزارِ ابرار'' میں محمد داراشکوہ نے ''سفینتہ الاولیا'' میں مولانا محمد بقا بقا اور بختاور خاں نے ''ریاض الاولیا'' میں ذکر کیا ہے۔

حضرت داتا صاحب کے حالات کے یہی قدیم ماخذ ہیں، ان کے بعد لالہ سجان رائے بٹالوی نے ''خلاصتہ التواریخ'' میں میر غلام علی آزاد بلگرامی نے ''مآثر الکرام'' میں ضمناً ذکر کیا ہے، متاخرین میں سے لالہ گنیش داس وڈیرہ نے ''چار باغ پنجاب'' میں مفتی غلام سرور نے خزینتہ الاصفیا'' اور ''حدیقتہ الاولیا'' میں مولوی نور احمد چشتی نے تحقیقاتِ چشتی میں حالات لکھے ہیں، اور ان کے بعد مؤلفین نے ان ہی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، مگر ان سب تذکروں اور تاریخوں کے مندرجات کے پڑھنے سے مستند اور قابلِ اعتماد تاریخی مواد بہت کم ملتا ہے حتیٰ کہ صحیح سنِ پیدائش بھی معلوم نہیں ہوسکتا، تاریخِ وصال میں بھی اختلاف ہیں اور حضرت کے ورودِ لاہور کا مسئلہ بھی خاصہ پریشان کن ہے، غرض کہ حضرت داتا صاحب کے مستند حالاتِ زندگی اسی قدر ملتے ہیں جتنے انہوں نے خود کشف المحجوب میں بیان کیے ہیں۔

اسم گرامی:

اسمِ گرامی بہ الفاظِ داتا گنج بخش: ''الشیخ ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی ثم الہجویریؒ'' تھا۔ (۴) ژوکوفسکی نے اپنے مقدمہ میں ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی

Marfat.com

الہجویری الغزنویؒ لکھا ہے(۵) نکلسن نے علی بن عثمان الجلابی الغزنوی الہجویری لکھا ہے۔(۶) مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی نے اسمِ گرامی ''علی بن عثمان ابنِ علی الجلابی غزنوی لکھا ہے۔ داراشکوہ نے کنیت ابوالحسن علی بن عثمان بن عثمان بن علی الجلابی غزنوی لکھا ہے۔

گزشتہ حوالوں سے یہ بات تقریباً ثابت ہوگئی کہ تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا اسمِ گرامی مع کنیت، ''ابوالحسن علی بن عثمان بن علی الجلابی الغزنوی ثم الہجویریؒ ہے''، البتہ حضرت کے جدِ امجد کے نام میں قدرے اختلاف ہے بعض نے ''علی'' اور بعض نے ''ابی علی'' لکھا ہے، تاہم یہ اختلاف لائقِ اعتنا نہیں ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ انہیں علی اور کبھی ابوعلی کے نام سے پکارا جاتا رہا ہو(۷)

سلسلہ نسب

سید ہجویری حسنی سید ہیں، صاحبِ خزنیۃ الاصفیاء نے آپ کا سلسلہ نسب یہ لکھا ہے۔ ''حضرت مخدوم علی بن عثمان بن سید علی بن عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن سید زید شہید امام حسنؓ بن علی کرم اللہ وجہہ''۔(۸)

جائے ولادت و وطن

حضرت سید ہجویرؒ افغانستان کے شہر غزنہ (غزنی) کے رہنے والے تھے یہ نسبت انہوں نے خود تحریر فرمائی ''الجلابی الغزنوی الہجویری'' دارشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے ''مذہباً آپ حنفی تھے، غزنین کے رہنے والے جلاب اور ہجویر دو محلوں کے نام ہیں ایک محلے سے آپ دوسرے محلے میں منتقل ہوگئے تھے آپ کی والدہ کی قبر غزنین میں پیر علی ہجویر کے ماموں تاج الاولیا کے متصل واقع ہے آپ کا تمام خاندان زہد و تقویٰ کے لیے مشہور تھا''۔

بیعت

بیعت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی سے تھی اور وہ شیخ ابوالحسن حصری کے مرید تھے، شجرہِ طریقت سید الطائفہ بغدادی تک پہنچتا ہے، دوسرے بزرگوں سے استفادہ کیا تھا،

Marfat.com

جابجا ان کا ذکر اپنے قلم سے کرتے گئے ہیں اپنے اور ان کے تعلقات پر روشنی بھی ڈالتے ہیں، مثلاً شیخ ابوالعباس احمد اشقانی کے ذکر میں ہے، ''مرا باوے اُنسے عظیم بود و وے را بر من شفقت صادق اندر بعضے علم استاد من بوذ'' (۹) ''مجھے ان سے بڑی محبت تھی اور وہ بھی میرے اوپر دل سے شفقت رکھتے تھے اور بعض علوم میں میرے استاد تھے''

روحانی تعلیم و تربیت

حضرت داتا گنج بخش نے جس بزرگ سے تعلیم و تربیت حاصل کی، ان کا اسمِ گرامی ابوالفضل محمد بن حسن الختلیؒ ہے، شیخ ابوالفضل محمد بن ختلی سلسلہ جنیدیہ میں منسلک تھے، اپنی مشہور تصنیف ''کشف المحجوب'' میں حضرت داتا گنج بخش نے ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''وہ اوتاد کی زینت اور عابدوں کے شیخ تھے، میں طریقت میں انہیں کا پیرو ہوں، وہ علم تفسیر کا مذہب رکھتے تھے اور حضرت حصری کے مرید اور راز دار تھے، ابوعمرو قزوینی اور ابوالحسن سالبہ کے ہم عصر تھے، ساٹھ سال تک گمنامی کی حالت میں گوشہ گیر ہو کر خلقت سے دور رہے۔ ان کا قیام زیادہ تر کوہ لکام میں رہتا تھا، انہوں نے اچھی عمر پائی، ان کی ولایت کی بہت سی دلیلیں ہیں لیکن ظاہری لباس اور رسوم صوفیہ نہ رکھتے تھے، میں نے ان سے زیادہ بارعب کسی کو نہیں دیکھا، فرمایا کرتے تھے کہ " الدنیا یوم ولنا فیھا صوم"

ریاضتیں اور مجاہدے

سلوک و معرفت کی منزل طے کرنے میں جو ریاضتیں اور مجاہدے آپ نے کیے، ان کو ''کشف المحجوب'' میں آپ نے جابجا ذکر فرمایا ہے، ''کشف المحجوب'' باب ششم ''ذکر ملامتہ'' میں فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ شیخ ابویزید کے مزار پر تین مہینے تک حاضر رہا، چنانچہ ہر روز غسل اور وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ مشکل حل نہ ہوئی، آخر میں نے خراسان جانے کی ٹھانی، ایک گاؤں میں پہنچا تو ایک خانقاہ میں ایک متصوفین کی جماعت نظر آئی، میں موٹا اور

Marfat.com

کھر درالباس پہنے ہوئے تھا، ہاتھ میں ڈنڈا اور پانی کا برتن تھا، اس کے علاوہ کوئی اور ساز وسامان میرے پاس موجود نہ تھا، اس جماعت نے مجھے بے پناہ تحقیر سے دیکھا اور ان میں سے کسی نے مجھے نہیں پہچانا، ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے یہ ہم میں سے نہیں اور میں واقعی ان میں سے نہ تھا لیکن وہاں رات گزارنا بھی ضروری تھا، ان لوگوں نے مجھے خانقاہ کے نچلے حصے میں ٹھہرایا اور خود اونچے کوٹھے پر ٹھہرے، کھانے کے وقت ایک سوکھی روٹی مجھ کو دی میں ان کے خوشبودار کھانے کو سونگھ رہا تھا، جو وہ تناول کر رہے تھے اور بالائی منزل پر میرے متعلق گفتگو کرتے جاتے تھے، جب وہ کھانا کھا چکے تو خربوزے کھانے لگے اور از راہِ تمسخر چھلکے مجھ پر پھینکتے رہے اور طنز کی باتیں کرتے رہے، مگر جتنا وہ زیادہ طنز کرتے تھے اتنا ہی میرا دل ان سے خوش ہوتا تھا، اس طرح ملامت سہنے سے میری وہ مشکل حل ہوگئی، اس وقت مجھے معلوم ہوا مشائخ جاہلوں کو اپنے یہاں کیوں جگہ دیتے ہیں۔

صوفیہ کی ظاہری رسوم سے نفرت

حضرت داتا گنج بخش بھی اپنے شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کی طرح صوفیوں کی ظاہری رسوم سے نفرت کرتے تھے اور ان ظاہری رسوم کو معصیت اور ریا سے تعبیر فرماتے تھے اور ظاہر پرست صوفیوں کی صحبت کو تہمت کا مقام قرار دیتے تھے۔

لقب ''گنج بخش

عام لقب جو گنج بخش چلا آرہا ہے، اس کی بابت روایت ہے کہ خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ نے آپ کے مزار پر آ کر حسبِ دستور چلہ کشی کی اور فیض و برکت سے مالا مال ہو کر جب رخصت ہونے لگے تو مزار کے رُخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نُورِ خدا　　ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

سالِ وفات سے متعلق اختلاف ہے مزار پر جو قطعہ تاریخ کندہ ہے، اس میں ۴۶۵ھ درج ہے، دوسرے قرینے بھی اسی کی تائید میں ہیں، مزار لاہور میں سمت مغرب

Marfat.com

میں واقع ہے اب تو آبادی وہاں تک ہوگئی ہے پہلے شہر سے باہر تھا، اہلِ حاجت یوں بھی برابر آتے جاتے رہتے ہیں، جمعرات اور جمعہ کو مجمع زائد ہوجاتا ہے، عقیدت مندوں کا خیال ہے کہ اگر چالیس روز متصل حاضری دی جائے یا چالیس جمعہ کی راتوں کو مزار کا طواف کیا جائے تو ہر مشکل آسان اور ہر حاجت روا ہوجاتی ہے۔

سیر و سیاحت

تزکیہ باطن اور روحانی کمال کے لیے آپ نے اسلامی ممالک شام، بغداد، عراق، فارس، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، خراسان، ماوراءالنہر اور ترکستان وغیر کا سفر کیا اور ہر مقام کے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کی صحبتوں سے مستفیض ہوئے، خراسان میں آپ نے تین سو مشائخ سے ملاقات فرمائی (۱۰)

تصانیف

حضرت داتا صاحب قدس سرہ کی آخری تصنیف کشف المحجوب کے مطالعہ سے ان کی نو اور تصانیف کے نام معلوم ہوتے ہیں، مگر ان میں سے ایک بھی دستیاب نہیں بعض کے سرقہ اور دوسروں کا اپنی طرف منسوب کر لینے کا واقعہ حضرت نے خود لکھا ہے، بہر حال ان نو تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ دیوان: اس دیوان کو کسی نے اپنی طرف منسوب کرلیا، (کشف ص:۲) مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ مجموعہ اشعار فارسی میں تھا یا عربی میں اور اپنا تخلص بھی ظاہر نہیں فرمایا اس کے باوجود کشفِ اسرار کے واضع نے ان کا ''علی'' تخلص گڑھ کر ایک غیر معیاری غزل اور چند اشعار بھی شامل کر دیئے ہیں۔

۲۔ کتاب فنا و بقا:

۳۔ اسرار الخرق والمؤونات: ظاہری اور باطنی مرقع کے آداب میں (کشف ص ۶۴) اس کتاب کا نام فارسی کے تمام ایڈیشنوں میں یہی لکھا ہے، مگر ژوکوفسکی ایڈیشن میں

Marfat.com

اسرارالخرق والملونات درج ہے۔

۴۔الرعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ: مسائل توحید پر (کشف ص ۳۶۰) اس نام کی ایک تصنیف شیخ احمد بن خضرویہ متوفی ۲۴۰ھ کی بھی ہے جو کشف المحجوب کے مآخذوں میں شامل ہے اور اسی نام کی ایک کتاب ابوعبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی (م ۲۴۳) کی تصنیف بھی ہے جو لندن سے چھپ چکی ہے۔

۵۔ کتاب البیان لاہل العیان: درمعنی جمع وتفرقہ (کشف، ص ۳۳۳)

۶۔ بحر القلوب: مسئلہ جمع پر مفصل کتاب ہے۔ (کشف ص ۳۳۳)

۷۔ منہاج الدین: طریقت، تصوف اور مناقبِ اصحاب صفہ پر مشتمل ہے اور حسین بن منصور حلاج کا حال بھی بیان کیا ہے (کشف ص ۲، ۹۶، ۱۹۲) دیوان کی طرح اسے بھی کسی نے اپنی طرف منسوب کرلیا۔

۸۔ ایمان: ایمان اور اثباتِ اعتقادِ مشائخ میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام نہیں بتایا۔ (کشف ص ۳۶۸)

۹۔ شرحِ کلامِ منصور: حسین بن منصور حلاج کے کلام کی شرح (کشف: ص ۱۹۲)

وصال

تاریخ اور تذکروں میں عموماً حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری غزنویؒ کا سنہ وفات ۴۶۵ھ مذکور ہے اور یہی تاریخِ وفات لاہور میں آپ کے مقبرے پر بھی درج ہے، داراشکوہ ''سفینۃ الاولیا'' میں آپ کا سنہ وفات ۴۵۲ھ معتبر بتاتے ہیں اور اسی سنہ کو انہوں نے منظوم کیا ہے، حالانکہ ''نفحات'' کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں آپ کی تاریخ وفات کا کوئی ذکر نہیں، نفحات کا ایک بہت قدیم قلمی نسخہ جو حضرت جامیؒ کے بالکل قریب عہد میں لکھا گیا ہے اور ڈاکٹر محمد شفیع صاحب کی لائبریری لاہور میں موجود ہے اس میں بھی آپ کے سنہ وفات کا کوئی ذکر نہیں ہے، ثمرات القدس جو میرزا لعل بیگ ولد شاہ لعلی ولد شاہ قلی سلطان

Marfat.com

بدخشی کی تصنیف ہے، جس کا نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں موجود ہے، اس میں آپ کا سنہ وفات ۴۵۶ھ منقول ہے، لعلی عہدِ اکبر کا مؤرخ ہے۔

اس کے بعد لکھنے والوں مین ہدایت حسین نے آرٹیکل داتا گنج بخش میں ''دائرہ معارف اسلامیہ'' کی جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ پر اور ریو نے مخطوطات فارسی کی فہرست کے صفحہ ۳۴۳ (جلد اول) پر رحمان علی نے ''تذکرہ علمائے ہند'' کے صفحہ ۵۹ پر اور ملک الشعراء بہار مرحوم نے ''سبک شناسی'' کے صفحہ ۱۸۷ پر اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے ''تصوف اسلام'' کے صفحہ ۵۳ پر اور اسماعیل پاشا بغدادی نے ''اسماء المصنفین'' صفحہ ۹۱۶ پر اور سید صباح الدین نے ''بزمِ صوفیہ'' کے صفحہ ۸ پر اور شیخ محمد اکرم نے ''آب کوثر'' کے صفحہ ۸۶ پر آپ کا سنہ وفات ۴۶۵ھ لکھا ہے، ان کے علاوہ صاحبِ ''مآثر الکرام'' وحدائق الحنفیہ و نزہۃ الخواطر نے بھی حضرت شیخ ہجویری کی تاریخِ وفات ۴۶۵ھ لکھی ہے۔

صرف ڈاکٹر غنی نے ''تصوف اسلام'' کے صفحہ ۵ پر آپ کا سنہ وفات ۴۷۰ھ کے قریب لکھا ہے اور نکلسن نے ''کشف المحجوب کے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں قیاساً ۴۶۵ھ و ۴۶۹ھ لکھا ہے۔ ان تمام تفصیلات و مباحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شیخ علی ہجویری نے ۴۸۱ھ اور ۵۰۰ھ کے دوران کسی سال میں وفات پائی ہوگی۔

داتا علی ہجویری نے لاہور کو کیا کچھ دیا

یوں تو سید علی ہجویری نے لاہور کو بہت کچھ دیا لاہور میں آپ کی آمد کے بعد اور اب تک لاہور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا لیکن چند اہم احسانات کا یہاں تذکرہ کر رہا ہوں

۱۔ ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد

۲۔ کشف المحجوب کا تحفہ

۳۔ مسلکِ حنفیہ کی اشاعت

Marfat.com

۴۔ فارسی زبان کی اشاعت وترویج

۵۔ دوقومی نظریہ کا خیال

۶۔ اشاعت اسلام

۷۔ حضرت کا روضہ چشمۂ فیض

حضور داتا علی ہجویری کا وجودِ مسعود خود لاہور کے لیے باعثِ شرف تھا۔ ہر اک مکان (لاہور) کو مکیں (حضور داتا گنج بخش) سے شرف حاصل ہے۔

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت صبح ما از مہرِ او تابندہ گشت

آپ کی برکات سے لاہور نہ صرف مسلمانوں کا مضبوط مرکز بن گیا بلکہ جہاں سے اٹھ کر وہ تمام ہندوستان پر چھا گئے، بلکہ یہاں سے اسلامی تہذیب وتمدن کے عظیم سرچشمے پھوٹے جنھوں نے اس وسیع علاقے کو سیراب کیا تبلیغ اسلام کی کوششوں میں حضرت ہجویری کو غیر معمولی اہمیت واولیت حاصل ہے جس کا اعتراف ہر دور میں کیا گیا ہے لہٰذا دینِ اسلام کا نشرواشاعت کا جو نظام ہندوستان میں قائم ہوا وہ اساسی طور پر آپ کے علم وعرفان کا مرہونِ منت ہے آپ غزنوی ہونے کے باوجود نہ صرف لاہور سے منسوب ہو گئے بلکہ لاہور آپ سے منسوب ہو گیا اور اب اس عظیم تاریخی شہر کو لوگ داتا کی نگری کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں، آپ کی برکات کے نتیجہ میں لاہور کو دینی نقطہ نظر سے خاص اہمیت حاصل ہوئی، لالہ سجان رائے بٹالوی لکھتے ہیں۔

''محمود غزنوی کے ہمراہ غزنی سے لاہور آئے اور یہیں فوت ہوئے سلطان کا عقیدہ تھا کہ لاہور کی فتح ان ہی کی توجہ سے ہوئی'' فخرِ مدبر نے لاہور کو مرکزِ اسلامی اور ثانی دارالملک غزنین کا نام دیا ابوسعید عبدالکریم (متوفی ۵۶۲) نے لاہور کے بارے میں لکھا کہ ''ہندوستان کے شہروں میں ایک ایسا شہر ہے جو بہت خیر وبرکت والا ہے، محمد عوفی نے لباب الالباب میں تحریر کیا کہ ''لاہور کو تمام علاقوں پر فخر ومباہات حاصل ہے'' (۱۱)

Marfat.com

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے تحریر فرمایا ''آن بلدہ نزد فقیر ہمچو قطب ارشاد است نسبت بہ سایر بلاد ہندوستان۔ خیر و برکت آن بلدہ بہ جمیع بلاد ہندوستان ساری است۔ اگر آنجاہ دین را ترویج است، درھمہ جانحوی از رواج محقق است'' (۱۲)

یعنی میرے نزدیک لاہور کو تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی حیثیت حاصل ہے اور اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں پر محیط ہے اگر وہاں دین کی ترویج ہوتی ہے تو ایک لحاظ سے ہر جگہ دین رائج ہو جاتا ہے۔

کشف المحجوب کا تحفہ

کتابِ ھذا کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے تصوف کے ہر مضمون کو یہاں تک کہ وحدت الوجود اور قضا و قدر جیسے مشکل مضامین کو بھی قرآن وسنت سے ثابت کیا ہے اور شریعت کے خلاف جتنے مکاتیبِ فکر اور نظریات اس زمانے میں مروج تھے سب کی تردید کر کے حقیقی اسلامی تصوف کو پیش کیا ہے، اس میں شک نہیں کہ اسلامی دنیا میں بعض باطل فرقے مثلاً معتزلہ و قرامطہ وجود میں آ چکے تھے جن کی وجہ سے چند نام نہاد صوفیوں نے غیر شرعی عقائد اختیار کر رکھے تھے لیکن حضرت مخدوم علی ہجویری ایسا کلہاڑا لے کر آئے کہ تمام باطل فرقوں کا قلع قمع کر کے تصوف کو حقیقی اسلامی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ نے اسلام کی ہر بات اور ہر رکن کے حقیقی باطنی معانی و مطالب بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ سید علی ہجویری نے اپنے کمال معرفت کی بنا پر نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ تمام ارکانِ اسلام کے باطنی مطالب بھی بیان فرما کر قرآن کی جامعیت اور حقانیت کو واضح فرمایا ہے واحد بخش سیال شرح کشف المحجوب کے مقدمے میں اس کتاب کی اہم ترین خصوصیت یہ قرار دیتے ہیں کہ

''حضرت شیخؒ نے تصوف کے ہر مضمون کو یہاں تک کہ وحدت الوجود اور قضا

Marfat.com

وقدر جیسے مشکل مضامین کوبھی قرآن وسنت سے ثابت کیا ہے اور شریعت کے خلاف جتنے مکاتبِ فکر اور نظریات اس زمانے میں مروج تھے سب کی تردید کر کے حقیقی اسلامی تصوف کو پیش کیا ہے''۔

کشف المحجوب حضرت ہجویری کی معروف یادگار ہے، حضرت ہجویری عرصہ دراز تک مختلف ممالک میں علوم و معارف کی تحصیل کے لیے سیاحت کرتے رہے ہیں، جہاں آپ نے اپنے مشاہدات تجربات اور صوفیہ کے اقوال اور ان سے نتائج جمع کیے، زندگی کے آخری حصے میں لاہور میں قیام پذیر ہو کر ان کی تدوین کا کام مکمل کیا۔

کشف المحجوب علمِ تصوف پر فارسی زبان کی وہ عظیم تصنیف ہے جسے تصوف کے آئین کا درجہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، یہ تصوف کے ارتقائی منازل کی ایسی پُر تاثیر اور نادر کتاب ہے جسے شریعت وطریقت کے قواعد وضوابط، عارفانہ اسرار ورموز اور صوفیانہ فکر ونظر کے متعلق ہر دور میں عظیم تخلیق قرار دیا گیا ہے، اس گنجینہ رشد وہدایت کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کا ارشاد ہے کہ

''اگر کسی کا پیر نہ ہو تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اسے پیر مل جائے گا۔(۱۲)'' یہ مرشدِ کامل ہے اور تصوف کی کتابوں میں فارسی زبان میں اس خوبی کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، (۱۳) یہ کتاب اس فن کی مشہور ومعتبر کتابوں میں سے ہے (۱۴)

''کشف المحجوب میں تصوف کی جو تعلیمات بتائی گئی ہیں وہ ہندوستان کے تمام صوفیائے کرام کے لیے مشعلِ ہدایت بنی رہیں، اس لیے یہ کتاب تصوف کی انجیل اور زبور سمجھی جاتی ہے'' (۱۵)

''مولانا مودودی صاحب ہی سے سن رکھا تھا کہ اہل طریقت میں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ ایک صحیح الخیال اور بہت بلند مرتبہ بزرگ تھے جنہیں ان کے کوچہ کے سبھی لوگ مقتداء مانتے ہیں اور ان کی تصنیف کشف المحجوب اس فن میں سند کا درجہ رکھتی

Marfat.com

ہے۔"(۱۶) "کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعہ روایات وحکایات کی نہیں بلکہ ایک محققانہ تصنیف ہے(۱۷) "ان کے ارشاداتِ گرامی وافاضاتِ عالی بجائے خود مرشدِ کامل کی حیثیت رکھتے ہیں(۱۸) "اہل علم اوراہل باطن نے اس کتاب کی اہمیت وفضیلت کوتسلیم کیا ہے(۱۹)

کشف المحجوب ایک ایسی صراطِ مستقیم دکھانے والی شمع جہالت شکن، ایمان افروز اور روح پرور کتاب ہے جس کے پڑھنے سے تشنہ طلب طالب حق علوم شریعت وطریقت سے سیراب اور شاد کام ہوتا ہے اپنے تن من کو پاکیزہ مجلیٰ ومنور محسوس کرتا ہے اور شکوک وشبہات کے پردے اٹھ جاتے ہیں، الغرض کشف المحجوب اولیاء متقدمین کے حالات وواقعات پر ایک مستند اور قابل قدر تذکرہ اور رشد وہدایت کا ایک ایسا مرقع ہے جس کی افادیت ہر دور میں رہے گی۔"

مسلک حنفیت کی اشاعت

علی ہجویری کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتے ہیں البتہ فقہی اعتبار سے حضرت ہجویری حنفی تھے چنانچہ برصغیر میں تمام صوفیا جو قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور قلندریہ سلسلوں سے متعلق تھے وہ عموماً حضرت ہجویری کے مسلک پر رہے اور اب بھی جو ہیں وہ اسی مسلک پر ہیں، حضرت ہجویری نے امام ابوحنیفہ کے باب میں اپنا ایک خواب بیان کیا ہے لکھتے ہیں کہ میں علی بن عثمان جلابی شام میں نبی کریم ﷺ کے مؤذن بلال کے مزار پر سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مکہ میں دیکھا کہ نبی ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے، حضور ایک بوڑھے شخص کو گود میں لیے ہوئے تھے جیسا کہ بچوں کو شفقت سے گود میں لیتے ہیں آگے بڑھا اور حضور کے دست وپا پر بوسے دیئے، میں تعجب میں تھا کہ وہ شخص کون ہے اور یہ کیفیت کیا ہے آپ بقوتِ اعجاز میرے خیال سے مطلع ہوئے اور مجھے فرمایا کہ یہ تیرا اور تیرے علاقے کے لوگوں کا امام ہے، چنانچہ مجھے اپنے علاقے کے لوگوں سے بہت امیدیں ہیں۔

Marfat.com

''اس خواب سے مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ (ابوحنیفہؒ) ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے طبعی اوصاف سے فانی ہو چکے ہیں اور احکام شرعی کی بنا پر باقی ہیں اور انہی سے قائم ہیں کیونکہ ان کے لے جانے والے خود نبی پاک ﷺ تھے، اگر وہ خود چل رہے ہوتے تو باقی الصفت ہوتے، جو باقی الصفت ہوتا ہے اس سے خطا سرزد ہوسکتی ہے چونکہ ان کے لے جانے والے نبی ﷺ تھے لہٰذا وہ ذاتی صفت سے فانی اور نبی ﷺ کی صفت سے باقی ہیں، نبی ﷺ سے خطا صادر نہیں ہوسکتی، اس لیے جو حضور سے قائم ہے اس سے بھی خطا صادر نہیں ہوسکتی اور یہ ایک لطیف رمز ہے'' (۲۰)

مذکورہ خواب کے جس آخری حصہ میں بقول حضرت ہجویریؒ ایک لطیف رمز ہے اسی طرح اس کے پہلے حصے میں بھی ایک لطیف رمز ہے اور وہ یہ ہے کہ تاریخ نے حضرت ہجویری کے اس خواب کی مکمل طور پر تصدیق کی ہے، آپ کے علاقے کے لوگ گزشتہ ہزار سال سے حنفی مسلک پر چلے آ رہے ہیں، حضرت ہجویری کا علاقہ افغانستان اور پاکستان ہے، آپ غزنہ میں پیدا ہوئے اور لاہور میں فوت ہوئے، اسلامی فتوحات کے بعد یہ تمام علاقہ مذہبی، تہذیبی اور تاریخی اعتبار سے تقریباً ایک وحدت میں تبدیل ہوگیا، جب غزنویوں نے لاہور کو دارالسلطنت بنایا تو یہ شہر اسلامی علوم وفنون کے اعتبار سے غزنہ ثانی کہلانے لگا، چھٹی صدی ہجری میں حکیم سنائی غزنویؒ نے ان دونوں شہروں کو ایک ہی تہذیبی فضا میں پا کر کہا۔

اے بزرگانِ غزنہ و لاہور چشم بد زیں زمانہ بادا دور

دسویں صدی ہجری میں شاہ اسمٰعیل صفوی (۹۰۷ھ تا ۹۳۰) نے ایران کا سرکاری مذہب شیعہ قرار دے دیا، جو وقت کے ساتھ ساتھ ایران کے وسیع علاقوں میں رائج ہوا، ترکوں اور ایرانیوں کے مابین جنگوں کی اصل وجہ یہی مذہبی اختلافات تھے۔ نادر شاہ درانی نے مذہب سے حکومت کا تعلق ختم کر کے اسلامی دنیا کو متحد کرنا چاہا لیکن اس مقصد میں

Marfat.com

اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی، ۱۱۶۰ھ میں نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے افغانستان کی بنیاد رکھی اور قندھار کو اپنا دارالسلطنت بنایا (۲۱)، اس طرح حضرت ہجویریؒ کا یہ تمام علاقہ کسی حکومتی اثر ونفوذ سے آزاد اپنے سابقہ مسلک پر استوار رہا۔

حضرت داتا گنج بخش اور پاکستان

دوقومی نظریہ کا خیال:

پروفیسر مسعود الحسن صاحب عالم وفاضل شخصیت تھے، وہ اپنی انگریزی کتاب حضرت داتا گنج بخشؒ روحانی سوانح عمری'' مطبوعہ گنج بخش میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں لاہور آیا اور داتا گنج بخش کے مزار کے قریب رہائش اختیار کی، علامہ اقبالؒ ان دنوں اکثر نمازِ فجر سے قبل داتا گنج بخشؒ حاضری دیا کرتے تھے اور جہاں میری ان سے ملاقات رہتی تھی، میں نے علامہ اقبالؒ کے اشارے کے مطابق ان کے لیے انگریزی میں کچھ کام کیا اور ان کی تقاریر لکھنے میں بھی مدد کی جن میں خطبہ الٰہ آباد بھی شامل ہے، پروفیسر مسعود الحسن لکھتے ہیں کہ میرے پوچھنے پر علامہ اقبالؒ نے بتایا کہ انہیں مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا خیال داتا گنج بخشؒ کے مزار میں عبادت کے دوران سوجھا، لطف کی بات یہ ہے کہ ایک انگریز مصنف ایولن رنچ نے اپنی کتاب (immortal Year) میں لکھا ہے میں نے جناحؒ سے پوچھا کہ تمہیں سب سے پہلے پاکستان کا خیال کب آیا اور یہ تصور تمہارے ذہن میں کب ابھرا؟ جناحؒ کا سیدھا سا جواب تھا'' ۱۹۳۰ء میں، گویا علامہ اقبالؒ اور قائداعظم دونوں کو پہلی بار پاکستان کا خیال ۱۹۳۰ء میں آیا ظاہر ہے کہ اس وقت اس خیال نے لفظ پاکستان کا لباس نہیں پہنا تھا، اس لیے یہ خیال مسلمانوں کے لیے ایک آزاد اور علیحدہ مملکت کا خیال تھا۔

۱۹۶۵ء کی جنگِ آزادی میں داتا صاحبؒ کی کرامات (بالخصوص لاہور میں)

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک وہند جنگ میں پاکستانی افواج کی تعداد بہت کم تھی اور اسلحہ بھی تھوڑی مقدار میں تھا، سترہ دن کی جنگ میں پاکستان کے فرزندانِ توحید کی ایک

Marfat.com

چھوٹی سی جماعت نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود کفار کے جمِ غفیر کو عبرتناک شکست دی، فتح کی سب سے بڑی وجہ حضور ﷺ و حضرت داتا گنج بخش کے فیوض و برکات کی مرہونِ منت تھی جس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ملتا ہے ہفت روزہ چٹان (۲۲) لاہور نے ان دنوں یہ لکھا تھا:

ایک صاحب قصور کے رہنے والے ہیں، وہ ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پُر انوار پر حاضری دیا کرتے تھے ایک دن حسبِ معمول مزار پر حاضر ہوئے، کوشش بسیار کے باوجود صاحبِ مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی، اسی پس و پیش کے عالم میں انہوں نے تین دن تک وہیں قیام کیا، آخری رات چند لمحات کے لیے زیارت ہوئی تو حضرت داتا گنج بخش نے فرمایا کہ محاذ پر مصروف تھا، سرکار دو جہاں ﷺ کے فرمان کے مطابق بزرگانِ دین پاکستان کی سرحدوں پر متعین کیے گئے ہیں اور پاکستان کی حفاظت کے لیے جہاد کا حکم دیا گیا ہے

جنگ کے ایام میں روزنامہ ''حریت'' کراچی اور روزنامہ ''مشرق'' لاہور میں مدینہ منورہ سے ایک صاحب کا خط شائع ہوا جس میں لکھا تھا کہ مکتوب نگار کو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ سرورِ کونین ﷺ حرمِ نبوی ﷺ کے باب السلام میں بڑی عجلت میں پابہ رکاب ہیں اور آپ کے جلو میں صحابہ کرامؓ کا قافلہ بھی ہے، رسالت مآب ﷺ فرما رہے تھے کہ پاکستان پر کفار نے حملہ کر دیا ہے اس لیے جہاد فرض ہو گیا ہے اور سواری بڑی تیزی سے روانہ ہو گئی۔

جنگ کے دوران ایک ہندوستانی طیارہ دریائے راوی کے قریب گرا لیا گیا، اس کا پائلٹ جو ایک سکھ نوجوان تھا پیراشوٹ کے ذریعے زمین پر محفوظ اتر گیا، اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ متعدد بار اس نے راوی کے پل کو اڑانے کی کوشش کی مگر ہر بار ایک ہاتھ پر سبز رنگ کی پٹی تھی مجھے گرفت کے باعث لاہور میں گرا لیا گیا، یہ حضرت داتا گنج بخش کی روح مطہرہ تھی جو جنگ کے دوران مصروف پاکستان کی اعانت کر رہی تھی۔

Marfat.com

فارسی زبان کی اشاعت

تصوف نے جب علم کی دنیا میں قدم رکھا تو رموزِ طریقت اور اسرارِ حقیقت پر بھی قلم اٹھایا گیا، لیکن اس دور میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا وہ عربی زبان میں تھا، حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے معاصرین میں سے امام ابوالقاسم قشیریؒ نے تصوف کے رموز پر جو رسالہ قشیریہ مرتب کیا اس کی زبان بھی عربی تھی فارسی مفتوحین نے جب تصوف کی دنیا میں قدم رکھا تو انہوں نے اسی زبان عربی کو اختیار کیا، جس کی تقدیس کا قرآن وحدیث کی زبان سے اندازہ ہوسکتا ہے، مذہبیات میں عربی کے علاوہ کسی اور زبان کو استعمال کرنا تقدیس کے منافی خیال کیا جاتا تھا، فارسی نژاد علماء فضلا نے اسلام کی گراں بہا تصانیف میرے اس دعوے پر شاہد ہیں، حضرت داتا گنج بخشؒ کی مادری زبان بھی فارسی تھی اگر چہ آپ کو عربی پر بھی کامل عبور حاصل تھا لیکن کشف المحجوب عوام کے افادہ کے لیے آپ نے فارسی زبان میں تصنیف فرمائی، میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی باقی تصانیف یعنی (۱) کتاب فنا وبقا، (۲) اسرار الخرق والمعونات، (۳) الرعایت بحقوق اللہ تعالیٰ، (۴) کتاب البیان لاہل العیان، (۵) ''دیوان'' کس کس زبان میں تھیں، آج ان تصانیف میں سے کسی کا وجود نہیں ہے، صرف کشف المحجوب کی بدولت یہ نام باقی رہ گئے ہیں، اور برِ صغیر پاک وہند میں مطابع کے وجود میں آنے کے بعد اس کے ہزاروں مطبوعہ نسخے دلدادگانِ شریعت وطریقت کے لیے نظرا فروز ہیں اور داتا علی ہجویریؒ کے فیض سے یہ زبان فارسی کو ایسا فیض ملا کہ پورے ہندوستان میں اس زبان نے راج کیا اور مسلمانوں کی عرصہ دراز تک یہ زبان رائج رہی۔

حضرت کا روضہ چشمہ فیض

حضرت کے دربار دُربار پر ۴۶۵ھ (سال وفات حضرت سے لے کر ۱۳۳۲ھ تک (جب کہ یہ کتاب لکھی جارہی ہے) اور سال طبع دوم ۱۳۳۹ھ تک لاکھوں نہیں کروڑوں نہیں اربوں اور پدموں تک بلکہ بے تعداد بے حساب مخلوق اس چشمہ سراپا رحمت

Marfat.com

سے اپنی روحانی پیاس بجھاتی رہی ہے عام بھی آتے رہے، خاص، بھی غریب بھی آتے رہے، امیر بھی محتاج بھی آتے رہے ہیں جو آج فقر وتصوف کے بادشاہ ہیں اور جنہوں نے ہندوستان اور خصوصاً راجپوتانہ اور دہلی، پنجاب، آگرہ وغیرہ علاقہ جات میں چاروں طرف اسلام کو پھیلا دیا ہے، یعنی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت لال حسین لاہوریؒ وغیرہ۔

اس لیے علامہ اقبالؒ نے بھی آپ کی تبلیغی خدمات کا برملا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو زبردست منظوم کلام میں خراجِ تحسین پیش کیا، اُن کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

سید ہجویر مخدوم امم　　　مرقد او پیر سنجر را حرم

''ہجویر کے سید ہم سب کے آقا، جن کا مزار خواجہ اجمیری کے لیے حرم کی طرح مقدس ہے''

بند ہائے کوہسار آسان گسیخت　　　درزمین ہند تخم سجدہ ریخت

''آپ نے بآسانی کفر کے پہاڑوں کی رکاوٹوں کو پاش پاش کر دیا اور سرزمینِ ہند میں توحید کا بیج بویا۔''

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد　　　حق زحرف او بلند آوازہ شد

''آپ کے تبلیغی مشن کے جمال سے فاروقی عہد کی یاد تازہ ہوگئی، دین حق آپ کی تبلیغ سے شہرت پذیر ہوا۔''

پاسبانِ عزتِ ام الکتاب　　　از نگاہش خانہء باطل خراب

''آپ قرآنِ مجید کی عزت کے محافظ ہیں، اور آپ کی نگاہِ ولایت سے باطل کا گھر ویران ہوگیا،،

خاک پنجاب از دمِ او زندہ گشت　　　صبح ما از مہر او تابندہ گشت

''آپ کے دم قدم سے سرزمینِ پنجاب میں اسلام زندہ ہوگیا، آپ کے آفتابِ ولایت سے ہماری صبح روشن ہوگئی۔

Marfat.com

حسن رضا اقبالی

۱۔ رسالہ ابدالیہ نمبر۱۷۷۴ء انڈیا آفس لائبریری لندن، ضمناً در کشف المحجوب۔

۲ اس کے خطی نسخے بعض لائبریریوں میں موجود ہیں، مفتی غلام سرور نے داتا صاحب کے حالات کے سلسلے میں اس سے استفادہ کیا۔

۳۔ کتب خانہ آصفیہ، نمبر۱۱۵۔

۲۔ مقدمہ کشف المحجوب!

۴۔ کشف المحجوب بتصیح ژوکوفسکی

۵۔ Kashful Mahjoob

۶۔ سید ہجویر از مولانا سید متین ہاشمی ص۱۲۸

۷۔ از بزم صوفیہ ص۱

۸۔ خزینۃ الاصفیاء۲۳۳

۹۔ حضرت داتا گنج بخش (پروفیسر شیخ عبدالرشید) بزم صوفیہ ص۲۲

۱۰۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، لاہور۱۳۸۴ص۴۷ مکتوب۴۷

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ درنظامی (ملفوظات) مرتبہ شیخ علی جاندار

۱۳۔ سفینۃ الاولیا، مصنف داراشکوہ

۱۴۔ نفحات الانس عبدالرحمٰن جامیؒ

۱۵۔ فکر اسلامی کی تشکیل سید صباح الدین عبدالرحمٰن

Marfat.com

۱۶۔ دیباچہ کشف المحجوب

۱۷۔ تصوف اسلامی عبدالماجد دریابادی

۱۸۔ مقدمہ ترجمہ کشف المحجوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری

۱۹۔ پاکستان میں فارسی ادب از ظہورالدین

۲۰۔ علی ہجویری کشف المحجوب بہ تصحیح دکتر۔ محمد حسین تسبیحی اسلام آباد ص ۱۲۹

۲۱۔ احمد شاہ درانی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب جلد۲ ص ۱۳۱

۲۲۔ دعوت ارواح مصنف محمد ارشد قادری اسلامک بک فاونڈیشن ص ۱۸۰۔۱۸۱

۱۲۵۳۵۹
Marfat.com

داتا گنج بخش نے لاہور کو کیا کچھ دیا

☆ حافظ توقیر انور

الشیخ السید علی بن عثمان الہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا وجودِ سعید شہر لاہور و اہالیان لاہور کیلئے مرکز مہر و وفا اور سرچشمۂ تمنا و دعا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی محبتیں اور عنائتیں اہالیانِ لاہور پر ہمیشہ سایہ فگن رہتی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ ظاہری اس خطے کے لوگوں کیلئے سراپائے رحمت و رافت تھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض و برکات، آج بھی اس سرزمین کیلئے محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کا ذریعہ ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات ہی کا فیضان ہے کہ لاہور برصغیر کیلئے قطب الارشاد یعنی راہنمائی کا محور و مرکز ٹھہرا اور اپنی اسی روحانی مرکزیت کے سبب ہمیشہ مرجع خلائق رہا۔

الشیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> ''فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں ''قطب الارشاد'' کا درجہ رکھتا ہے، اس شہر کی خیر و برکت تمام بلادِ ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے، اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہو جائے تو باقی علاقوں میں بھی شعائر کا رواج محقق رہے گا''۔(۱)

☆ طالب علم، ایم اے ایم ایس سی ریاضیات گورنمنٹ ایم۔ اے او کالج لاہور۔

Marfat.com

بلاشبہ تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کی ان مربوط اور منظم کوششوں کا سہرا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے سر ہے کہ جن کے دم سے دین اسلام کی ترویج کا وہ نظام قائم ہوا جو بنیادی طور پر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے علم وعرفان اور ایمان وایقان کا مرہونِ منت ہے۔

سید داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے عظیم روحانی میراث، آپ کی کتاب کشف المحجوب ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں تصوف (اخلاقیاتِ اسلام) پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے ایمان، عبادات، معاملات اور اخلاقیات، گویا اسلام کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے آستان کرم پر قائم تحقیقی وتدریسی ادارے مرکز معارف اولیاء کے زیر اہتمام سہ ماہی وتحقیقی مجلّہ ''معارف اولیاء'' چھپتا ہے جو اپنی 32 اشاعتیں مکمل کر چکا ہے اور اس میں اُردو، عربی انگریزی اور بعض علاقائی زبانوں کے مضامین بھی شامل ہوتے رہے ہیں جو اپنے اعلیٰ تحقیقی معیار کی وجہ سے ہمیشہ اہل علم اور سکالرز حضرات کیلئے فیوض وبرکات سے بہرہ مند ہونے کا باعث بنتے رہے ہیں۔

امسال حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا 969 واں سالانہ عرس مبارک یکم تا 3 جنوری 2013ء بمطابق 18 تا 20 صفر المظفر 1434ھ کو منعقد ہوا جس میں مختلف مذہبی سکالرز اور سیاسی شخصیات نے بھی اظہارِ خیال کیا اور اسی عرس کے حوالے سے اس مقالے کے مقابلے کا انعقاد کیا گیا۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے۔ اس کے بعد بے حد وحساب درود وسلام خلاصۂ موجودات ...... شاہِ لولاک ...... رسولِ پاک ...... سید الابرار ...... محبوبِ پروردگار ...... شاہسوارِ براق ...... مقصودِ کائنات ...... سرورِ کائنات ...... احمد مجتبیٰ ...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض

Marfat.com

کرنے کے بعد بندۂ کمترین راقم الحروف عرض گزار ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد اہلبیت اطہار وصحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے اپنے خونِ جگر سے دین اسلام کی آبیاری کی، اُن کے بعد تابعین و تبع تابعین نے بھی دینِ متین کی حفاظت و خدمت کا حق ادا کیا۔ پھر اس ذمہ داری کو جماعت صوفیائے کرام نے جس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا، تاریخ اس پر شاہد ہے خاص کر برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کیلئے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے نمایاں کردار ادا کیا۔ انہیں میں سے ایک نمایاں برگزیدہ ہستی امام الطریقت، شیخ المشائخ، زبدۃ السالکین، سند الواصلین، حجۃ الکاملین، امام العارفین، حضرت مخدوم سید ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی یوں ہے:

الا ان اولیاء اللـه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون، الذین آمنوا و کانوا یتقون، لهم البشری فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة، لا تبدیل لکلمت الله، ذالك هو الفوز العظیم۔ (۲)

''یادرکھنا کہ اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے دوستوں) کو کبھی خوف ہوگا نہ غم۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تقویٰ (اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی میں کامل ہونا اور ان حقوق میں کوئی کمی یا بیشی نہ آنے دینا تقویٰ ہے) اختیار کیا، ان اولیائے کرام کیلئے دنیا و آخرت میں خوشخبریاں ہی خوشخبریاں ہیں! اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان میں کبھی کوئی ردوبدل نہیں ہوتا، یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

ان آیاتِ کریمہ میں اہل طریقت اولیائے کرام کی دو علامات، دو اعمالِ صالحہ اور دو انعامات کا ذکر ہے، اولیاء اللہ کی پہلی علامت اور نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان نیک

Marfat.com

بندوں پر غیر اللہ کا خوف کبھی بھی طاری نہیں ہوتا دوسری نشانی یہ ہے کہ رنج وغم ان کے پاس کبھی بھٹکتا بھی نہیں۔ بقول اقبال:

بیمِ غیر اللہ عمل را دشمن است
کاروانِ زندگی را رہزن است!

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا نام علی اور آپؒ کے والد ماجد کا نام عثمانؒ تھا۔ آپ کا پورا حسب اور نسب یہ ہے "علی بن عثمان بن علی الجُلابی ثُمَّ الھجویری الغزنوی "۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ لغت کے اعتبار سے علی کا مطلب "بلند وبالا" ہے۔ ایسے نام والے حضرات عموماً معزز، نامور، صاحبِ جاہ وحشمت ہوتے ہیں۔ علی، اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے۔ اس لیے اس نسبت کے لحاظ سے اس نام کے بے شمار فائدے ہیں۔

آپ کا تمام خاندان زہد وتقویٰ اور پرہیز گاری کا دلدادہ تھا سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ کی اصل افغانستان کے شہر غزنین سے ہے۔ جُلاب اور ہجویر غزنین مذکورہ کے دو محلے ہیں آپ داتا صاحبؒ پہلے ایک محلے میں رہتے تھے پھر دوسرے محلے میں منتقل ہوئے اسی لئے انہیں کبھی جُلابی اور کبھی ہجویری کہتے ہیں۔ آپ کے والد محترم اپنے وقت کے جید عالم اور فقیہہ العصر تھے۔ حضرت سید عثمان بن علیؒ پہلے شخص ہیں جو آل سبکتگین کے دور میں غزنی آکر آباد ہوئے۔ اس وقت آپ پر جوانی کا عالم تھا آپ چونکہ غزنی میں نو وارد ہو کر آباد ہوئے اس لیے ابتداء میں آپکو کچھ مالی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے آخر میں بہاؤ الدولہ عباسی حکمران کے دور میں مملکتِ اسلامیہ میں کافی افراتفری پھیلی، لوگ حکومت کے رویہ سے تنگ آچکے تھے۔ ہر طرف بدامنی رہتی تھی، جان خطرے میں رہتی تھی، ان حالات میں آلِ سادات کا یہ خاندان امن وامان کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلا اور غزنی میں آکر آباد ہوا۔ آپ چونکہ عالمِ دین

Marfat.com

بھی تھے اس لیے آپ فارغ وقت میں دینی اور علمی خدمات میں مصروف رہتے، آپ نے ساری عمر رزقِ حلال کمایا اور اسی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کی۔ آپ عقیدہٗ توحید میں بڑے راسخ تھے اور فقہ حنفیہ کے پیروکار تھے۔(۳)

وہ امام ابوحنیفہؒ کہ جس کے بارے میں حضرت یحیٰی بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا اور خدمتِ گرامی میں عرض کیا: ''این اطلبك؟ قال عند علم ابی حنیفة ''یارسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: مجھے ابوحنیفہ کے علم کے پاس تلاش کرو۔(۴)

اسی طرح داتا صاحبؒ ایک مرتبہ ملک شام میں مؤذن رسول حضرت بلالؓ کے روضہ مبارک پر گئے آپؒ نے کچھ دن وہاں گزارے تو ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظّمہ میں ہوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بابِ بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو گود میں لیا ہوا تھا اور مجھ سے فرمایا کہ یہ جو شخص تم میری گود میں دیکھ رہے ہو یہ تمہارا اور تمہارے ملک کا امام ہے اور اس کا نام ابوحنیفہ ہے۔(۵)

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ بڑی نیک خاتون تھیں۔ شرافت اور دینداری میں اپنے پورے خاندان میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ آپ پردہ کی پابند تھیں، آپ اپنے خاوند کی پوری طرح اطاعت شعار تھیں، اپنے گھر کا کام کاج بڑی دلچسپی سے کرتی تھیں۔ اگر کسی پریشانی سے واسطہ پڑ جاتا تو اللہ کے بھروسے پر اسے بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتیں۔ جوانی کے عالم میں ان کی شادی سید عثمان بن علی سے ہوئی اور انہی سے آپ کی اکلوتی اولاد (داتا صاحبؒ) ہوئی۔ آپ اپنی اولاد کیلئے بڑی مشفق تھیں۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کی قبر غزنین کے قبرستان میں ہے اور آپ کی والدہ ماجدہؒ کی قبر بھی اُسی شہر میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے ماموں تاج الاولیاء کی تربت سے متصل ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا خاندانی شجرہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ نجیب الطرفین سید زادے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ۹ واسطوں سے سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت علی ہجویری بن عثمان بن سید علی بن حضرت عبدالرحمٰن بن حضرت سید عبداللہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن سید زید بن حضرت امام حسن بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابن ابی طالب بن عبدالمطلب قریشی وہاشمی۔ حضرت زیدؓ بن حضرت امام حسن جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے معرکہ کرب وبلا میں اپنے چچا حضرت امام حسینؓ کے ساتھ گئے تھے لیکن میدان جنگ سے صحیح وسلامت اپنے بھائی حسن مثنیٰ کی طرح واپس آئے تھے۔ سیدنا حضرت امام حسن کے کل آٹھ بیٹے تھے۔ ۱۔ حسن مثنیٰ ۲۔ زید۔ ۳۔ عمر۔ ۴۔ قاسم۔ ۵۔ ابوبکر۔ ۶۔ عبدالرحمٰن۔ ۷۔ طلحہ۔ ۸۔ عبیداللہ۔ اس طرح آپ کا شجرہ دس واسطوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ (۶)

حضرت داتا گنج بخش کا شمار برصغیر کے قدیم اور عظیم ترین اولیاء میں ہوتا ہے۔ طریقت میں آپ اپنے مرشد شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ (۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	وصال ۱۱ھ	مدینہ منورہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم	وصال ۴۰ھ	نجف اشرف عراق
حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ	وصال ۱۱۱ھ	بصرہ
حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ	وصال ۱۵۶ھ	بغداد
حضرت خواجہ داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ	وصال ۱۶۰ھ	بغداد

Marfat.com

حضرت خواجہ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۲۰۲ھ	بغداد
حضرت خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۲۵۳ھ	بغداد، عراق
حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۳۰۲ھ	بغداد، عراق
حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۳۳۴ھ	بغداد، عراق
شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۳۹۱ھ	بغداد، عراق
حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۴۶۰ھ	دمشق، شام
حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ	وصال	۴۶۵ھ	لاہور

حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ تفسیر، حدیث اور تصوف کے عالم تھے۔ آپؒ ساٹھ سال تک مخلوق سے الگ اور پہاڑوں میں گوشہ نشین رہے۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ بارعب اور صاحب ہیبت کوئی اور نہیں دیکھا۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مرشد کو وضو کروا رہا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک آزاد انسان ہوں میں پیر و مرشد کی غلامی کیوں کروں جو قسمت میں لکھا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ مرشد نے فرمایا کہ جو خیال تیرے دل میں پیدا ہوا ہے میں اس سے آگاہ ہوں یاد رکھ ہر کام کا ایک ذریعہ یا وسیلہ ہوتا ہے، یہ خدمت بھی بزرگی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایک سپاہی زادے کو تاج شاہی پہنا دے۔

آپؒ نے شیخ ختلیؒ کے علاوہ جن دیگر مشائخ سے فیض حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ، شیخ ابوسعید ابی الخیرؒ، شیخ ابوالقاسم قشیریؒ، شیخ ابوالعباس اشقانی۔ (۸)

آپ کے مرشد کا یہ سلسلہ جنیدیہ ہے اور آپ کو جنیدی ہونے پر فخر ہے۔ ژوکوفسکی لکھتے ہیں کہ جنیدیہ طریقہ شیخ بایزید بسطامیؒ کے مکتب فکر کے مقابلے میں ہے جس میں ''سکر'' کو فضیلت حاصل ہے جبکہ جنیدیہ ''صحو'' کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۹)

Marfat.com

آپ کا معروف لقب داتا گنج بخش ہے۔بعض محققین کا خیال ہے کہ آپ اس لقب سے پانچ سو سال بعد نویں صدی ہجری کے بعد معروف ہوئے۔(۱۰)۔اور بعض نے حضرت داتا گنج بخشؒ کی کتاب کشف الاسرار کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں اس لقب سے ملقب ہوئے۔(۱۱)۔درست قرینہ یہ ہے کہ آپ برصغیر میں آمد کے ساتھ ہی اس لقب سے مشہور ہو گئے تھے اور یہ شہرت تواتر سے صدیوں کا فاصلہ طے کرتی ہوئی آپ تک پہنچتی ہے۔

روحانی علم حاصل کرنے کیلئے داتا صاحبؒ نے بے شمار ممالک کا سفر کیا اور ان ممالک میں لاتعداد اولیاء کرام سے ملاقات کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔صرف خراسان میں تین سو مشائخ سے ملاقات کی جن کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک سارے جہاں کیلئے کافی ہے۔اسی دور کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مشکل پیش آئی جس کے حل کیلئے میں نے بہت مجاہدے کیے مگر یہ مشکل حل نہ ہوئی۔بالآخر میں نے خراسان جانے کا فیصلہ کر لیا راستے میں رات بسر کرنے کیلئے ایک خانقاہ میں پہنچا وہاں صوفیوں کی ایک جماعت تھی۔میں نے موٹے کھردرے ٹاٹ کی ایک گودڑی پہن رکھی تھی،صوفیوں نے مجھے حقارت کی نظر سے دیکھ کر کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے۔مجھے خانقاہ کے نیچے ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا اور ایک سوکھی روکھی روٹی میرے آگے رکھ دی۔وہ صوفی اوپر کمرے میں کھانا کھا رہے تھے جس کی خوشبو مجھے نیچے آ رہی تھی وہ کھانا کھاتے ہوئے مجھ پر طنزیہ انداز سے فقرے بھی کستے رہے پھر وہ خربوزے کھانے لگے جس کے چھلکے مجھ پر پھینک دیے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔میرا دل تو چاہتا تھا کہ اِن کو توہین کا مزہ چکھا دوں لیکن میں اسے اللہ کی طرف سے ابتلاء سمجھ کر برداشت کر رہا تھا وہ جس قدر زیادہ لعن طعن کر رہے تھے میں اُسی قدر خوش ہو رہا تھا۔بالآخر اس لعن طعن کی بدولت میری وہ مشکل حل ہو گئی جس کیلئے میں مجاہدوں اور اس سفر کی مشقت اُٹھا رہا تھا۔تب ہی میں

Marfat.com

نے سوچا کہ مشائخ ان جاہلوں کو اپنے درمیان کیوں کر رہنے دیتے ہیں۔

آپ کو آپ کے مرشد نے لاہور جانیکا حکم دیا تا کہ یہاں بھی اللہ کے دین کو پھیلایا جائے چنانچہ آپؒ سلطان محمود غزنوی کے بیٹے ناصر الدین (؟) کے زمانے میں لاہور تشریف لائے۔ آپؒ کے پیر بھائی حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ پہلے ہی لاہور میں اس خدمت پر مامور تھے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہاں حسین زنجانیؒ پہلے ہی موجود ہیں، میری کیا ضرورت ہے۔ شیخ نے حکم دیا کہ نہیں تم جاؤ۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں مرشد کے حکم کے مطابق روانہ ہوا اور رات کے وقت لاہور پہنچا اور صبح کے وقت حسین زنجانیؒ کا جنازہ شہر سے باہر لایا گیا۔ تب مجھے اپنے مرشد کی حکمت معلوم ہوئی۔ آپؒ نے تبلیغ اسلام کیلئے برصغیر کے دوسرے حصوں کا سفر بھی کیا لیکن آپ کا مقام اور مرکز لاہور ہی رہا۔

اللّٰہ وحدہ لاشریك لہ پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی بندۂ مومن کو غم اور خوف سے مکمل طور پر آزادی اور نجات دلاتا ہے! اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی بندۂ مومن کو ناقابل شکست قوت بنا دیتا ہے اور نہ ہی موحد کو کوئی خوف شکست دے سکتا ہے اور نہ کوئی لالچ جھکا سکتا ہے! بقول شیخ سعدی شیرازیؒ:

موحد چو درپائے ریزی زرش
چہ شمشیرِ ہندی نہی برسرش
امید و حراسش نباشد زکس
برین است بنیادِ توحید و بس!

عقیدۂ توحید پر یہی پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی تو تھا کہ جس کی بناء پر لاہور میں حضرت داتا صاحبؒ نے تصورِ توحید کی بنیاد رکھی یہی لاہور ایک کٹر ہندو راجہ جے پال کا دارالحکومت تھا۔ علاوہ ازیں لاہور میں حضرت داتا صاحبؒ کو اسلام کی اشاعت کرتے

Marfat.com

ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ داتا صاحبؒ کی آواز عوام کے دلوں کو ہلاتی و گرماتی ہوئی حکومت کے ایوانوں میں بھی پہنچ گئی۔ چھوٹوں پر بھی اثر کیا اور بڑوں کے دل بھی ہلائے۔ اللہ کے برگزیدہ بندے کی آواز لاہور کے نائب حاکم رائے راجو کے دل میں بھی گھر کرگئی۔ رائے راجو جو بڑی عقیدت سے حاضر خدمت ہوا اور اللہ کے دین اسلام کی رسی کو تھام لیا۔ ارشاد ربانی ہے:

''واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا۔''۔(۱۲)

(اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو! اور تفرقے میں نہ پڑو)۔

داتا صاحبؒ نے کلمہ پڑھایا اور مسلمان کر لیا اور اس طرح وہ دل جو مدتوں کفر کا گرویدہ رہا تھا اسلام کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ رائے راجو کے قبولِ اسلام نے لاہور کی فضا کو یکسر بدل دیا اور غریب عوام کے دل سے قبولِ اسلام کی توفیق گزر کر اہل لاہور کے ان لوگوں کے دلوں میں بھی گھر کرنے لگی جو حکومت پنجاب کے رکن اعلیٰ تھے یا اُمرائے لاہور اور بڑے زمیندار تھے۔ حضرت داتا صاحبؒ کو ہر شخص کے اسلام لانے سے بے حد خوشی ہوتی تھی۔ جب آپ کسی کو کلمہ پڑھا کر داخل اسلام فرماتے تھے تو چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگتا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا فرماتے تھے۔ لاہور کے نائب گورنر رائے راجو جن کو پورے پنجاب میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جب مسلمان ہوئے تو داتا صاحب کو دِلی مسرت ہوئی۔

حضرت داتا صاحبؒ نے اُن کی تعلیم و تربیت خود فرمائی، راہِ شریعت و سلوک پر اُن کو گامزن کیا اور جب وہ اپنی عبادت و ریاضت کے بعد مرشد کی رہنمائی سے اطاعت حق اور پیروی سنت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے تو اُن کو شیخ الہند کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ لوگ ان کو شیخ ہندی کے نام سے مخاطب کرنے لگے۔ یہی حضرت شیخ الہند آگے چل کر حضرت پیر و مرشد کے پہلے خادم بنے اور جب انتقال کیا تو اپنے مرشد کے احاطہ مزار ہی میں سپردِ قبر کیے

Marfat.com

گئے اور یہ سعادت قدرت کی جانب سے ان کو اس شان سے دی گئی کہ آج تک ان شیخ الہند کی اولاد میں ہی داتا صاحب کے مزار کی خدمت نسل در نسل چلی آ رہی ہے۔ ان کے قبولِ اسلام سے لاہور میں ظلمت کا اندھیرا اچھٹ گیا اور لاہور کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اثباتِ توحید کے ضمن میں کشف المحجوب کے سولہویں باب کی پہلی فصل میں یوں رقم طراز ہیں ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارا معبود برحق واحد ہے'' نیز فرمایا کہ تم دو معبود اختیار نہ کرو بے شک وہ معبود برحق اکیلا ہی ہے''۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا دینا، پھر میری خاکستر کو پیس کر سرمہ بنا دینا پھر اسے ہوا کے ساتھ کچھ خشکی اور کچھ پانی کی طرف اڑا دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ جو کچھ تم نے اس کی خاکستر میں سے لیا ہے، اسے قیامت تک محفوظ رکھنا۔ سو قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے جو یہ کام کیا تھا، تجھے اس پر کس چیز نے ابھارا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں سخت گنہگار تھا، مجھے تیری جناب سے شرم آئی تو میں نے ایسا کیا، اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا''۔ دراصل توحید کی حقیقت کسی چیز کے ایک ہونے پر حکم کرنا ہے اور اس کے ایک ہونے کو صحیح طور پر جاننا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کی ذات وصفات میں کوئی ثانی نہیں، نہ افعال میں کوئی مثل و شریک ہے اور اہل توحید نے اس کو اسی صفت کے ساتھ جانا ہے اور عقل نے ان کو خدا تعالیٰ کی یکتائی اور وحدانیت کی دعوت دی ہے۔ اسی فصل میں آگے جا کر لکھتے ہیں کہ ''یاد رکھو توحید تین قسم کی ہوتی ہے، اول اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ کو واحد جاننا اور اس کا اپنی یکتائی کو جاننا ہے۔ دوم، خدا کی توحید ہے خلقت کیلئے، وہ اللہ تعالیٰ کا بندے کو اپنے توحید کا حکم دینا اور اور اس کے دل میں توحید کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ سوم، خلقت کی توحید اللہ تعالیٰ کیلئے اور وہ ان کا اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

یکتائی اور وحدانیت کو جاننا ہے۔ پس جب بندہ عارفِ حق تعالیٰ ہو اور اس کی وحدانیت کی نسبت پہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، جو فصل و وصل کو قبول نہیں کرتا یعنی نہ کوئی چیز اس سے پیوست ہو سکتی ہے نہ اس سے علیحدہ ہو سکتی ہے، دوئی اس میں روا نہیں، اس کی وحدانیت عددی نہیں کہ دوسرے کے ثابت ہونے سے دور ہو جائے اور وہ ان دونوں میں سے عدد واحد ہو جس سے اس کی وحدانیت عددی ہو اور یہ اعداد کا ثابت کرنا نہایت ہو اور وہ محدود نہیں تاکہ اس کی چھ طرفیں ہوں جنہیں وہ گھیرے ہوئے ہو، وہ اس کا مکان نہیں اور نہ وہ مکان کے اندر ہوتا ہے تاکہ مکان ثابت کرنے کی حاجت ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ مکان کے اندر جاگزیں ہوتا تو مکان کیلئے بھی مکان کا ہونا لازم آتا، پھر فعل و فاعل اور قدیم و حادث کا حکم باطل ہو جاتا۔ وہ عرض بھی نہیں کہ وہ جوہر کا محتاج ہو اور پھر اس کے اندر حال ہوا اور اپنے محال میں بھی باقی رہے۔ وہ جوہر بھی نہیں ہے کہ اس کا وجود اپنے جیسے جواہر کے سوا صحیح نہ ہو۔ وہ طبعی بھی نہیں ہے کہ حرکت اور سکون کا مبداء ہو اور وہ روح بھی نہیں کہ فنا کا محتاج ہو، جسم بھی نہیں کہ اجزاء سے مرکب ہو۔ خیر و شر کا اندازہ کرنے والا سوائے اس کے کوئی نہیں۔ سوائے اس کی ذات کے کسی سے امید رکھنا یا خوف کرنا جائز نہیں۔ نفع اور ضرر کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور حکم سوائے اس کے کسی کو حاصل نہیں۔ اس کا حکم سب حکمت ہے اور اس کی قضا کے بغیر نہیں، کسی کو اس کی بو تک نہیں پہنچتی اور نہ اس تک پہنچنا ممکن ہے۔

آپ کے نزدیک صوفی صفا سے نکلا ہے اور صفا کا مطلب ہے ''دل کو غیر اللہ سے پاک اور دنیا سے خالی کر کے صرف اللہ سے جوڑنا''۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ طالب کو تمام احوال میں شرع اور علم کا پیرو ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپؒ چالیس سال سفر میں رہے لیکن کبھی باجماعت نماز سے ناغہ نہیں کیا اور جمعہ کی نماز کیلئے ہمیشہ کسی قصبے میں قیام فرمایا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ علم و فضل میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے وہ صاحب صحو، صاحب مقام اور صاحب مسلک صوفی تھے اور

Marfat.com

تصوف کے مدونین فن میں ان کا نام امام قشیریؒ اور عبدالرحمٰن سلمیؒ کے بعد اور امام غزالیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے پہلے آتا ہے۔ لہٰذا ان کی تعلیمات جن کا واحد سرچشمہ ان کی کتاب کشف المحجوب ہے نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ کتاب حقیقت میں علوم تصوف کا ایک جامع اور مختصر انسائیکلو پیڈیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے اس میں تصوف کی شرعی حجیت کو بیان کرنے کے بعد اس کی مختصر اور جامع تاریخ پر قلم اُٹھایا ہے اور اسے اپنے زمانے تک بیان کیا ہے۔ صوفیاء کے مختلف فرقوں پر بحث وتنقید کی ہے۔ ازاں بعد تصوف کی رسوم، حقائق اور اخلاق پر فصول تحریر کی ہیں اور آخر میں اس کی 165 اصطلاحات کی تشریح قلمبند کی ہے۔ اس اجمالی جائزہ کے بعد آپ کی تعلیمات میں چند فقرات درج ذیل میں بطور تبرک لکھ رہا ہوں: (۱۳)

☆ نفس کی مخالفت سب عبادتوں کا اصل اور سب مجاہدوں کا کمال ہے۔

☆ پیغمبر کی بزرگی اور رتبہ کی بلندی صرف معجزہ ہی نہیں بلکہ عصمت کی صفائی سے ہے۔

☆ عارف عالم بھی ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ عالم بھی عارف ہو۔

☆ بوڑھوں کو چاہیے کہ وہ جوانوں کا پاس خاطر احترام کریں کیونکہ ان کے گناہ بہت کم ہیں اور جوانوں کو چاہیے کہ بوڑھوں کا احترام کریں کیونکہ وہ ان سے زیادہ عابد اور زیادہ تجربہ کار ہیں۔

☆ فقر کی معرفت (تعلیم اور پہچان) کیلئے سیر دنیا سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔

☆ دنیا کے ساتھی (ہاتھ، آنکھیں) جو بظاہر دوست نظر آتے ہیں، دراصل تیرے دشمن ہیں۔

☆ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں: توبہ گناہوں کو۔ جھوٹ رزق کو۔ غیبت نیک اعمال کو۔ غم عمر کو۔ صدقہ بلاؤں کو۔ غصہ عقل کو۔

Marfat.com

پشیمانی سخاوت کو یعنی دے کر بعد میں پچھتانا۔ تکبر علم کو۔ نیکی بدی کو۔
عدل ظلم کو۔

☆ سماعت بلا ضرورت نہیں سننا چاہیے اور اس کا عادی نہ بننا چاہیے۔

''کشف المحجوب'' کی ساتویں فصل میں داتا صاحبؒ نے اس کی تالیف کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ہجویری نے مجھے کہا تھا کہ تصوف کی روشنی میں آٹھ باتوں کی وضاحت فرمائیں۔ داتا صاحبؒ نے فرمایا کہ اُن آٹھ باتوں کی وضاحت اس کتاب کی تالیف کا نقطہ آغاز بنی۔ تصوف کے مسائل ومضامین کی تدوین کشف المحجوب سے پہلے اور بعد میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ مثلاً کتاب الرعایہ لحقوق اللہ، کتاب اللمع التعرف لمذہب اہل التصوف، قوت القلوب، الرسالۃ القشیریہ، طبقات الصوفیہ للسلمی، پہلے لکھی گئی ہیں جبکہ احیاء علوم الدین، فتوح الغیب، الغنیہ، صفۃ الصفوۃ، تذکرۃ الاولیاء، عوارف المعارف، گلشن راز، مثنوی معنوی، فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم وغیرہ اس کے بعد لکھی گئیں۔ مگر ان سب کتابوں کے درمیان کشف المحجوب جو فارسی زبان میں اسلامی تصوف کی اولین تدوین ہے، امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب جامعیت، اختصار اور واضح اسلوب بیان کے ساتھ ساتھ مختلف مسائل پر مجتہدانہ انداز سے بھرپور نقد و بحث کرتی ہے۔ کشف المحجوب کے علمی مرتبہ کی وضاحت ذیل کے اقوال سے ہوتی ہے:

1۔ قدیم ترین کتاب بزبان فارس است در تصوف''
(یہ فارسی زبان میں تصوف کے موضوع پر قدیم ترین کتاب ہے)۔ (۱۴)

2۔ ''میتو اں آں را یکی از کتب طراز اول شمرد'' (اسے درجہ اول کی کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے)۔ (۱۵)

3۔ ''مرشد است کامل در کتب تصوف بخوبی آں در زبان فارسی کتابی تصنیف نہ شدہ''۔ یہ مرشد کامل ہے اور تصوف کی کتابوں میں فارسی زبان میں اس خوبی کی

Marfat.com

کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ (۱۶)

4۔ ''از کتب مشہورہ ومعتبر دریں فن است''

(یہ کتاب اس فن کی مشہور ومعتبر کتابوں میں سے ہے)۔ (۱۷)

5۔ ''اگر کسے را پیرے نہ باشد چوں ایں کتاب را مطالعہ کند اورا پیدا شود''

(اگر کسی کا پیر نہ ہوتو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اسے پیر مل جائے گا۔یعنی یہ کتاب پیر کا درجہ رکھتی ہے۔)(۱۸)

برصغیر میں بزرگان چشت جن دو کتابوں کو نصاب تعلیم وتربیت کے طور پر اہتمام سے پڑھاتے رہے وہ ''عوارف المعارف'' اور ''کشف المحجوب'' ہیں۔ان میں سے کشف المحجوب کو رفتہ رفتہ اہمیت حاصل ہوتی گئی۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اسے مرشد برحق کا لقب دیا اور برصغیر سے باہر شیخ فریدالدین عطارؒ نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' میں کشف المحجوب سے واضح استفادہ کیا جب کہ خواجہ محمد پارساؒ اور خواجہ یعقوب چرخیؒ نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالوں سے اپنے کلام کو مؤید کیا۔کشف المحجوب کا ادبی اسلوب نگارش سہل ممتنع کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ رواں اور سہل ہے۔ثقیل، نامانوس اور سوقیانہ الفاظ وعبارات سے پاک ہے۔عام فہم، سادہ اور تقریباً ایک ہزار سال گزرنے کے باوجود آج بھی پرکشش ہے۔

کشف المحجوب کا عربی زبان میں پہلا ترجمہ شیخ تاج الدین سنبھلیؒ نے جہانگیری دور میں کیا تھا اور دوسرا جدید عربی ترجمہ دکتورہ اسعاد عبدالہادی قندیل نے کیا ہے جو مکتبہ الاہرام التجاریہ کی طرف سے 1974ء میں طبع ہوا ہے۔اس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر اے آر نکلسن نے کیا تھا جو 1911ء میں لندن سے چھپا جبکہ اردو تراجم کی تعداد بیس سے زائد ہے۔ کشف المحجوب پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ ایران کے محمد حسین تسبیحی نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فارسی سے 1985ء میں تحریر کر کے ڈگری حاصل کی اور محکمہ اوقاف پنجاب نے ''علی ہجویری چیئر''

Marfat.com

کے نام سے صاحب کتاب اور کتاب کے بارے میں علمی معارف اور تحقیق کا اہتمام کیا۔

المختصر کشف المحجوب وہ کتاب ہے جس سے مرشدِ لاہور نے سلسلۂ تصوف کی حقیقت بیان فرما کر اہل دل کی روح پروری اور راہنمائی کا پورا پورا سامان کر دیا ہے۔ اس لیے وہ روحِ تصوف کے ترجمان، اسلام اور دینِ حق کے علمبردار بھی ہیں۔

کرامت کا لفظ کرم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ایسا فعل جو اس کے ولی سے سرزد ہو جس سے انسانی عقل اور قوت عاجز ہو جائے، کرامت کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے سامنے جب باطل قوت آ کر ان سے ٹکر لیتی ہے تو اللہ اپنے ولیوں کو سچا کرنے کیلئے ان سے ایسی طاقت کا اظہار کرواتا ہے جس سے باطل عاجز ہو جاتا ہے تو یہ کرامت بن جاتی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اللہ کے بندوں سے کرامت کا سرزد ہونا برحق ہے۔ جس طرح ولایت، نبوت کے زیرسایہ ہے ایسے ہی کرامت بھی معجزہ کے تابع ہے یعنی ولی کی کرامت نبی کے معجزے کا عکس ہے۔ نبوت معجزہ کے اظہار سے اثبات نبوت کا دعویٰ ہے۔ ولی نبی کے دعویٰ کی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے یعنی اس کے تابع ہوتا ہے۔

معجزہ کا ظہور پیغمبر سے اور کرامت کا ظہور اللہ کے ولی سے ہوتا ہے۔ صاحب معجزہ شرع میں تصرف پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ خدا کا نبی ہوتا ہے اور صاحب کرامت کیلئے اتباع شریعت ضروری ہے کیونکہ ولی کی کرامت شرع کے برعکس نہیں ہوتی ہے بلکہ عین شرع کو حق ثابت کرنے کیلئے ہوتی ہے۔

کرامت اللہ تعالیٰ کی عنایتوں میں سے ہے حضرت علی ہجویریؒ اولیائے کاملین میں سے ہیں۔ اس لیے آپ سے کرامات کا اظہار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو کرامات کے ظہور سے مکرم کیا، بیشمار کرامات آپ سے سرزد ہوئیں مگر وہ صفحۂ قرطاس پر نہیں آ سکیں۔ آپ کی کرامتوں میں سے جو تذکروں میں موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

سوانح حیات حضرت داتا گنج بخشؒ میں لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہجویریؒ ایک مرتبہ

Marfat.com

شہر میں اس طرف گئے جہاں راستے میں ہندوؤں کے مندر واقع تھے۔آج کل یہ علاقہ رنگ محل کے قریب پانی والا تالاب کے نام سے منسوب ہے۔ یہاں اس دور میں راوی مندر تھا جہاں کئی ہندو بتوں کی پوجا میں مصروف رہتے تھے۔آپ نے مندر کے قریب جا کر دیکھا کہ ایک ہندو ایک بت کے سامنے کھڑا ہے اور ہاتھ میں گندم کی روٹی کی بنی ہوئی چوری ہے آپ نے بت کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ کے حکم سے چوری کھاؤ، تو وہ بت چوری کھانے لگا کچھ اور ہندو بھی وہاں موجود تھے ان میں ہندو پروہت بھی تھا۔ ہندو پروہت کو بڑا دکھ ہوا کہ ہم سے ایسے واقعات نہیں ہوتے اس سے ہماری توہین ہوئی ہے لہٰذا وہ اس ہندو سے ناراض ہو گیا جس کے ہاتھ میں چوری تھی۔ بہانہ بنا کر پروہت نے کہا کہ تمہارے اس طرح کرنے سے دیوتا جی ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔لہٰذا آج سے ہمارا تمہارا بائیکاٹ ہے۔(۱۹)

کچھ روز کے بعد چوری والا ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت لوگ اس روز کے واقعہ سے انکار کر رہے ہیں۔ میری بات کو کوئی سچ نہیں مانتا، آپ نے فرمایا تم اپنے رشتہ داروں اور دیگر احباب کو اکٹھا کر و اور اللہ کی طاقت دیکھ لو، حاضرین جمع ہو گئے۔ آپ نے پھر بت کو حکم دیا کہ چوری کھاؤ تو وہ چوری کھانے لگا۔

ہندو لوگ یہ واقعہ دیکھ کر بڑے حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ اللہ ہر کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے لہٰذا تم اپنے ان بے جان بتوں کی پوجا سے توبہ کر لو اور اللہ کے سچے دین میں آ جاؤ۔آپ کی اس توجہ سے بے شمار لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ پہلے لوگوں میں سینہ بہ سینہ تھا لیکن کچھ عرصے سے لوگوں نے کتابوں میں نقل کر دیا، حقیقت اللہ کو معلوم ہے۔

روایت مشہور ہے کہ ایک روز حضرت سید علی ہجویریؒ اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے اور یادِ الٰہی میں مصروف تھے۔ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزری جس کے سر پر ایک دودھ کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو

Marfat.com

اور یہ دودھ ہمیں دے جاؤ۔ اس عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ میں آپ کو نہیں دے سکتی کیونکہ یہ دودھ ہم رائے راجو کو دیتے ہیں اگر نہ دیں تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہماری بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون نکلنے لگتا ہے۔ آپ نے عورت کی سن کر کہا یہ دودھ ہمیں دے جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمہاری بھینسوں کے تھنوں سے خون نہیں نکلے گا۔ اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ دودھ دیں گی انشاء اللہ اس کے علاوہ ہر قسم کی آفت سے بھی محفوظ رہیں گی۔ یعنی تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

آپ کی ایمان افروز باتوں سے وہ عورت اس بات پر رضا مند ہو گئی کہ دودھ آپ کو دے جائے۔ چنانچہ اس نے دودھ آپ کو دے دیا، اور واپس لوٹ گئی۔ شام کو جب اس نے اپنے جانوروں کو دوہا تو جانوروں نے پہلے کی نسبت بہت زیادہ دودھ دیا اس کے سب برتن بھر گئے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے دودھ میں بے پناہ برکت ڈال دی۔

یہ خبر بہت جلد پورے لاہور میں پھیل گئی۔ آخر یہی بات لاہور کے گردونواح کے دیہاتوں میں بھی جا پہنچی کہ لاہور کے باہر اللہ کا ایک فقیر ہے اگر اسے دودھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ دودھ میں برکت ڈال دیتا ہے اور دودھ پہلے کی نسبت زیادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ لوگ برکت کی خاطر دودھ آپ کے پاس لے آتے آپ ضرورت کے مطابق لے لیتے اور بقیہ دودھ انہی لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور جب یہ لوگ گھر جا کر اپنے جانوروں کا دودھ دوہتے تو اس میں برکت شامل ہو جاتی اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ ہو جاتا۔

اس کرامت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو رائے راجو کو دودھ دیتے تھے وہ دودھ دینا چھوڑ گئے اور اس کے خلاف ہو گئے۔ وہ اپنے جادو کے زور سے ان سے نذرانہ وصول کرتا تھا۔ اسے بہت تکبر تھا کہ ہمارا دودھ کیونکر کوئی بند کر سکتا ہے جب اسے اصل حال معلوم ہوا کہ اللہ کے فقیر کی دعا سے اس کا جادو اب بھینسوں کے تھنوں پر نہیں چلتا تو اس نے سوچا کہ پہلے سے جادو کو تیز کیوں نہ کر دیا جائے اور اس فقیر کو یہاں سے بھگا دیا جائے۔ جس کے

Marfat.com

پاس لوگ دودھ کا تحفہ دینا شروع ہو گئے ہیں مگر اسے کیا خبر تھی کہ اللہ کے فقیروں کی کیا طاقت ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت اور مدد ہر وقت ان کے شاملِ حال رہتی ہے۔ آخر کار وہ انتقامی جذبے کے تحت ایک روز آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ لو ہماری طاقت دیکھو یہ کہہ کر اس نے اپنی زبان میں کچھ پڑھا اور ہوا میں اُڑنے لگا اور آہستہ آہستہ اوپر فضا میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے جب یہ دیکھا تو اللہ کے حضور دل میں یہ دعا کی ''یا الٰہی! اب میری عزت کا مسئلہ تیرے ہاتھ میں ہے۔'' اس دعا کے بعد آپ نے اپنی جوتیوں کی طرف دیکھا تو وہ فوراً ہوا میں بلند ہو کر اس کے سر پر پڑنے لگیں اور وہ مزید اوپر جانے سے رک گیا اور جوتے پڑنے سے آہستہ آہستہ نیچے زمین کی طرف آنے لگا۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ زمین پر نیچے آ گیا اس کے جادو نے اسکا ساتھ نہ دیا اور وہ اپنی برتری منوانے میں ناکام ہو گیا۔ غرضیکہ حق کے سامنے اس کی کوئی پیش نہ گئی۔

مگر اس کی ہار کیا تھی وہ تو اصل میں جیت گیا۔ فوراً اس کا ضمیر بیدار ہوا کہ میں نے جو کچھ آج تک کیا ہے اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ اللہ کے بندے آخر اللہ کے بندے ہی ہیں، جہاں تھوڑی دیر پہلے اس کے دل میں بیشمار خداؤں کی پوجا کا نظریہ تھا وہ تبدیل ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ حضرت علی ہجویریؒ کا خدائے واحد ہی سچا ہے۔ وہ زبان جس پر جادو کے الفاظ کا ورد تھا اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کی صداقت بول اُٹھی۔

حضرت علی ہجویریؒ نے لاہور میں جب دینِ کی تبلیغ شروع کی تو لاہور میں ہندو دھرم پورے عروج پر تھا اور وہ کلمہ سننے کیلیے بالکل بھی تیار نہ تھے ہندوؤں کو اپنے دین پر بڑا ناز تھا لیکن داتا صاحبؒ جہاں بھی جاتے توحید و رسالت کا پرچار کرتے اور ساری رات اللہ اللہ کی صدائیں بلند کرتے۔ حاکم وقت نے آپکو اُس قیام گاہ سے نکالنے کی دھمکی دی اور اپنے کچھ سپاہی بھیجے جو آپ کی جھونپڑی کو آگ لگا دیں۔ لیکن وہ داتا صاحبؒ کو دیکھ کر واپس پلٹ آئے اور آ کر حاکم وقت کو کہا کہ وہ بزرگ تو بڑا نیک ہے ہم اُس کی جھونپڑی کو کیسے

Marfat.com

آگ لگائیں؟ یہ کہہ کر وہ رات کو واپس چلے گئے اگلے دن ہی خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حاکم وقت کے محل میں آگ لگ گئی اور وہ قابو سے باہر ہوگئی اور بجھنے پر نہیں آرہی تھی۔ حاکم وقت کو اس بات کا کھٹکا ہوا کہ شاید کل میں نے اپنے سپاہیوں کو وہاں پر آگ لگانے کیلئے بھیجا اور آج میرے محل میں آگ لگ گئی۔ اس طرح خود سے اس کا دل بیدار ہوگیا اور وہ خود چل کر داتا صاحب کے پاس معافی کا طلبگار رہا جب ولی کامل نے اُسے معافی دی تو آگ خود بخود ٹھنڈی ہوگئی۔ آخر کار وہ آپ کی روحانی طاقت سے متاثر ہوکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا۔

اللہ کے بیشتر اولیاء جہاں بھی گئے وہاں سب سے پہلے انہوں نے اللہ کا گھر یعنی مسجد ہی بنائی۔ داتا صاحبؒ نے بھی شہرِ لاہور میں آکر سب سے پہلے مسجد ہی کی بنیاد رکھی۔ چونکہ اس زمانے میں قطب نمانہ تھے جس سے سیدھی سمت کا اندازہ ہوجاتا لہٰذا بعض لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ اس مسجد کے محراب کی سمت عین قبلہ کی طرف نہیں ہے جب داتا صاحب نے یہ اعتراض سنا تو لوگوں کو مدعو کیا کہ سب لوگ مسجد میں آکر نماز پڑھیں اور داتا صاحبؒ نے امامت فرمائی۔ اس ولی کامل نے مسجد سے لے کر کعبۃ اللہ تک تمام حجابات کو اُٹھا دیا اور تمام لوگوں نے براہِ راست کعبۃ اللہ کو دیکھا جس سے یہ پتہ چلا کہ مسجد کی سمت بالکل عین قبلہ کی طرف ہے۔ آپ کی یہ کرامت اُس دور میں کافی مشہور ہوئی۔

آپؒ نے کشف الاسرار میں ایک جگہ دنیا کو سراسر دردوالم کی جگہ قرار دیا، عورت کو بے وفا بتایا، لاڈلی اولاد کے نقصان بتائے اور صبر کرنے اور قسمت سے زیادہ حاصل کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کرنے پر افسوس ظاہر کیا اور اس کی مثال میں لاہور کا یہ چشم دید واقعہ بھی رقم ہے۔ لاہور میں ایک سوداگر تھا، کریم اللہ نام تھا، مال و دولت اس کے پاس بافراط تھا۔ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا، امام بخش نام رکھا، بڑے جشن کیے۔ اُسی دن خبر آئی کہ جس کارواں میں اُس کا مال تھا وہ کارواں لُٹ گیا۔ لڑکے کو مکتب میں بٹھایا تو جب صاحب زادہ نے استاد کی داڑھی کھینچنا چاہی تو اُسے بھی مکتب سے باہر نکال دیا گیا یہاں تک کہ وہ لڑکا آوارہ ہوگیا اور

Marfat.com

گھر کی چیزیں بھی بکنے لگیں۔ گھر کی چکی سوداگر کی عورت نے چار درہم میں بیچی اور آخر خاوند سے بے وفا ہوگئی اور یکے بعد دیگرے وہ تینوں دردناک موت مر گئے۔

اس دور میں بھاٹی کے علاقے میں بیشتر آبادی ہندوؤں کی تھی جو بھٹی کہلاتے تھے، بھاٹی کی وجہ تسمیہ بھی یہی تھی۔ لیکن داتا صاحب کے عقیدت مند لوگوں نے بھاٹی کا نام بدل کر ہجویری محلّہ رکھ دیا۔ بھٹی کہلوانے والے ہندوؤں کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی انہوں نے جے سنگھ کی قیادت میں ایک وفد داتا صاحب کے پاس بھیجا اور انہوں نے اپنا اعتراض بتایا۔ داتا صاحبؒ نے بڑے ٹھنڈے دل سے اُسے سنا اور فرمایا کہ اُس کا نام بھاٹی ہی رہے گا ظاہری نمود و نمائش اور خود ستائش کو جب آپ نے ٹھوکر ماردی تو آپ کے اس فیصلہ سے ہندو بھٹی اور ان کے وفد کا لیڈر اتنا متاثر ہوا کہ انہوں نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ اس دن سے سب بھٹی مسلمان کہلانے لگے۔ (۲۰)

مشہور ہے کہ داتا صاحبؒ جس درخت کے نیچے مصلےٰ بچھاتے تھے اس پر شام کو چیلیں آکر بسیرا کرتی تھیں اور ان کی بیٹ (فضلہ) نیچے گرا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے گردن اوپر اُٹھا کر اُن سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم اللہ کی مخلوق ہو اور تمہاری وجہ سے میری عبادت میں خلل آتا ہے، اپنا ٹھکانہ بدل لو تو اگلے روز ہی چیلوں نے اُس درخت سے اُٹھ کر کسی اور درخت پر بسیرا کرلیا۔

اسی طرح رائے راجو کا دل بھی موم کر کے اُسے دائرہ اسلام میں داخل فرمایا۔ اسی صبح سے شام تک صدہا مریض، بیمار اور کمزور حضرت داتا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اللہ تعالیٰ انہیں آپ کی دُعا اور دستِ شفا سے صحت یاب فرماتا اور سب تندرست ہوکر واپس جاتے تھے۔

آپ چونکہ صوفی باعمل تھے اس لیے آپ نے تصوف کی عظمت کو سربلند کرنے کیلئے بہت سے لوگوں سے مناظرے بھی کیے تاکہ وہ راہِ حق کو پہچان جائیں۔ ایک

Marfat.com

مناظرے کا واقعہ آپ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ہندوستان میں ایسے شخص کو دیکھا جو تفسیر و تذکیر اور علم کا مدعی تھا اُس نے اس کے معنیٰ میں مجھ سے مناظرہ کیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو نہ وہ فنا کو جانتا تھا اور نہ بقاء کو اور نہ ہی قدیم و حادث کے فرق کو پہچانتا تھا۔ تو اس پر داتا صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ان جاہل خطا کاروں سے پوچھتا ہوں کہ ایسی فنا سے تمہارا کیا مدعا ہے؟ اسی طرح کئی اور مناظرے بھی ہوئے جن کو احاطہ تحریر میں لانا محال ہے۔ البتہ اس کا حوالہ نقل کر رہا ہوں۔ (۲۱)

دربارِ حضرت داتا صاحبؒ پر متعدد اولیائے کرام علوم و فیوض کے حصول کیلئے حاضر ہوتے رہے جو اہالیان لاہور کیلئے سراپا رحمت و رافت ہے جن میں کچھ کا ذکر حسب ذیل ہے۔

درگاہ حضرت داتا صاحبؒ میں دائیں جانب ایک حجرۂ اعتکاف ہے۔ یہ وہی حجرۂ عالیہ ہے جس میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں اعتکاف (چلہ) فرمایا تھا۔ یہ چلہ درگاہ مزار شریف کی پائنتی میں ہے۔ چلہ پورا ہونے کے بعد جب آپ الوداعی حاضری دے کر روانہ ہو رہے تھے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری تھا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

حضرت خواجہ اجمیریؒ اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں آپ سے فرمایا:

"معین الدین! تم ہمارے دین کے معین ہو، ہم نے تم کو ہندوستان کی ولائت عطا کی ہے۔ جاؤ، اجمیر میں جا کر دین کی روشنی پھیلاؤ۔"

حضرت خواجہ حسینی سید ہیں اور ۵۳۷ھ میں بمقام سجز پیدا ہوئے تھے۔

تاریخ کی یہ بھی مستند روایت ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے بھی حضرت داتا

Marfat.com

صاحبؒ کی درگاہ میں چلہ کشی فرمائی تھی۔آپؒ کے چلہ کی جگہ کو بابا فرید کا ٹبہ کہتے ہیں۔ بہت دن آپ کسب فیض کیلئے مقیم رہے اور حضرت داتا صاحبؒ کے روحانی توسط سے مقاماتِ عالیہ طے فرمائے۔حضرت بابا فریدؒ خواجگان چشت کے نامور بزرگ ہیں۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے حضرت علی ہجویریؒ کی تعلیمات کے حوالے سے یہ بات نمایاں طور پر بیان کی ہے کہ آپؒ نے لاہور تشریف فرما ہوکر مسجد کی بنیاد رکھی، جس کے زیرِ سایہ اسلامی علوم و معارف کا وہ عظیم المرتبت مکتب اور محبت و رواداری سے مزین وہ رفیع الشان خانقاہ قائم ہوئی کہ جس کی برکات سے نہ صرف لاہور، مسلمانوں کا ایک اہم اور مضبوط مرکز بن گیا، بلکہ یہاں سے مسلمانوں کے ایسے عظیم رجال پیدا ہوئے کہ جن کی کاوشوں سے پورا ہندوستان فیض یاب ہوا اور اس شہر سے اسلامی تہذیب و تمدن کے ایسے چشمے پھوٹے جو دنیا کی سیرابی کا باعث بنے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے بھی داتا صاحبؒ کے بارے میں کلیاتِ اقبال (فارسی) میں اظہارِ خیال فرمایا۔

سید ہجویر مخدومِ امم — مرقدِ او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمینِ ہند تخم سجدہ ریخت
عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد — حق ز حرفِ او بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزت اُمّ الکتاب — از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت — صبح ما از مہرِ او تا بندہ گشت
(۲۲)

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی زندگی کے ۳۴ سال شہرِ لاہور میں گزارے اور ان ۳۴ سالوں میں اسلام کی تبلیغ، تصورِ توحید کا پرچار، ہندو اِزم کا خاتمہ، صوفی اِزم کی ترویج واشاعت، کتب کی تالیف اور لاہور کے لوگوں کی دینی، علمی اور روحانی تربیت فرمائی اور اِن

Marfat.com

کے ساتھ انتہائی حلیمی والا اندازِ گفتگو فرمایا اور انہیں شریعت کا پابند بنایا۔ ایک ایسا پودا لگایا جس سے اسلام کی آبیاری تا قیامت جاری وساری رہے۔ اسی طرح شہر لاہور میں غریب وغرباء اور مزدور حضرات ہزاروں کی تعداد میں لنگر حسینی سے سیراب ہوتے ہیں اور اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک داتا دربار شہرِ لاہور میں ہے کوئی مسافر کوئی بندہ بھوکا نہیں رہ سکتا۔ داتا صاحبؒ نے شہرِ لاہور اور اہالیانِ لاہور کی صحیح سمت میں راہنمائی فرمائی جس پر چل کر وہ اللہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے دین ودنیا کی تمام بھلائیاں حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی شہرِ لاہور میں داتا صاحبؒ نے چندروز کی علالت کے بعد اس جہان فانی کو خیر باد کہا اور اپنے حجرے میں ہی (جہاں ان کا قیام تھا) انتقال فرمایا۔ آپ کے خلیفہ شیخ ہندیؒ نے ہی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو اُسی مقام پر (جہاں آپ نے وفات فرمائی) دفن کیا گیا جہاں آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرتا ہے۔ آپ کا مزار شہر کے اندر قلعے کے مغرب کی طرف واقع ہے آپ کا مزار سب سے پہلے غزنوی حکمران سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی نے بنوایا اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس کی تعمیر ومرمت جاری رہی۔ اس وقت مزارِ مبارک اور مسجد میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ محکمہ اوقاف پنجاب نے مزار سے متصل ایک عظیم مسجد تعمیر کی ہے جو اب لوئر مال تک وسیع ہو چکی ہے۔ جس کے برآمدوں کے محرابوں میں آیاتِ قرآنی، اسمائے الٰہی، اسماء النبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خطاطی کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ مسجد میں پچاس ہزار سے زائد نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں عقیدت مندوں اور نمازیوں کیلئے تمام ضروری سہولتیں فراہم کی گئی ہیں جبکہ دربار شریف سے منسلک جامعہ ہجویریہ، داتا دربار ہسپتال اور دستکاری سکول بھی قائم ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش کی سوانح وتعلیمات پر تحقیق کیلئے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ''ہجویری چیئر'' قائم کی گئی ہے۔

Marfat.com

توقیرانور

۱۔ مکتوب الشیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ
۲۔ یونس ۱۰: ۶۲ تا ۶۴
۳۔ حزم المحبوب المعروف کشف المحجوب، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱
۴۔ گنج بخش فیض عالم، مولانا شاہ قاری احمد قادری، اویسی بک سٹال، گوجرانوالا، ۲۰۱۲ء، ص ۸۶
۵۔ گنج بخش فیض عالم، مولانا شاہ قاری احمد قادری، اویسی بک سٹال، گوجرانوالا، ۲۰۱۲ء، ص ۲۷
۶۔ اشاعت خصوصی، روزنامہ جنگ لاہور، یکم جنوری ۲۰۱۳ء، ص ۱۴۔
۷۔ گنج بخش فیض عالم، مولانا شاہ قاری احمد قادری، اویسی بک سٹال، گوجرانوالا، ۲۰۱۲ء، ص ۲۴۔
۸۔ خزینۃ الاصفیاء، 232:1۔
۹۔ مقدمہ کشف المحجوب ۳۸ طبع تہران۔
۱۰۔ حکیم محمد موسیٰ مقدمہ کشف المحجوب ۲۴۔
۱۱۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع: مقالات دینی وعلمی ۲۲۲
۱۲۔ آلِ عمران، سورۃ نمبر ۳۔
۱۳۔ اصطلاحات: کشف المحجوب اور کشف الاسرار۔
۱۴۔ (محمد لوی عباسی، مقدمہ کشف المحجوب زوکوفسکی)
۱۵۔ (ملک الشعراء محمد تقی بہار: سبک شناسی 197:2)

Marfat.com

۱۶۔ (سفینۃ الاولیاء)۔ ۱۷۔(نفحات الانس)

۱۸۔ (درانظامی ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)

۱۹۔ سوانح حیات حضرت داتا علی ہجویریؒ۔

۲۰۔ حالات وواقعات داتا گنج بخشؒ،علامہ عالم فقری،لاہور،پیغام القرآن،۲۰۱۲ء، ص ۱۰۰

۲۱۔ مجلّہ معارفِ اولیاء،ڈاکٹر معین نظامی،جلد ۱۰،شمارہ ۴،شرکت پرنٹنگ پریس لاہور،ص ۲۳،

۲۲۔ علامہ محمد اقبال،اسرار و رموز مشمولہ کلیاتِ اقبال (فارسی)،لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، فروری ۱۹۷۳ء۔

Marfat.com

داتا گنج بخش نے لاہور کو کیا کچھ دیا!

☆ریاض علی

قطب الاقطاب، زبدۃ العارفین، حجتہ الکاملین، حامیِ شریعت، ہادی راہِ حقیقت، مرکزِ تجلیات، منبع فیوض و برکات، سلطان الاولیاء، شیخ الشیوخ، سیدنا علی بن عثمان المعروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا وجود مبارک شہر لاہور اور اہالیان لاہور کے لیے مرکز مہر و وفا، معدن جود و سخا، سرچشمۂ صدق و صفا اور بارگاہِ تمنا و دعا ہے۔ آپ سلطان الطریقت، گنج حقیقت اور برہان شریعت ہیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی محبتیں اور عنائتیں اہلِ لاہور پر ہمیشہ سایہ فگن رہتی ہیں۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اس خطے کے لوگوں کے لیے سراپا رحمت و برکت تھی اور آپ کے فیوض آج بھی اس سرزمین کے لیے محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کا ذریعہ ہیں۔ برصغیر پاکستان و ہند کے سب سے پہلے اور سب سے جلیل القدر عالم وصوفی و درویش حضرت داتا گنج بخش ہیں، جو سلطان مسعود بن محمود غزنوی (۴۲۲-۴۳۲ھ) کے عہد حکومت کے اواخر میں لاہور تشریف لائے، اور اس شہر میں تشریف فرما ہو کر رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ انھوں نے اپنے مواعظ، ملفوظات، تصانیف اور فیضان ظاہری و باطنی سے اس سرزمین میں اسلام کا نور دور دور تک پھیلا دیا، اسلامی تصوف کے سرچشمے جو عجمی خیالات واثرات کی آمیزش سے گدلے ہو چکے تھے، آپ نے اس کو نتھارا اور خالص اسلامی تصوف کی طرف اہل عرفان کا رخ موڑا، گیارہویں صدی عیسوی کی تصوف کی تاریخ میں حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کو نہایت اہمیت حاصل ہے، انھوں نے ایک طرف تصوف کے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا، دوسری طرف اسلامی تصوف کی راہیں کھول دیں، حضرت

☆ریسرچ سکالر، شعبہ اقبالیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

داتا گنج بخش نے تصوف کو اسلامی شریعت سے قریب لانے کی انتھک کوشش کی، اور حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔(۱)

نام و نسب: آپ کا نام نامی اسم گرامی علی بن عثمان الجلابی الہجویری الغزنوی ہے(۲)، آپ سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ غزنی (افغانستان) کے محلہ ہجویر میں پیدا ہوئے (۳)۔ جلاب اور ہجویر غزنی شہر کے مضافات ہیں جن سے نسبت رکھنے کی وجہ سے آپ خود کو ہجویری اور جلابی لکھتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب داتا گنج بخش ہے۔ روحانی تعلیم جنیدیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی۔ مرشد کے حکم سے ۱۰۴۱ء میں لاہور پہنچے کشف المحجوب آپ کی مشہور تصنیف ہے(۴)۔ لاہور میں بھاٹی دروازہ کے باہر آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ حسنیؓ سادات سے ہیں۔ آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ بن عثمانؒ بن علیؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن شاہ شجاعؒ (عبداللہ) بن ابوالحسن علیؒ بن حسن اصغرؒ بن زیدؒ بن امام حسنؓ بن امام الاولیا والاصفیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔(۵)

خاندان: غزنی میں آپ کا خاندان روحانیت اور متصوفانہ عقائد کی بنا پر علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ آپ کا خاندان غزنی میں ممتاز اور عالم فاضل گھرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ آپ کے والد سید عثمان اپنے وقت کے جید عالم اور عابد و زاہد تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حسینیؓ سادات سے تھیں، عابدہ، زاہدہ اور خدارسیدہ خاتون تھیں، گویا حضرت داتا گنج بخشؒ نجیب الطرفین سیّد تھے اور حسنیؓ جمال اور حسینیؓ جلال کی جملہ رعنایاں اور دلفریبیاں سمٹ کر آپ کی ذات بابرکات میں مجتمع ہوگئیں تھیں۔ داراشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں یوں لکھتے ہیں کہ:
''جلابی کے والدین اور ماموں کے مزارات غزنی میں زیارت گاہ خلائق ہیں، آپ کے

Marfat.com

ماموں زہد وتقویٰ کی بناء پر ''تاج الاولیاء'' کے لقب سے مشہور تھے۔(۶) غرضیکہ آپ کا خاندان شرافت وصداقت اور علم وفضل میں شہرت یافتہ تھا۔

تعلیم و تربیت: جس دور میں حضرت علی ہجویریؒ پیدا ہوئے۔اس وقت غزنی علماء وفضلا کا مرکز تھا۔شہر میں کئی مدارس دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔آپ نے اپنے وقت کے بے شمار علما وفضلا اور اہلِ دانش سے علم حاصل کیا۔آپ منقول اور معقول علوم میں جامع کمالات کے حامل بنے۔ان کی یہ غیر معمولی عظمت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انھوں نے متعدد علما وفضلا سے کسبِ فیض کیا۔ایک فاضل ایرانی محقق کی رائے ہے کہ سید ہجویر نے قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور علم کلام جیسے متداول علوم غالباً غزنی ہی میں حاصل کیے اور جوانی میں فارغ التحصیل ہو گئے۔(۷)

سیر و سیاحت: حدیث نبویؐ کی رو سے سیاحت کو جہاد کہا گیا ہے خصوصاً جب یہ سفر پیام حق پہچانے، خلق خدا کی بھلائی کا کام کرنے اور علم کے حصول کے لیے ہو، قرآن کریم میں بھی سیر وسیاحت کا حکم ہے، خصوصاً روئے زمیں میں قدرت ربانی کی کرشمہ سازیوں اور آثار رحمت ونعمت کے مشاہدہ اور ماضی کے نافرمانوں اور فساد فی الارض کی مرتکب اقوام و افراد کے انجام بد کی نشانیاں دیکھنے اور ان سے عبرت پکڑنے کے لیے(۸) سیر وسیاحت کو اولیاء اللہ نے اپنی زندگیوں کا لازمی جزو بنایا اور کئی اللہ کے بندے ایسے ملتے ہیں جن سے کئی علمی رموز حاصل ہوتے ہیں۔بہت سے اولیاء اللہ نے اللہ کی رضا کے لیے طویل سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے۔سید علی ہجویریؒ نے بھی اپنی زندگی کا زیادہ حصہ علمی اور روحانی غرض سے سیر وسیاحت میں گزارا۔ دوران سفر بے شمار علما فضلا اور اولیاء سے ملاقاتیں کیں اور اُن سے اکتساب فیض کیا۔تصوف، شریعت اور طریقت جیسے موضوعات پر ان سے نادر معلومات حاصل کیں۔سلوک کی کئی منازل میں کشادگی ہوئی۔کئی مقامات پر اسرار ورموز کی عقدہ کشائی ہوئی۔زندگی کے بہت مشاہدات وتجربات حاصل کیے۔جن

Marfat.com

علاقوں میں آپ تشریف لے گئے ان میں طوس، سرخس، مرو، نیشاپور، بسطام، ماوراء النہر، بخاری، سمرقند، آذربیجان، قہستان، طبرستان، خوزستان، کرمان، فارس، بغداد، خراسان، ترکستان، کوفہ، دمشق اور شمالی ہندوستان قابلِ ذکر ہیں اور خاص کر صرف خراسان میں تین سو مشائخ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ان میں صرف ایک سارے جہان کے لیے کافی ہے۔ (۹)

تعلیم طریقت :معرفت کے اسرار و رموز مرشد کامل کی بیعت کے بغیر نہیں کھلتے اس لیے بزرگان دین نے ولایت اور حصول معرفت کے لیے بیعت کو لازمی قرار دیا۔ نور علم سے منور ہونے اور روحانی تربیت پانے کی تشنگی کی ضرورت محسوس کی تو سیر و سیاحت کے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے عرب و عجم کے علمی و روحانی مراکز سے ہوتے ہوئے سید ہجویر ملک شام جا پہنچے اور عظیم ملک شام کے گوشے گوشے میں گئے اور نور علم و ہدایت کی ہر شمع پر پروانہ وار نچھاور ہوتے رہے اور بالآخر ایک ایسی ہستی کو اپنا شیخ و مرشد اور معلم و مربی مان کر بیٹھ گئے جو نسلاً اور اصلاً عرب نہ تھے۔ (۱۰) آپ ان کی عارفانہ اور عالمانہ گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل محمد حسن ختلیؒ کا سلسلۂ طریقت نو واسطوں سے حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ شیخ علی ہجویریؒ، ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ، شیخ ابوالحسن علی حصریؒ، شیخ ابوبکر شبلیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ سری سقطیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ داؤد طائیؒ، شیخ حبیب عجمیؒ، شیخ حسن بصریؒ، حضرت علی المرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ الکریم۔ (۱۱) حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ ایک مسلّم مفسر قرآن اور مستند عالم حدیث بھی تھے بلکہ ان کا شمار ثقہ و معتبر راویان حدیث میں ہوتا ہے۔ (۱۲)

سید علی ہجویریؒ اپنے پیر و مرشد سید ابوالفضل محمد بن الحسن ختلیؒ کے علوِ مقام کے بارے میں لکھتے ہیں:

صوفیاء متاخرین میں سے اوتاد کی زینت اور عابدوں کے شیخ ابوالفضل محمد بن

Marfat.com

الحسن الختلیؒ ہیں، طریقت میں میری اقتداء (بیعت) انھی سے ہے، علم تفسیر، روایات (حدیث) کے عالم تھے۔ اور تصوف میں حضرت جنیدؒ کا مذہب رکھتے تھے۔ حضرت حصریؒ کے راز دار مرید تھے۔ ابو عمر قزوینیؒ اور ابوالحسن سالبہؒ کے ہم عصر تھے۔ گوشہ نشینی کے لیے ساٹھ سال تنہائی میں پھرتے رہے اور مخلوق کے ذہنوں سے اپنا نام محو کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ زیادہ تر جَبلِ لُکام میں قیام پذیر رہے۔ طویل عمر پائی۔ اپنی ولایت کی بہت سی دلیلیں اور نشانیاں رکھتے تھے لیکن صوفیا کے رسوم اور لباس کے پابند نہ تھے اور رسوم میں جکڑے ہوئے صوفیوں سے درشتی میں پیش آتے تھے۔ میں نے اُن سے زیادہ کسی کو باہیبت نہیں دیکھا۔ جس روز حضرت ختلی کا وصال ہوا۔ حضرت داتا گنج بخش ان کی خدمت میں حاضر تھے اور مرشد ختلی نے سید ہجویری کو گود میں جان جان آفریں کے سپرد کی تھی۔ (۱۳)

مسلک طریقت :سید ہجویر و مرشد لاہور حضرت ابوالحسن علی بن عثمان اور ان کے پیرو مرشد حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی الشامیؒ کا مسلک طریقت و تصوف جنیدی مسلک طریقت و تصوف ہے سلسلہ جنیدیہ کے بانی حضرت جنید بغدادیؒ ہیں جو اپنے وقت میں سید الطائفہ یعنی گروہ صوفیہ کے قائد و سردار اور طاؤس العلماء یعنی علماء کے مور یا حسن علم و عمل کی اعلیٰ مثال تھے! دراصل جنیدی مسلک تصوف و طریقت اسلامی تصوف کا نمائندہ مسلک تصوف ہے جس کا ماخذ و مصدر کتاب و سنت ہیں (۱۴) ''سید ہجویری بڑے اوتاد و اقطاب طریقت سے ہیں، ان کے جملہ مشائخ جنیدی ہیں، اور جنیدیوں کا طریق صحو پر مبنی ہے، برخلاف طیفوریوں کے کہ، ان کا طریق غلبہٗ سکر ہے'' (۱۵) سکر کے معنی نشہ و مستی کے ہیں جبکہ صحو کا مطلب ہوش و حواس میں رہنا ہے۔ (۱۶)

اساتذہ و مشائخ :حضرت سید علی ہجویریؒ اپنے پیرو مرشد ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے علاوہ بہت سے اساتذہ اور مشائخ کرام کے فیض صحبتِ اور شرف مکالمت سے بہرہ یاب ہوئے جن کا ذکر کشف المحجوب میں مسطور ہے۔

Marfat.com

مثلاً ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الگرگانی قدس سرہ، کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مرا باوی اسرار بسیار بودو اگر بہ اظہارِ آیات مشغول شوم از مقصود باز مانم''

اس کے علاوہ دیگر اساتذہ میں صاحبِ رسالہ قشریہ ابولقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیریؒ، شیخ احمد بخاریؒ، شیخ احمد حمادی سرخسیؒ، شیخ رشید مظفرؒ، شیخ ابو جعفر محمد بن علی الجودینیؒ، شیخ ابوعبداللہ جنیدیؒ، شیخ ابوالعباس دامغانیؒ، شیخ ابوطاہر مکشوفؒ، شیخ قاسم شیخ ابوالعباس بن محمد شقانیؒ، شیخ ابواحمد مظفر بن احمد بن ہمدانؒ، ابوسعید فضل اللہ بن محمد میہنیؒ شامل ہیں۔ ان سب بزرگوں کا نام آپ بڑی عقیدت و محبت سے لیتے ہیں۔ (۱۷)

فقہی مذہب :اسلامی شریعت کے ترجمان مختلف مسالکِ فقہ ہیں، فقہ کے ان مسالک میں فقہ حنفی کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ بیشتر اولیاء عظام اور صوفیاء کرام کا تعلق حنفی مشرب ہی سے ہے کیونکہ فقہ کا یہ مسلک بڑا مقبول و عام ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ بھی حنفی المذہب تھے۔ آپ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؓ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ اسی سبب سے آپ نے امام موصوف کا نام نامی و اسم گرامی نہایت عزت و تکریم سے لیا ہے اور اس طرح رقم فرمایا ہے:

''امام اماماں و مقتدای سنّیاں، شرف فقہا و عزّ علماء ابوحنیفہ بن نعمان بن ثابت الخرازؓ ''(۱۸)

(اماموں کے امام، سنیوں کے مقتدا و پیشوا، فقہا کے لیے باعث شرف اور علمائے محدثین کے لیے باعث عزت و احترام امام ابوحنیفہ بن ثابت بن الخرازؓ)

ازدواجی زندگی :حضرت داتا گنج بخشؒ کی پہلی شادی کا کہیں پتا نہیں چلتا کہ کب اور کہاں ہوئی۔ انہوں نے دوسری شادی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ: گیارہ سال سے خدا نے نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا، مقدر نے آخر اس میں پھنسا دیا، اور میں عیال کی محبت میں

Marfat.com

دل و جان سے بن دیکھے ہی گرفتار ہو گیا۔ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ بچپن ہی میں مناکحت کی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے تھے اور پہلی بیوی کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک دوسرا نکاح نہیں کیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پہلی شادی بھی والدین کی موجودگی ہی میں ہوئی تھی اور دوسری شادی بھی ان کی موجودگی بلکہ یقیناً ان کے اصرار سے ہوئی ہوگی'' (۱۹)۔

لاھور میں ورود مسعود: اللہ والوں کا دستور ہے کہ جب ان کے مرید منازل سلوک شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت میں کامل ہو جاتے ہیں تو ان کے روحانی مرشد اپنے سے دور کسی علاقے میں بھیج دیتے ہیں اور دین کی تبلیغ کا فریضہ انھیں سونپ دیتے ہیں تاکہ ولایت کا فیض پوری دنیا میں پھیلتا رہے۔ قافلۂ تصوف، علم و حکمت اور طریقت و معرفت کے سرخیل داتا علی ہجویریؒ بادشاہ سلطان ابوسعید مسعود بن یمین الدولہ محمود غزنوی (۴۲۱۔۴۳۲ھ) کے دورِ حکومت میں اپنے پیر و مرشد شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے حکم کی تعمیل میں اپنے دو ساتھیوں احمد حماد سرخسی اور شیخ ابوسعید کے ہمراہ بلادِ اسلامیہ کا سفر کرتے ہوئے لاہور تشریف لائے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے لاہور میں ورود کے بارے میں محمد دین فوق یوں رقمطراز ہیں:

''حضرت علی ہجویریؒ اپنے ساتھیوں سمیت اپنے پیر روشن ضمیر خواجہ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے ارشاد کے مطابق منزلوں پر منزلیں طے کرتے، راستے کے دیہاتی باشندوں کو پُر حکمت نصائح کے موتی لٹاتے، فقر و فاقہ اور صبر و شکر سے شکم پری کرتے اور آبلۂ پا کو خارِ راہ کا شکار بناتے ۴۳۱ھ بمطابق ۱۰۴۱ء میں لاہور پہنچے'' (۲۰)

سید علی ہجویریؒ کے ہندوستان سفر کرنے کے بارے میں دو روائتیں مشہور ہیں: ایک یہ کہ آپ سلطان مسعود کی فوج کے ہمراہ گئے، دوسری یہ کہ قافلہ تین افراد پر مشتمل تھا: شیخ علی بن عثمان جلابیؒ، خواجہ احمد سرخسی اور شیخ ابوسعید ہجویریؒ، شیخ ابوسعید وہی بزرگ ہیں

Marfat.com

جن کی خواہش پر کتاب ''کشف المحجوب'' لکھی گئی۔(۲۱)

لاهور کے مذہبی اور سماجی حالات:سید علی جلابی اوران کے ساتھیوں کا مستقر برصغیر ہند کا وسیع علاقہ لاہور تھا۔ یہ مشہور شہر غزنویوں کے نائب السلطنت کی جائے سکونت تھا۔ یہ پنجاب کا دارالحکومت ہے اور دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔ جس زمانے میں حضرت مخدوم لاہور تشریف لائے (بھارت) پنجاب کی مذہبی حالت کیا تھی اس سے متعلق ابوریحان البیرونی جس کی ولادت ۳۶۲-۹۷۲ خوارزم میں ہوئی۔ جو سلطان محمود غزنوی کے ایک درباری رکن کی حیثیت سے ۴۱۰ھ میں ہندوستان آیا اور ۴۲۰ تک اس نے یہاں رہ کر ہندوستاں کے مختلف علوم اوراس کی زبان سنسکرت سیکھی اور مذہب کے متعلق آنکھوں دیکھا حال اپنی کتاب الہند میں یوں بیان کرتا ہے:''ہندوؤں کی تمام تنگ نظری کا ہدف وہ لوگ ہیں جو ان میں سے نہیں ہیں، یعنی تمام غیر ملکی باشندے۔ یہ تمام غیر ملکی باشندوں کو ملیچھ یعنی پلید کہتے ہیں اوران کے ساتھ ہر تعلق سے منع کرتے ہیں خواہ یہ تعلق باہمی شادی کا ہو یا کوئی اور رشتہ۔اسی طرح اکٹھے بیٹھنے اور کھانے پینے کی بھی ممانعت ہے۔ وہ ہراس چیز کو ناپاک سمجھتے ہیں جسے بدیسیوں کی آگ اور پانی چھو جائے۔کوئی بھی ہندو گھرانہ ان دوعناصر کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔''(۲۲)

اسلامی دور کے معروف تاریخی ماخذ میں لاہور کا ذکر سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری کی ایک عربی تالیف حدود العالم (ترجمہ انگریزی، منورسکی، طبع لندن، ۱۹۳۷ء) میں ملتا ہے(مصنف نامعلوم ہے) تصنیف (۳۷۲ھ/۹۸۲ء) کی ہے۔لاہور کا ذکر یوں درج ہے:''لاہور شہر کے متعدد اضلاع ہیں اوراس کا حاکم امیر ملتان کا نائب ہے۔اس میں بازار اور بت خانے ہیں۔اس میں چلغوزہ، بادام اور ناریل کے درخت بکثرت ہیں۔ یہاں کے لوگ سب بت پرست ہیں ایک بھی مسلمان نہیں، گویا دسویں صدی عیسوی تک یہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔(۲۳)

Marfat.com

میراں حسین زنجانی کا جنازہ: جب آپ لاہور تشریف لائے تو شام ہو چکی تھی۔ اس لیے بیرونِ شہر ہی شب گزاری۔ دوسرے روز شہر کے مشرقی جانب سے آپ کا گزر ہوا، تو آپ نے ایک جنازہ دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ قطبِ لاہور حضرت حسین زنجانی المعروف بہ میراں حسین زنجانیؒ کا ہے۔ تو اس وقت آپ کو اپنے پیرو مرشد کا حکم یاد آیا کہ جب انھوں نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ وھاں تو میرے پیر بھائی حسین زنجانیؒ موجود ہیں تو پھر میرے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جب آپ نے حضرت حسین زنجانیؒ کے جنازے میں شرکت کی تو مرشد کے حکم کی حکمت واضح ہو گئی۔ (۲۴)

آپ کی لاہور تشریف آوری سے قبل خطۂ لاہور اسلام سے روشناس ہو چکا تھا کیونکہ آپ سے پہلے یہاں مسلمان سپاہی جو فاتحین کے ساتھ آئے تھے، آباد ہو چکے تھے مگر ان کے ساتھ اولیاء عظام نے بھی اس سرزمین کو اسلام کے نور سے منور کر دیا تھا۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے برصغیر میں صوفیاء کرام خصوصاً مرشد لاہور سید علی ہجویریؒ کے مذہبی اور اخلاقی کردار کو سراہتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"برصغیر میں عربوں کی فتوحات سندھ و ہند اور ان کے بعد محمود غزنوی کی فتوحات بھی اسلام کے کچھ زیادہ کام نہ آئی تھیں۔ تاہم یہ ضرور ہوا تھا کہ سندھ اور ملتان میں قرامطہ جیسے مفسدین کا قلع قمع کرنے اور مسلمانوں کی دھاک بٹھانے میں غزنوی کی بت شکنی ضرور کام آئی تھی مگر بتکدہ ہند میں شجرہ اسلام کا ابھی بیج نہیں بویا جا سکا تھا کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں، صوفیوں اور اولیاء اللہ کے لیے مقدر کر دیا تھا! اگر محمد شاہ تغلق دلی میں چشتی بزرگوں کے مرکزی نظام کو بدنظمی کی نذر کرنے کی نادانی نہ کرتا تو اولیائے کرام اور مشائخ عظام اپنی شفقت و رواداری اور اسلامی اخوت و مساوات کی دعوت حق سے برصغیر کو مسلم اکثریت کا خطہ بنا دیتے۔ اصحاب تصوف و طریقت اور اولیاء اللہ کے اس کاروان حق

Marfat.com

کے قائد اور پیش رو حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمان جلابی ہجویری تھے جنہیں ہم عقیدت اور پیار سے داتا گنج بخش، سید ہجویر اور مرشد لاہور کے القاب سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ بتکدہ ہند میں شجرہ اسلام کا بیج بونے اور اسے پروان چڑھانے میں ان کا بنیادی کردار ہے بقول علامہ اقبال ''درزمین ہند تخم سجدہ ریخت'' (یعنی بتکدہ ہندستان میں انہوں نے شجرہ اسلام کا بیج بویا) بلکہ اسے پروان بھی چڑھایا، یوں مرشد لاہور نے اپنی اس نگری کو اسلامی لاہور بنا دیا اور ایسا بنایا کہ آج بھی لاہور اپنے اسلامی کردار کے ساتھ زندہ و پائندہ ہے! انہی ہل چل کی صدیوں کے دوران میں حضرت داتا پیر سمیت اولیاء کرام نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کے سفیر اور مبلغ بن کر پھیلتے اور اسلامی اخوت و مساوات، محبت رواداری کا پیغام عام کرتے نظر آتے ہیں، اسلام کے اسی زمانہ عزت و عروج میں مرشد لاہور بھی اپنے مرشد اور مربی حضرت ختلی شامی کے ہمراہ بطور سفیر اسلام اور تاریخ ساز کردار ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ (۲۵)

مسجد کی تعمیر :لاہور میں تشریف فرما کر سب سے پہلے آپ نے ایک مسجد کی بنیاد جس کے زیر سایہ اسلامی علوم و معارف کا وہ عظیم المرتبت مکتب اور محبت و رواداری سے مزین وہ رفیع الشان خانقاہ تعمیر کی، جس کی برکات سے نہ صرف لاہور مسلمانوں کا ایک اہم اور عظیم مرکز بن گیا، بلکہ یہاں سے مسلمانوں کے ایسے رجال پیدا ہوئے جن کے فیضان سے پورا ہندوستان فیضیاب ہوا اور اس شہر سے اسلامی تہذیب و تمدن کے ایسے چشمے پھوٹے جو دنیا کی سیرابی کا باعث بنے، بلاشبہ تبلیغ دین اور اشاعت کی ان مربوط اور منظم کوششوں کا سہرا سید علی ہجویریؒ کے سر ہے کہ جن کے دم قدم سے دین اسلام کی ترویج کا وہ نظام قائم ہوا جو بنیادی طور پر آپ کے علم و عرفان اور ایمان و ایقان کا مرہون منت ہے۔ (۲۶)

دارا شکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''حضرت علی ہجویری لاہور میں دن کے وقت تعلیم دیتے اور رات کو طالبان حق کو ہدایت کیا کرتے۔ اُن کی رہبری میں ہزاروں جاہل عالم بن گئے، کافروں نے اسلام قبول کیا، گمراہوں نے ہدایت کی راہ پائی، دیوانے ہوش مند ہو گئے، جن کا علم ناقص تھا وہ کامل علم والے ہو گئے، فاسق و فاجر پارسا ہو گئے۔ (۲۷)

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنے فکر و عمل، حسنِ اخلاق اور بلندی کردار سے کفرستانِ ہند کے لوگوں کو اس قدر متاثر کیا کہ ان کے دل و دماغ جو صدیوں سے کفر و شرک اور برہمنوں کے بنائے ہوئے مذہبی اور سماجی بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے، کو آزادی کا شعور دیا اور انھیں نورِ ایمان سے منور کیا۔ حضرت علی ہجویریؒ نے انتہائی عاجزی، تحمل، بردباری اور حکمت سے نورِ بصیرت کی بوند بوند بت پرستوں کے قلب و ذہن میں اتار کر توحید و رسالت کا غلغلہ مچا دیا۔

شیخ ہندی کا قبول اسلام: غیر مسلموں میں سب سے پہلے رائے راجو، جو اس وقت گورنر پنجاب تھا، نے اسلام قبول کیا۔ اس کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ہے۔ ایک روز حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے۔ یادِ الٰہی میں مصروف تھے کہ ایک بوڑھی عورت کا گزر ادھر سے ہوا۔ جس کے سر پر دودھ کا بھرا ہوا مٹکا تھا۔ آپ نے اس عورت سے کہا دودھ کی قیمت لے لو اور دودھ دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ میں آپ کو نہیں دے سکتی، کیونکہ یہ دودھ رائے راجو کو دیتی ہوں، اگر نہ دیں تو اس کے اثر سے بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی جگہ خون نکلنے لگتا ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ کا گوالن سے دودھ طلب کرنا، دراصل اسلام کی تبلیغ کے لیے صوفیانہ انداز میں عوامی رابطہ کی ایک کوشش تھی، دودھ کی طلب تو محض ایک حیلہ تھا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے مومنانہ، مبلغانہ، مشفقانہ اور ہمدردانہ طریقے سے گوالن بڑھیا کے باطل اعتقادت کا محاسبہ اور رائے راجو کے سحر و استدراج کا خوف دور کیا اور اطمینان

Marfat.com

دلایا کہ تمھارے جان و مال کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم ہمیں دودھ دے جاو، تو اللہ کی رحمت اور فضل سے تمھاری بھینسیں پہلے سے بھی زیادہ دودھ دیں گی اور ہر قسم کی آفت سے بھی محفوظ رہیں گی۔ آپ کی پُر تاثیر باتیں سن کر وہ عورت دودھ دینے پر رضا مند ہوگئی، چنانچہ اس نے دودھ آپ کو دے دیا اور واپس لوٹ گئی۔

شام کو جب اس نے اپنے جانوروں کا دودھ دوہا تو انھوں نے پہلے کے مقابلے میں زیادہ دودھ دیا یہاں تک کہ اس کے گھر کے سب برتن بھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دودھ میں برکت ڈال دی تھی۔ یہ خبر جلد ہی لاہور کے قرب و جوار میں پھیل گئی کہ لاہور کے باہر اللہ کا ایک فقیر ہے اس کو دودھ دیں تو دودھ اللہ کی برکت سے بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ دودھ میں برکت کی خاطر لوگ آپ کے پاس دودھ لانے لگے، آپ اپنی ضرورت کے مطابق دودھ لے کر باقی دودھ غربا و مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر لوگوں نے رائے راجو کو دودھ دینا بند کر دیا اور اس کے خلاف ہو گئے۔ رائے راجو کو جب اصل حقیقت کا علم ہوا کہ اب اس فقیر کی دعا سے اس کا جادو بھینسوں کے تھنوں پر نہیں چلتا تو اس نے سوچا کیوں نہ اپنے جادو کو تیز کر کے فقیر کو یہاں سے بھگا دوں۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ کے فقیروں کے ساتھ خدا کی مدد شاملِ حال رہتی ہے۔ چنانچہ انتقامی جذبے کے تحت وہ آپ کے پاس آیا اور سید ہجویری کو بے یار و مددگار سمجھتے ہوئے اپنے ذاتی جاہ وجلال اور استدراجی قوت کے بل بوتے پر ہی بھگا دینے کا عزم کیا۔ اور سید علی ہجویری سے کہنے لگا کہ آپ نے ہمارہ دودھ تو بند کروا دیا ہے اب ہمارے ساتھ مقابلہ کرو۔ رائے راجو نے زبان میں کچھ پڑھا اور اڑنے لگا۔ خدا کے فضل سے آپ کی جوتیاں ہوا میں بلند ہو کر اس کے سر میں پڑنے لگیں تو وہ زمین پر اتر آیا۔

آخر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا اور مسلمان ہو گیا۔ یہی بے بسی اس کا مقدر جگا گئی اور سلوک کی منزل پر گامزن ہو گیا۔ حضور داتا گنج بخش نے نہ صرف اُسے معاف فرما دیا

Marfat.com

بلکہ اس پر خصوصی نگاہِ لطف و کرم فرمائی، اپنے سینے سے لگا کر تن، من اور ظاہر و باطن کو نورانی کرنوں سے پاکیزہ فرمایا اور اسے اللہ کا بندہ بنا دیا، آپ نے اس کا نام ''عبداللہ'' رکھا پھر ان کی تعلیم و تربیت فرمائی شریعت، طریقت اور روحانیت کے اسرار و رموز سے آشنا اور ابدی مسرتوں سے مالا مال کیا۔ حضرت عبداللہ کو اپنے مرشد معظم کے فیض سے مقام و مرتبہ حاصل ہوا تو شیخ ہجویر نے انھیں ''شیخ ہندی'' کے لقب سے سرفراز فرمایا اور خلافت و جانشینی کا اعزاز بھی بخشا۔

جب نظر لطف و کرم کی شیخ ہندی پر پڑی
کردیا قطرے سے دریا آپ نے ، یا گنج بخش

رائے راجو کے قبول اسلام کے بعد ہندوؤں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ (۲۸)

تبلیغ دین: حضرت سید علی ہجویری نے اپنی حیات مبارکہ کا نصف حصہ کفرستان ہند میں انسانیت و روحانیت کی بگڑی صورت اور کافرانہ ملحدانہ مذاہب کا اثر و رسوخ زائل کرنے پر صرف کیا۔ آپ کے اخلاق حسنہ، زہد و تقوی اور قوت ایمانی سے متاثر ہو کر اہل لاہور جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب ''مجلہ معارف اولیاء'' شمارہ ۴ میں شان گنج بخش بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''یہ تاریخی حقیقت محتاج وضاحت نہیں کہ دعوت حق اور اشاعتِ دین کا نقطۂ آغاز مخدوم امم حضرت سید علی ہجویری داتا گنج رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ سرزمین پنجاب اور خاک لاہور کو اکسیر کرنے والی ہستی سیدنا ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری ہے۔ اس لیے یہ کہنا حقیقت کی ترجمانی ہے کہ برصغیر میں دعوت حق اور داستان اسلام کا سر عنوان مرشد لاہور حضرت سید علی ہجویری ہیں جنہوں نے لاہور کو ہمیشہ کے لیے اسلام کا دھڑکتا ہوا دل بنا دیا۔ (۲۹)

حضرت علی ہجویری کے قدم سے اہل پنجاب بالخصوص اہل لاہور کو بہت سے

Marfat.com

روحانی فیوض نصیب ہوئے اور سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو آپ کے اخلاق حسنہ اور کلام پُر تاثیر سے اسلام کی لازوال نعمت میسر ہوئی۔ آپکی زندگی اور آپ کے کلام اور کام نے وہ کام کیا جو تیر وتفنگ، تیغ وتبر اور توپ و بندوق سے بھی ناممکن تھا۔ لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور اس مظہر نورِ خدا، عارفوں کے پیر اور کاملوں کے راہنما کی توجہ سے تاریکی سے روشنی اور جہالت سے شائستگی، بے علمی سے علم اور کفر سے اسلام آتے تھے بلکہ اس خطے کی خوش نصیبی تھی کہ خدائے عزوجل نے آپ جیسی ہستی کو یہاں مامور فرمایا، یہاں نہ صرف آپ کی حیات میں لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتے رہے بلکہ آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی اس مرجع خلائق مزار پر ولی، غوث، قطب، ابدال اور قلندر حاضر ہوتے اور اپنی روحانی منازل کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔

آپ کی تبلیغ کے بارے میں مفتی غلام سرور کا بیان ہے کہ:

''انھوں (سید علی ہجویری) نے لاہور میں آکر ہنگامہ فضیلت و مشیخیت گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کو تدریس اور رات کو طالبان حق کی تلقین ہوئی۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعے عالم، ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ رو بہ راہ، ہزاروں دیوانے صاحب عقل وہوش، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں فاسق نیکوکار بن گئے، تمام زمانوں نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کرتے، اس وقت لاہور مرجع علماء فضلا تھا۔ دور دور سے حضرت شیخ کی خدمت میں آکر بہرہ یاب ہوتے''

حضرت مخدوم علی ہجویری اسلام کے پہلے مبلغ نہ تھے بلکہ آپ سے پہلے یہاں اسلام پہنچ چکا تھا اور بہت سے مسلمان حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن پھر بھی آپ کے زمانے میں لاہور میں ہندوؤں کا بہت زیادہ زور تھا۔ اس لیے تبلیغ دین کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے آپ کو بے شمار تکالیف و مصائب برداشت کرنا پڑے بلکہ لاہور میں دین مصطفٰے کی شمع کو دوبالا کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے۔ (۳۰)

Marfat.com

آپ برصغیر کے معروف روحانی اور صوفی بزرگ تھے جنہوں نے اس خطے میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے غیر معمولی خدمات انجام دیں آپ نے لاہور میں آباد مخلوق خدا کو دین اسلام سے روشناس کروایا۔ اہل لاہور پر یہ آپ کا احسان عظیم ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کتاب ''تخریج احادیث کشف المحجوب'' کے دیباچے میں لاہور میں سید علی ہجویری کے احسان عظیم کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''بلاشبہ صوفی باصفا حضرت ابوالحسن سید علی ہجویری ان اولین صوفیاء کرام میں سے ہیں جو اسلام کا علم لہراتے ہوئے برصغیر میں داخل ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا دور اسلامی تصوف کا زرّیں دور تھا، اس کی وجہ صاحب طریقت صوفیاء کی وہ مساعی جمیلہ تھیں جو انھوں نے امت مسلمہ کی اصلاح اور پیغام حق کو مخلوق خدا تک پہنچانے کے لیے فرمائیں۔ شہر لاہور کو بجا طور پر حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے وجود مسعود پر فخر کرنا چاہیے اور اہل لاہور پر بالخصوص آپ کا احسان ہے، کیونکہ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو لاہور ایک اسلامی مرکز نہ بنتا۔ اہل لاہور پر حضرت علی ہجویری کا قرض ہے کیونکہ برصغیر میں آپ ہی کی ذات نے تخم اسلام بویا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اس وجہ سے لاہور بڑے بڑے اسلامی مراکز میں سے ایک مرکز ہو گیا۔ یہ سارا اعزاز آپکی تشریف اور لوگوں تک اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اس کا پیغام پہنچانے کی برکت سے حاصل ہوا۔ (۳۱)

حضرت داتا گنج بخش کی ذات گرامی ان برگزیدہ ہستیوں میں نہایت نمایاں ہے جنہوں نے برصغیر کو اسلام کے نور سے منور کیا، ظلم و جہالت، اور شرک و معصیت کی تاریکیوں میں محبت، علم، رشد و ہدایت، نیکی اور تقوی کے چراغ روشن کیے۔ آپ کے اخلاق و کردار اور قول و عمل سے متاثر ہو کر غیر مسلموں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ آپ کے فیوض و برکات سمیٹنے والوں نے دین کی اشاعت کے لیے بے شمار مراکز قائم کیے اور اپنی

Marfat.com

زندگیاں دین اسلام کے لیے وقف کر دیں۔ بے شک لاہور کو حضرت داتا گنج بخش کی ذات بابرکات سے بڑی سعادت وسرفرازی حاصل ہوئی۔ (۳۲)

کشف المحجوب: لاہور میں ہی آپ نے اصول شریعت، معرفت حق، رموز تصوف اور علم وحکمت پر مبنی معرکتہ الآراء کتاب ''کشف المحجوب'' تصنیف فرمائی جو کہ ایک بیش بہا گنجینہ ہے۔ یہ معروف اور معتبر تصنیف حضرت ابوسعید ہجویری، جو کہ آپ کے رفیق خاص تھے، کہ تصوف اور رموز تصوف کے حوالے سے استفسارات کے ضمن میں منصہ شہود پر آئی۔ انھوں نے آپ سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت چاہی:

طریق تصوف کی حقیقت، مقامات صوفیاء کی کیفیت، صوفیاء کے عقائد ومقالات کی تشریح، ان کے رموز واشارات، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی محبت کی نوعیت اور دلوں میں اس کے ظہور کی کیفیت و ماہیت، محبت الٰہی کی ماہیت کی معرفت میں حائل ہونے والے حجابات عقل ونفس، پھر کشف وحجابات سے بیزاری اور روح کی تسکین۔ (۳۳)

حضرت علی ہجویری نے تفصیل سے آیات واحادیث اور اقوال صوفیاء سے استناد کرتے ہوئے علمی وعرفانی دلائل کی روشنی میں تمام سوالات کے جوابات دیئے۔ داتا گنج بخش نے اس کتاب میں واضح کیا ہے کہ اسلامی قانون وشریعت اور علوم ومعارف میں قرآن مجید اور حدیث نبوی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے یعنی اسلام کے بنیادی اصول اور اساسی تعلیمات قرآن مجید میں محفوظ اور موجود ہے جبکہ رسول اللہ کی سنت طیبہ اور آپ کی احادیث مبارکہ کو تشریحی اختیارات اور توضیحی مرتبہ حاصل ہے جس کی الہامی حیثیت مسلمہ ہے۔

یہ کتاب تصوف کے موضوع پر فارسی زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف ثابت ہوئی۔ نیز صوفیاء کے تذکرے کی حیثیت سے اوّلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب سے جلیل القدر اولیاء، عظیم المرتبت اتقیا اور علما وفضلا مستفید ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی اس چشمۂ فیض

Marfat.com

سے تشنگانِ علوم وحقیقت مستفید ہوتے رہیں گے۔

کشف المحجوب کا مطالعہ اس کی علمی رفعتوں اور روحانی برکتوں کے فیضان کو عام کیے رکھنے کے ساتھ، اس امر پر بھی شاہد رہے گا کہ حضرت داتا گنج بخش عربی زبان وادب، اسلامی علوم ومعارف، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، علم الکلام، تصوف، تاریخ، فلسفہ، دین و مذہب اور شریعت وطریقت کے اسرار ورموز پر کس قدر عمیق نگاہ اور مضبوط دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے کشف المحجوب میں اپنی ہر بحث کو کتاب وسنت سے مضبوط کیا اور تقریباً ۲۷۴ آیاتِ قرآنیہ، ۱۳۵ احادیث نبویہ، ۷۸ معروف عربی اشعار تقریباً تین سو اقوال صوفیاء اور بیس سے زائد کتابوں کی عبارتیں بطور اقتباس نقل فرمائی۔ وہ ہستی جس کی تعمیر شخصیت کبار مشائخ وصوفیاء کی صحبتوں کے فیضان سے مستفیض ومستنیر ہو، جس کی جلوت وخلوت اور سفر وحضر شریعت کی متابعت اور اتباع سنت کی آئینہ دار ہو، اس کا پایہ روایت وتحقیق بھی یقیناً ارفع واعلیٰ ہونا تھا۔ (۳۴)

حضور داتا گنج بخش کا یہ شاہکار بھی لاہور میں ہی تخلیق ہوا۔ یہ کتاب محض کلمات و ارشاد کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ ہدایت وراہنمائی کا لا متناخروس ہے۔ اس کے الفاظ بے جان حروف کا مجموعہ نہیں بلکہ زندہ حقیقتوں کی مرقع ہے۔ یہ کتاب قاری کی سماعتوں کو نوازتی ہے، مردہ دلوں کو بیدار کرتی ہے، بیدار دلوں کو سوز یقین عطا کرتی ہے یہ کتاب راہ سلوک کے مسافروں کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

تصانیف:

آپ ایک بلند پایہ عالم، بالغ نظر محقق اور معقول ومنقول علوم کے جامع تھے اور اس کے ساتھ آپ کا باطنِ نورِ عرفان سے جگمگا رہا تھا۔ آپ نے مختلف اہم موضوعات پر متعدد کتب تصنیف کیں جن کے نام یہ ہیں:

ا۔ دیوان (جو آپ کے اشعار کا مجموعہ تھا) ۲۔ کتاب فنا وبقا ۳۔ اسرار الخرق والمئونات

Marfat.com

۴۔کتاب البیان لاھل العیان ۵۔بحر القلوب ۶۔الرعایۃ بحقوق اللہ ۷۔منہاج الدین ۸۔شرح در کلام منصور حسین الحلاج ۔لیکن سوائے کشف المحجوب کے باقی سبھی ناپید ہیں۔(۳۵)

وفات: حضرت داتا گنج بخش کی تاریخ وفات بھی مختلف فیہ رہی ہے۔یہ سفینۃ الاولیاء میں ۴۵۴ھ یا ۴۶۴ھ،خزینۃ الاصفیاء میں ۴۶۴ھ یا ۴۶۶ ہے۔نکلسن کے نزدیک ۴۶۵ھ، ۴۶۹ھ جبکہ عبدالحی حبیبی نے ازروئے تحقیق ۴۸۱ھ سے ۵۰۰ھ تک قرار دیا ہے۔(۳۶)

آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور اسی جگہ دفن ہوئے اور آپ کا مزار شہر کے اندر قلعے کی مغرب کی طرف واقع ہے۔آپ کا مزار سب سے پہلے غزنوی حکمران سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی (۴۵۱ تا ۴۹۲ھ/ ۱۰۵۹ء تا ۱۰۹۹ء) نے بنوایا اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس کی تعمیر و مرمت جاری رہی۔اس وقت مزار مبارک اور مسجد میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔محکمہ اوقاف پنجاب نے مزار سے متصل ایک عظیم مسجد تعمیر کی ہے جو اب لوئر مال تک وسیع ہو چکی ہے جس کے برآمدوں کے محرابوں میں آیاتِ قرآنی،اسماء الٰہی،اسماء النبی الکریم کی خطاطی کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔مسجد میں پچاس ہزار سے زائد نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔علاوہ ازیں عقیدت مندوں اور نمازیوں کے لیے تمام ضروری سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔جبکہ دربار شریف سے ملحق جامعہ ہجویریہ، داتا دربار ہسپتال اور دستکاری سکول بھی قائم ہیں۔حضرت داتا گنج بخش کی سوانح و تعلیمات پر تحقیق کے لیے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ''ہجویری چیئر'' قائم کی گئی جس کی نگرانی عربی زبان و ادب اور تصوف کے ممتاز عالم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کر رہے ہیں۔

داتا صاحب تبلیغ اسلام کے لیے ہندوستان آنے والے اولین بزرگوں میں تھے۔آپ کے دروازے ہر مذہب کے لوگوں کے لیے تھے۔آج بھی ہندو، سکھ، عیسائی سمیت ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔آپ کے مزار

Marfat.com

کی وجہ سے لاہور داتا کی نگری سے مشہور ہوگیا۔ پاکستان کے مقدس مقامات کا تعین کرنا ہوتو شاید آپ کا نام سرفہرست ہوگا۔ آپ کے مزار پر ۲۴ گھنٹے میلہ سا لگا رہتا ہے۔ قوالیاں، نذر و نیاز، فاتحہ و قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ ایک بات مشہور ہے کہ لاہور میں آپ کے مزار پر آنے والا کبھی بھوکا نہیں سوتا۔ دربار پر ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے۔ محنت کشوں کی ایک بڑی تعداد یہاں آ کر کھانا کھاتی ہے۔ مختصراً لاہور میں آپ کا مزار پُرانوار سرچشمہ برکت و سعادت اور مرجع خلائق ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: ''دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد و ستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے دم قدم سے بلاد معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں بھی احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب الارشاد کا درجہ رکھتا ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہو جائے تو باقی علاقوں میں بھی دینی شعائر کا رواج محقق رہے گا۔ اللہ کریم آپ کا مؤید و ناصر ہو''۔

شہزادہ داراشکوہ قادری اپنی تالیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ ''لاہور ایک معزز اور ممتاز شہر ہے۔ اس جیسا اور کوئی شہر روئے زمین پر موجود نہیں۔ آج یہ شہر اولیائے صالحین اور علماء و فضلا کا مرکز بنا ہوا ہے۔ بہت سے مشائخ اور اولیاء کے مزارات میں مشہور ہے کہ شہر لاہور کے محلّہ طلہ میں مرد و زن صغیر و کبیر تین ہزار حفاظ تھے اور اب بھی اس شہر میں بے پناہ حفاظ موجود ہیں۔'' پھر لکھتا ہے'' حضرت سید علی ہجویری کے روضۂ اطہر پر ہزاروں آدمی حاضری دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات یا چالیس دن کامل روضہ کا طواف کرے اس کی ہر ضرورت پوری ہوتی ہے۔ یہ عاجز بھی آپ کے روضہ اور آپ کے والدین اور ماموں تاج الاولیا کے مزارات پر حاضری دے آیا ہے۔'' (۳۷)

Marfat.com

گنج بخش کا لقب: حضرت داتا گنج بخشؒ کی جلالتِ شان اور مرتبہ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت سید معین الدین چشتیؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جیسے جلیل القدر بزرگوں کے علاوہ حضرت میاں میر قادری اور محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ نے آپ کے مزار مبارک پر معتکف رہ کر فیض پایا اور منازل سلوک و معرفت طے کیے۔ داراشکوہ شہزادہ نے اپنی مشہور تصنیف سفینۃ الاولیاء میں یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات بلاناغہ مزار داتا پر حاضری دے، اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت پوری فرمادیتا ہے۔

وصال کے بعد اولیائے کرام کے فیوض و برکات کا جاری رہنا کتاب وسنت سے واضح اور ثابت ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی اسی فیض رسانی خلق سے متاثر ہوکر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بارگاہ گنج بخش میں یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

سید ہجویر مخدوم اُمم — مرقدِ اُو پیرِ سنجر را حرم
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت — صبح ما ازمہر او تابندہ گشت

(۳۸)

حضرت داتا گنج بخشؒ کی اس فیض رسانی نے عوام وخواص کے دل موہ لیے۔ لوگوں نے جو چاہا سو پایا۔ اسی فیض عام سے گرویدہ ہوکر آپ کو لوگوں نے گنج بخش کہنا شروع کردیا مزید برآن یہ بھی وجہ ہے کہ آپ کی ذات سے ظاہری وباطنی فیض حاصل ہوا۔ آپ سے علم و دانش کے چشمے پھوٹے۔ آپ نے لوگوں کو ان کے مقصد حیات سے روشناس کرایا آپ نے زندگی کے راز کھول کر سامنے رکھ دیے۔ لوگوں کی روحانی زندگی سے متعارف کرایا۔ لاکھوں انسانوں نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ آپ کے ۳۴ سالہ قیام لاہور کے دوران تبلیغ اور فروغِ اسلام کا فریضہ آپ کے ہاتھوں، بام عروج پر پہنچ گیا، یہی وجہ تھی کہ خاص وعام نے آپ کو گنج بخش کہنا شروع کردیا۔

Marfat.com

گنج بخش کا لفظ جو آپ کے نام سے قبل لکھا پڑھا اور بولا جاتا ہے اس کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کے مزار پر چلہ کشی کے بعد روانگی کے لیے آپ کی روح مبارک سے اجازت طلب کی تو یک دم آپ کی زبان پر شعر آ گیا اور اسی وقت سے گنج بخش کا لفظ مقبول ہو گیا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہ نما

گنج بخش داتا کا لقب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے چلہ کش ہونے سے بہت پہلے خود حضرت علی ہجویریؒ کی زندگی میں مشہور ہو چکا تھا مگر خواجہ معین الدین چشتیؒ کے شعر کہنے سے یہ شہرت پہلے سے بہت زیادہ دوبالا ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی ہجویریؒ نے خود اس لقب کو پسند نہیں کیا اور یہ مشورہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس لفظ کا استعمال بہت زیادہ بہتر ہے۔

''سید ہجویر'' میں لکھا ہے کہ گنج بخش کا لقب آپ کو سجتا ہے آپ نے پوری زندگی علم و معرفت کا خزانہ ہی تقسیم کیا ہے آپ نے کشف المحجوب جیسا علمی خزانہ اپنے بعد چھوڑا ہے۔ جسے بجا طور پر تصوف کا دستور العمل کہا جا سکتا ہے۔ اہل باطن اس سے سب کچھ پا لیتے ہیں۔ الغرض علم و عرفان کا خزانہ لٹانے کے معنوں میں گنج بخش کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔(۳۹)

عقیدت مندی: اللہ کے مقرب بندے جہاں آسودۂ خاک ہوتے ہیں وہاں ہر وقت انوار الٰہیہ کا نزول رہتا ہے اور اللہ کی رحمت کا دن رات دریا بہتا ہے۔ جب کوئی طالب اس دائرہ رحمت میں آتا ہے تو اسے بھی اللہ کی رحمت اور انوارات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اسی رحمت کی وجہ سے وہاں سکون قلب ہوتا ہے۔ اس لیے طالبان معرفت اللہ کے ولیوں کے مزاروں پر بیٹھ کر کم از کم چالیس دن کی عبادت کرتے ہیں جسے چلہ کشی کہا جاتا ہے۔ بے شمار اکابر اولیاء نے حضرت سید علی ہجویریؒ کے آستانہ پر چلہ کشی کر کے روحانی فیض

Marfat.com

پایا ہے۔ جہاں اولیاء کرام کے سر اقدس اور بادشاہوں کے سر جھک گئے۔

حضرت علی ہجویریؒ کی روحانی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اکابرین نے آپ کے مزار پر حاضری دے کر اکتساب فیض کیا ان کا حال حسب ذیل ہے۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، حضرت شیخ بہلول دریائیؒ، حضرت میاں میرؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ حسینؒ، ملا عبدالنبی جامی لاہوریؒ، حضرت بوعلی قلندرؒ، حضرت گیسو درازؒ، حضرت شاہ ابوالمعالیؒ، حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت بلھے شاہ قادریؒ نے آپ کے مزار اقدس پر عقیدت و محبت سے حاضری دی۔ جبکہ دربار اقدس پر آنے والے شہنشاہوں اور حکمرانوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کا از حد احترام کرتا تھا وہ اپنے دور میں خود بھی حاضر ہوتا رہا اور اپنے خزانہ سے ایک ہزار روپے سالانہ مجاہدین کا وظیفہ مقرر کیا۔ اس کے علاوہ رانی چندر کور نے ایک دالان بھی اپنے اخراجات سے تعمیر کروایا تھا، مسلمان بادشاہ بھی اپنے اپنے دور میں مزار اقدس پر حاضری دیتے رہے، ظہیر الدولہ ابراہیم غزنوی جو افغانستان اور پنجاب کا حکمران تھا نے اپنے عہد میں مزار شریف کی تعمیر کروائی۔ اس کے علاوہ ہر دور کے حکمران حاضری دیتے رہے، غزنوی سلاطین کے بعد سلطان محمد غوری، سلطان قطب الدین، مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر، نور الدین جہانگیر، شہاب الدین شاہ جہاں، اورنگ زیب اور شہزادہ داراشکوہ بھی انتہائی عاجزانہ انداز میں حاضری دیتے رہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہجویر سے لاہور تشریف لائے اور تبلیغ اسلام و اشاعت دین کیلئے اپنی تاریخی خدمات اعلیٰ کردار انسان دوستی، محبت اور رواداری کے فروغ کی وجہ سے ''مرشد لاہور'' بن کر لاہور سے منسوب بلکہ لاہور شہر آپ کے نام گرامی سے منسوب ہو کر ''داتا کی نگری'' بن گیا۔

شہر لاہور کو جو یہ عظمت و رفعت ملی ہے وہ حضرت داتا گنج بخشؒ کا فیضان ہے۔

Marfat.com

ریاض علی

۱۔ اعجاز الحق قدوسی، اقبال کے محبوب صوفیہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۱

۲۔ علی بن عثمان، کشف المحجوب، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۲

۳۔ محمد دین فوق، سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴

۴۔ عالم فقری، تذکرہ اولیائے پاکستان، جلد اول، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۹

۵۔ ایضاً، ص ۳۰

۶۔ داراشکوہ، سفینۃ الاولیا، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۴

۷۔ عابدی محمود، مقدمہ کشف المحجوب، پہلی اشاعت تہران، انتشارات سروش، ص ۱۳

۸۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، شیخ ابوالفضل ختلی، جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۹۲۔۹۳

۹۔ ابوسعید، ڈاکٹر، اسلامی تصوف اور اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۵۹ء ص ۱۲۶

۱۰۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، شیخ ابوالفضل ختلی، جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۹۵

۱۱۔ سید ابوالحسنات محمد احمد، مقدمہ کشف المحجوب اردو، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳

۱۲۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، شیخ ابوالفضل ختلی، جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۸۹

۱۳۔ سید ابوالحسنات محمد احمد، مقدمہ کشف المحجوب اردو، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳

۱۴۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، شیخ ابوالفضل ختلی، جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۲۷

۱۵۔ علی بن عثمان، کشف المحجوب، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۲

۱۶۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، شیخ ابوالفضل ختلی، جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۸

۱۷۔ سید ابوالحسنات محمد احمد، مقدمہ کشف المحجوب اردو، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵

Marfat.com

۱۸۔ ایضاً،ص ۱۷ ۱۹۔ ایضاً،ص ۱۸

۲۰۔ مجلّہ معارف اولیاء، جلد۲، مرکز معارف اولیا، محکمہ مذہبی امورو اوقاف، پنجاب، مارچ ۲۰۰۴،ص ۱۳۶

۲۱۔ مجلّہ معارف اولیا، محکمہ اوقاف و مذہبی امور حکومت پنجاب، جلد۱۰، ۲۰۱۲ء،ص ۷۵

۲۲۔ ابوریحان البیرونی، کتاب الہند، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳

۲۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۵ جلد ۱۸،ص ۱

۲۴۔ سید ابوالحسنات محمد احمد، مقدمہ کشف المحجوب اردو، لاہور، ۲۰۱۱ء،ص ۳۵

۲۵۔ ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر، شیخ ابوالفضل ختلی، جامعہ پنجاب لاہور، ۲۰۱۱ء،ص ۹۲

۲۶۔ مجلّہ معارف اولیاء، محکمہ اوقاف و مذہبی امور، حکومت پنجاب، ۲۰۱۲، شمارہ ۱۰،ص ۵

۲۷۔ داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء، لاہور ۱۹۷۱،ص ۱۵

۲۸۔ عالم فقری، تذکرہ اولیائے لاہور، لاہور، ۱۹۸۷ء،ص ۳۶۔۳۷

۲۹۔ مجلّہ معارف اولیاء، محکمہ اوقاف و مذہبی امور، حکومت پنجاب، جلد۱۰، ۲۰۱۲ء،ص ۸۲

۳۰۔ عالم فقری، تذکرہ اولیائے لاہور، لاہور، ۱۹۸۷ء،ص ۴۰۔۴۱

۳۱۔ خالق داد ملک، طاہر رضا بخاری، تخریج احادیث کشف المحجوب، محکمہ مذہبی امورو اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور، ۲۰۰۶ء،ص ۵

۳۲۔ ایضاً،ص ۲۳ ۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ابوالحسنات محمد احمد، مقدمہ کشف المحجوب، لاہور، ۲۰۱۱،ص ۲۰۔۲۱

۳۶۔ عبدالحی حبیبی، تاریخ وفات گنج بخش، اورینٹل کالج میگزین، ۱۹۶۷ء،ص ۲۸۵

۳۷۔ محمد دین کلیم، مدینۃ الاولیاء لاہور،ص ۳۰۔۳۱

۳۸۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال فارسی، شیخ غلام علی، لاہور ۱۹۹۰ء،ص ۵۲

۳۹۔ عالم فقری، داتا گنج بخش، لاہور، ۲۰۱۲،ص ۱۳۳۔۱۳۴

Marfat.com

داتا گنج بخش نے لاہور کو کیا کچھ دیا

☆مہنیم منیر

گنج بخشِ فیض عالم مظہرِ نورِ خدا　　ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اولیاے اسلام مجسمہِ علم وعمل تھے۔ان کے سوانح حیات اور تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ درج ذیل ارشادتِ ربانی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے تھے۔

''یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔''

''اے ایمان والو! وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ کا پاک کلام اور ان کی تعلیمات مسلمان معلمین اخلاق اولیا وصوفیاے کرام کی اخلاقی اور روحانی غذائیں ہیں۔ وہ اپنے اعمال و کردار کو وحیِ الٰہی کے مطابق ڈھال کر روحانیت کی انتہائی رفعتوں کو حاصل کرتے ہیں۔شیخ ابوالحسن علی بن عثمان الہجویری الجلابی الغزنوی ثم لاہوری ان عظیم صوفیا واولیا کرام میں سے ہیں جن کی حیاتِ مقدسہ کا ہر ورق علم وعمل کے حسین امتزاج سے رقم ہے۔خلقِ خدا کو ظلمت و گمراہی سے نکال کر نور وہدایت میں لانے کے لیے تزکیہِ نفس بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔تزکیہ کے لغوی معنوں میں نشو ونما اور پرورش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔تزکیہ انسان کی طبعی زندگی کی پرورش اور اس کی ذات کی نشو ونما ہے۔اس کے مقابلے میں''تَدْسِیَة'' آتا ہے جس کے معنی''دبا دینا'' ہے۔ جب مالی باغ میں پھل دار پودوں کی نشو ونما میں حائل نقصان دہ جڑی بوٹیوں کو کھرپی سے کاٹ کاٹ کر پھینک رہا ہوتا ہے اور قیمتی پیڑوں کی غذاے ارضی کو چوس لینے والی مضر گھاس پھونس کی روئیدگی کو دبا رہا ہوتا ہے تو وہ پھل دار قیمتی پودوں کا تزکیہ کر رہا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی

☆متعلمہ ایم اے اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

بہترین نشو ونما کے لیے زیادہ سے زیادہ تغذیہ حاصل کریں اور خوب پروان چڑھ کر عمدہ سے عمدہ پھل لائیں۔

امتِ محمدیہ کے اولیا و اصفیا انسانی باغیچہ کے محافظ اور مالی ہیں۔ وہ انسانی اذہان اور قلوب کی بہتر نشو ونما کے لیے انھیں اخلاقِ رذیلہ سے پاک صاف کرتے ہیں۔ حسد، بغض، کینہ، نفرت، کدورت، حقارت، لالچ اور خودغرضی جیسی مضر اور نقصان دہ جڑی بوٹیوں کو انسان کے قلب وذہن سے اکھاڑ کر ان کی جگہ محبت واخوت، ایثار وخدمت، تعاون اور ہمدردی جیسے اوصافِ حمیدہ کو پروان چڑھاتے ہیں۔ تزکیہ کے اس عمل میں عامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ نشو ونما میں ممد ومعاون اور مانع وحائل اشیا کا عالم و ماہر ہو۔ اگر مالی باغبانی کے فن سے ناواقف ہو تو اندیشہ ہے کہ تزکیہ کے وقت اس کی کھرپی قیمتی اور پھل دار پودوں کی جڑوں کو کاٹ ڈالے اور مضر جڑی بوٹیوں کی نشو ونما کا سبب بنے۔ اسی طرح امتِ محمدیہ کے باغیچہ کے محافظ اور نگہبان کے لیے ضروری ہے کہ وہ وحیِ الٰہی اور سنتِ نبوی سے پوری طرح آگاہ ہو تا کہ نورِ نبوت ﷺ کی روشنی میں تزکیۂ نفوس کا فریضہ بہتر طور پر انجام دے سکے۔

حضرت داتا گنج بخش کا دربار عرصہ نو سو سال سے مرجعِ خواص و عام چلا آ رہا ہے مگر پھر بھی ان کے حالات پر تفصیلاً کوئی قدیم کتاب نہیں ملتی۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں [1]

۱۔ جس زمانے میں حضرت داتا صاحب نے لاہور میں رشد وہدایت کی شمع روشن کی اس وقت یہاں مسلمانوں کے نئے نئے قدم جمے تھے اور پورے طور پر سیاسی استحکام حاصل نہیں ہوا تھا۔ ان حالات میں جن مورخین نے تاریخ نویسی کا کام کیا انھوں نے اپنے فاتحین کے گرد ہی تاریخ کو گھمایا اور بعد کے مورخین نے صرف ان بزرگوں کے مختصر حالات لکھے جن کے آستانوں پر ان کے ممدوحین کو شرفِ حاضری نصیب ہوا۔

۲۔ جن حضرات نے بادشاہوں سے ہٹ کر ان نفوسِ قدسیہ جن کی حکومت لوگوں کے دلوں پر تھی کے حالاتِ زندگی اور ان کی اسلامی اور روحانی خدماتِ جلیلہ کی تفصیلات کو قلم

Marfat.com

بند کیا۔ ان کی تالیفات کو اس خطے کی ازلی بدنصیبی [بہ سلسلہ اتلافِ کتب] نے محفوظ نہیں رہنے دیا۔

اس دور کی سب سے بڑی تاریخی خامی یہ بھی رہ گئی کہ بزرگانِ دین کے تذکرہ نویسوں میں سے اکثر فنِ تاریخ نویسی کے ماہر نہ تھے لہٰذا وہ بزرگوں کے حالات لکھتے وقت واقعات کے سنین کا صحیح تعین نہ کر سکے اس وجہ سے اکثر بزرگانِ دین کے حالات و واقعات میں سنین کے صحیح تعین کا مسئلہ اب بھی توجہ طلب ہے۔

مختصر سوانح عمری:

داتا گنج بخش کی لاہور آمد کا سنہ ۴۳۱ھ ہے اور انھوں نے لاہور میں لگ بھگ ۳۴ سال قیام فرمایا۔ تاریخِ لاہور سے ان کی تاریخِ وفات ۴۶۵ھ ملتی ہے لیکن داتا گنج بخش کی تاریخِ ولادت صحیح معلوم نہیں ہو سکی۔ اس بارے میں بہت سی تحقیقات ہوتی رہیں مگر ٹھیک سن معلوم نہ ہو سکا۔ تاہم محققین اس نتیجے پر پہنچے کہ وقت کا حساب لگانے سے اور کشف المحجوب کے سنِ تصنیف سے اس کا سالِ ولادت ہونے کا فخر ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ کو حاصل ہے۔ اس طرح ان کی عمر مبارکہ ۶۴ سال بنتی ہے۔ آپ سلطان محمود غزنوی کے عہدِ حکومت میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت غزنی میں بلند پایہ علما، فضلا اور شعرا کا بہت چرچا تھا۔

نام و وطن:

آپ کا مکمل نام مبارک شیخ ابو الحسن علی بن عثمان ابی علی الجلابی ثم الہجویریؒ ہے۔ کشف المحجوب، جو دلوں کی تاریکیوں اور آلائشوں کے حجاب دور کرنے والی کتاب ہے، اس میں آپ نے خود فرمایا:

> ''علی غزنوی جس کے باپ کا نام عثمان اور دادا کا نام علی تھا، بیان کرتا ہے...... الخ۔''

Marfat.com

اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کا اصل وطن غزنی تھا۔ وہ غزنی حکومت جس کو اپنے مٹے ہوئے نشانات پر فخر تھا اور جس نے برسوں سلطان محمود غزنوی جیسے باجبروت شہنشاہ کو اپنی گود میں پالا تھا۔ غزنی کے علاوہ حضرت داتا گنج بخش سرکار ''جلابی'' اور ''ہجویری'' کے لقب سے بھی مشہور تھے کیوں کہ جلابی اور ہجویری غزنی کے دو محلے تھے۔ حضرت کی والدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں۔ آپ کی پیدائش بھی وہیں ہوئی۔ ''کشف الاسرار'' میں خود لکھا ہے:

''میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میری پیدائش کا مقام ہجویر ہے۔
خدا تعالیٰ اسے آفتوں، حادثوں اور ظالم بادشاہ سے بچائے رکھے۔''[۲]

اس طرح ان کی اپنے نانا کے محلے سے محبت بھی ثابت ہوتی ہے۔ والد جلابی محلے کے رہنے والے تھے اس لیے آپ ہجویری اور جلابی دونوں ناموں سے مشہور تھے۔ آپ گنج بخش کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ یہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے شعر سے ماخوذ ہے جو انھوں نے مزار مبارک پر پڑھا تھا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

بعض مورخین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ گنج بخش کے لقب سے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں مشہور ہو گئے تھے مگر اکثر مورخین نے اسے جھٹلایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بعد کے دور میں لقب مشہور ہوا۔

آریانا دائرۃ المعارف[۳] میں داتا صاحب پر جو غیر تحقیقی اور مختصر مقالہ لکھا گیا ہے اس میں لکھا کہ مولوی غلام سرور لاہوری نے ''خزینۃ الآصفیاء'' میں داتا صاحب کو سید لکھا ہے۔ سادات سے شجرہ نسب ملایا ہے حالانکہ خود گنج بخش سرکار نے کہیں اس کا ذکر نہیں فرمایا لیکن دارا شکوہ سے دو سو سال پہلے فوت ہونے والے ''سید محمد نور بخش'' جو ماہرِ انساب بھی

Marfat.com

تھے، نے اپنی کتاب ''سلسلۃ الذہب مشجر الاولیاء''[۴] میں حضرت داتا صاحب کو سید لکھا ہے۔اور جو یہ لکھا کہ غزنی میں ایک خانوادہ جو اپنے آپ کو حضرت شیخ سے منسوب کرتا ہے اوران کی اولاد جانتا ہے اور اپنے آپ کو سادات میں شمار کرتا ہے۔حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطابق وہ حضرت گنج بخش سرکار کے ہم جد ہوں گے۔

شجرۂ نسب پیرِ طریقتؒ:

نو واسطوں سے حضرت داتا گنج بخش سرکار کا شجرہ نسب طریقت کے حساب سے حضرت علیؑ کے ذریعے محمدِ مصطفیؐ سے جا ملتا ہے۔[سبحان اللہ] وہ فرقہ جنیدیہ میں شامل تھے۔اس کی ابتدا سید الطائفہ جنید بغدادی سے ہوئی۔حضرت داتا گنج بخش سرکار کے پیرِ طریقت، مرشدِ کامل، حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس سرہ ہیں۔حضرت داتا گنج بخش بقلم خود لکھتے ہیں:

> ''میں طریقت میں ان کا تابع ہوں۔علوم وتفسیر روایات کے عالم تھے۔''حصری'' کے مرید اور راز داں تھے۔''ابوعمر قزوینی'' کے ہم عصر تھے۔ساٹھ سال تک وہ لوگوں سے بھاگتے رہے۔ان سے کرامات اور نشانات بہت ظاہر ہیں مگر صوفیوں کے لباس اور ان کی رسوم کے پابند نہ تھے۔''[۵]

حضرت ابوالفضل نے ۵۶ برس تک ایک ہی جامہ رکھا۔اسے پیوند لگا کر استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ جامہ در جامہ ہو کر اصل کپڑے کا نشان بھی باقی نہ رہا۔وہ اپنے مریدوں کو کم سونے اور کم بولنے کی تاکید کرتے تھے۔آپ کی وفات ''بیت الجن'' کے مقام پر ہوئی جو دمشق کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔

حضرت داتا گنج بخش سرکار کے علمِ دین کے استادوں میں خواجہ ابوالفضل ختلی، شیخ

Marfat.com

ابوالقاسم، شیخ ابوسعید ابوالخیر نمایاں ہیں مگر آپ نے تصوف ومعرفت میں اپنا پیر خواجہ ابوالفضل ختلی اور علمِ دین میں شیخ ابوالقاسم کو ہی لکھا ہے۔ دیگر علماے دین جن کا اس دور میں چرچا تھا ان سے بھی فیضانِ نظر وقلب حاصل کیا۔

تصنیفات:

داتا گنج بخش سرکار کی تصنیفات میں کئی کتب کا ذکر آیا ہے مگر ان تمام میں سدابہار تصنیف ''کشف المحجوب'' ہی ہے۔ باقی تصانیف کے صرف نام ملتے ہیں۔ ان کا کوئی نسخہ نہیں ملتا۔ ان تصانیف کے تذکروں میں صرف نام ملتے ہیں۔

۱۔ دیوان

۲۔ منہاج الدین

۳۔ کشف الاسرار

۴۔ البیان لاہل العیان

۵۔ اسرار الخرق والمئونیات

۶۔ الرعایت حقوق اللہ

۷۔ کشف المحجوب

دیوان:

صوفیانہ اور عارفانہ کلام کا یہ حسین گلدستہ حضرت داتا گنج بخش کی شاعری سے محبت اور شاعرانہ مزاج کا عکاس تھا مگر کسی نے آپ سے یہ دیوان دیکھنے کے لیے مانگا اور پھر اشعار میں سے داتا گنج بخش کا نام حذف کر کے اپنے نام سے شائع کروادیا۔

منہاج الدین:

تصوفانہ مسائل کے متعلق یہ نادر کتاب حضرت داتا گنج بخش نے غزنی میں مکمل کی مگر ان کے دیوان کی طرح یہ کتاب بھی چوری ہوگئی۔

Marfat.com

البیان لاہل العیان:

یہ خوب صورت تصنیف اب ناپید ہے۔ حضرت داتا گنج بخش نے اپنی زندہ و پایندہ تصنیف میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

کشف الاسرار:

یہ نادر اور خوبصورت کتاب معرفت اور تصوف کے رموز پر مبنی ہے۔ اس میں داتا گنج بخش نے عارفانہ نکات کو واضح کیا ہے۔ اس تصنیف کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

اسرار الخرق والمؤنات:

یہ نادر تصنیف شیخ و مرید کے باب میں لکھی گئی ہے۔ یہ خوبصورت تصنیف مرو میں موجود ہے۔ ہندوستان نہیں پہنچی۔ حضرت داتا گنج بخش نے کشف المحجوب میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

الرعایت لحقوق اللہ:

خالق و مالک کے اپنے بندوں پر واجب حقوق پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ بھی نایاب ہے صرف تذکروں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

کشف المحجوب:

یہ داتا گنج بخش کی سدا بہار تصنیف ہے جو انھوں نے آغوشِ خداوندی میں بیٹھ کر لکھی۔ مسائلِ شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے اور اولیا متقدمین کے حالاتِ بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے۔ حضرت نے یہ کتاب اپنی عمر کے یقیناً آخری حصے میں تحریر فرمائی۔ اس کا تین چوتھائی حصہ یقیناً لاہور میں لکھا۔ وہ ایک مقام پر رقم فرماتے ہیں:

> ''اس وقت اس سے زیادہ ممکن نہیں اس لیے کہ میری کتابیں غزنی میں رہ گئی ہیں اور میں ہند کے شہر لاہور جو مضافاتِ ملتان میں سے ہے،

Marfat.com

ناجنسوں کے درمیان گرفتار ہوں۔"[6]

حضرت نے اپنی کتابوں کے غزنی رہ جانے کا جو ذکر فرمایا، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان کے پاس کتابیں بالکل نہیں تھیں بل کہ وہ شاکی اس لیے ہیں کہ ایک عالم اور فاضل مصنف کو جس بہتات سے کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ یہاں پوری نہیں ہوسکتی تھی۔

حضرت داتا گنج بخش سرکار کی یہ شاہکار تصنیف فارسی میں ہے۔ نثری انداز میں فارسی زبان میں لکھی گئی داتا گنج بخش کی یہ تصنیف تصوف و معرفت کے مسافروں کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ بقول ملک الشعرا بہار کشف المحجوب فارسی کے سبک قدیم کا ایک نادر نمونہ ہے اور دورِ سامانی کی نثر سے بدرجہا بہتر ہے۔ کشف المحجوب کا ہر صفحہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی بن عثمان ہجویری اعلیٰ پائے کے عالم و محقق تھے۔ جس بات پر بھی بحث کرتے ہیں اس کے ٹھوس علمی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ زیرِ بحث موضوع پر سب سے پہلے قرآن پاک سے شواہد پیش کرتے ہیں پھر سنتِ نبویؐ سے دلائل لاتے ہیں۔ اس کے بعد اکابرین، سلف صالحین کے ارشادات کو اپنے موقف کی توثیق کے لیے پیش کرتے ہیں۔ "توفیقِ الٰہی" کے باب میں فرماتے ہیں:

"توفیق کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے نیک اعمال تائیدِ الٰہی کے موافق و مطابق ہوں اور قرآنِ پاک اور سنتِ نبویؐ سے بڑھ کر کوئی دلیل توفیقِ الٰہی کے بارے میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ تمام امت کا اسی پر اجماع ہے۔"

اپنی اس لازوال تصنیف میں داتا گنج بخش صاحب نے متعدد ابواب اور ہر باب میں کئی موضوعات سمیٹے۔ علم، فقر، تصوف، ملامت، فرقہ ہائے تصوف، کشفِ حجابات، آداب و رعایات، اصطلاحاتِ تصوف، سماع وغیرہ۔

Marfat.com

مختصراً یہ کہ حضرت داتا گنج بخش کی تمام تصانیف میں سے یہ ان کی واحد کتاب ہے جو آج بھی عاشقانِ حق اور راہِ طریقت وشریعت کے مسافروں کے لیے منبعِ نور ہے۔ تصوف کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے مردانِ حق ہر قدم پر اس کا سہارا لیتے ہیں اور اس چشمۂ لازوال سے سیراب ہوتے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

> ''شیخ ہجویری کی اس کتاب نے ایک طرف تصوف سے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ دوسری طرف اس کی ترقی کی راہیں کھول دیں۔''[ے]

لاہور میں ورودِ مسعود:

خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ اُو تابندہ گشت

داتا گنج بخش سرکار کی لاہور آمد اور اہلِ لاہور پر ان کی نوازشات کا احاطہ کرنے سے پہلے اس دور کے لاہور اور برِ صغیر کے حالات کا احاطہ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ ان کی آمد کے بعد کی اصلاحات پر مفصل روشنی ڈالی جا سکے۔

سیاسی حالات:

حضرت داتا علی ہجویری کی تشریف آوری کے وقت لاہور کو ''لہانور'' کہا جاتا تھا۔ اس وقت لاہور کو وہ اہمیت حاصل نہ تھی جو بعد کے دور میں حاصل ہوئی۔ لاہور چوں کہ دلی کی طرح کئی بار آباد اور کئی بار برباد ہوا، بہت سے حاکموں، بادشاہوں اور راجاؤں نے اس کے محلِ وقوع، نقشہ اور نام میں اپنی مرضی کی تبدیلیاں کیں۔ اس وقت لاہور کے سیاسی حالات خراب تھے۔ داتا علی ہجویری کی آمد سے قبل راجہ جے پال اور امیر سبکتگین کی زوردار جنگ ہو چکی تھی۔ اس جنگ میں محمود غزنوی [فاتح سومنات] اپنے والد گرامی کے ہم رکاب تھا۔ اس جنگ میں جے پال کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمان اٹک عبور کر

Marfat.com

کے آگے بڑھ آئے اور انھوں نے پنجاب کے بہت سے حصے پر قبضہ کر لیا اور اس طرح امیر سبکتگین کی فتح سے اس خطے پر مسلمانوں کے قدم جمنا شروع ہو گئے مگر لاہور پھر بھی مختلف اندرونی و بیرونی سازشوں اور حملوں کی زد میں اکثر رہا۔ داتا گنج بخش کی آمد کے وقت لاہور کے سیاسی افق پر سوائے محمود غزنوی کے اور کوئی تابندہ ستارہ نہ تھا اور لاہور کے مقامی امرا محمود غزنوی اور اس کے وفادار ایاز ملک میں ناچاقی ڈلوانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

مجلسی حالات:

حضرت علی ہجویری کی آمد کے وقت لاہور کے مجلسی حالات کچھ یوں تھے کہ لاہور میں آرائیں اور راجپوت قوموں کی غالب اکثریت تھی اور سب کے سب بت پرست اور ذات پات کی اونچ نیچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آمدنی قلیل تھی۔ لوگ اکثر محنت مزدوری کرنے والے تھے۔ بت پرستی میں مختلف خداؤں کی پرستش کرنے والے ایک دوسرے کو طعنے دیتے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ ان کا خدا بہتر ہے۔ اور پھر ذات پات کی تفریق نے ان سب کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا تھا۔ لوگ صاحبِ دماغ ہونے کے باوجود تعلیم کے نزدیک نہ جاتے تھے۔ معاشرہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کرنے کے بجائے ادھر ادھر کے جھمیلوں میں خود کو ضائع کر رہے تھے۔ شاید اسی لیے خدا نے علی ہجویری جیسے مردِ کامل کی قسمت میں لاہور کا سفر لکھ دیا تاکہ خدا کی مخلوق کو راہِ حق دکھا سکے۔

مذہبی حالات:

حضرت علی ہجویری کی آمد کے وقت لاہور کے مذہبی حالات جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہوا کہ نہایت دگرگوں تھے۔ اکثریت ہندو دھرم کے پجاریوں کی تھی۔ شہر میں جگہ جگہ ہندو مندر موجود تھے اور بت پرستی عروج پر تھی۔ ہر مندر کسی نہ کسی پروہت کی جاگیر میں تھا اور اس کے ساتھ وسیع زمین اور دوسری املاک تھیں۔ ان مندروں میں مذہبی رسومات تو برائے نام

Marfat.com

ہی تھیں، پنڈت مندر کی داسیوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے، مذہب کے نام پر ان لوگوں نے بے حیائی پھیلا رکھی تھی۔ جب مذہبی رسومات کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں تو ظاہر ہے کہ معاشرے پر تو اس کے اثرات مرتب ہونا ہی تھے۔ معاشرتی اقدار بھی مذہبی اقدار کی طرح زوال کا شکار تھیں۔ لوگوں کی اخلاقی حالت نہایت پست تھی۔ شراب، زنا، جوا اور دوسری تمام برائیاں اس معاشرے کا حصہ تھیں۔ اور برائی کا دور اس عروج پر تھا کہ جس کے بعد یا تو برائی ختم ہو جاتی ہے یا پھر قومیں زوال کا شکار ہو کر مٹ جاتی ہیں۔

حضرت علی ہجویریؒ کی لاہور آمد کے متعلق روایات:

بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی ہجویری محمود غزنوی کے لشکر کے ہمراہ لاہور تشریف لائے لیکن جدید تحقیق سے یہ روایت کسی حد تک غلط ثابت ہو چکی ہے۔ ایک دوسری روایت جو کہ زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت داتا گنج بخش اپنے پیر و مرشد ابوالفضل ختلی کے حکم سے لاہور تشریف لائے تھے۔ داتا گنج بخش تو اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں خوش تھے۔ ان کے قدموں میں راضی تھے لیکن پیر روشن ضمیر کو معلوم ہو گیا کہ اب مرید تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ عوام الناس کو اس کی ذات سے فیوض و برکات حاصل ہوں۔ اس لیے ان کے مرشدِ کامل نے ایک دن علی ہجویری سے فرمایا کہ ''تم لاہور چلے جاؤ۔'' وہاں تمھاری بڑی ضرورت ہے اور وہاں کے لوگ اس چشمۂ ہدایت سے سیراب ہونا چاہتے ہیں جو تمھاری ہدایات، نصائح، خلق اور علم و فضل سے اس سر زمین میں جاری ہونے والا ہے۔

ع جو ہو پردوں میں پنہاں چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے

علی ہجویری مرشد کے قدموں میں خوش تھے مگر ان کے حکم سے بھی روگردانی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر انھوں نے عرض کی کہ وہاں تو میرے پیر بھائی آپ کے مریدِ کامل حضرت حسین زنجانی موجود ہیں اور وہ قطب الاقطاب ہیں۔ ان کی موجودگی میں میری کیا

Marfat.com

ضرورت ہے اور میرے جانے سے وہاں کے لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا۔ آپ کے مرشدِ کامل حضرت ابوالفضل نے فرمایا کہ:

''تم کو چون و چرا، این اور آن اور بحث و مباحثہ سے کیا مطلب۔ بلا توقف جاؤ!''

مرشد کے حکم سے حضرت داتا گنج بخش سرکار غزنی سے لاہور تک کا دشوار گزار سفر طے کر کے یہاں تشریف لائے لیکن ان دشواریوں میں بھی ان کو راحت مل رہی تھی چوں کہ مرشد کے حکم کی طرف دھیان تھا۔ ماحول الگ، زبان الگ، ملک و معاشرت الگ، آب و ہوا الگ۔ ایسے دور دراز کے خارزار راستے پر حضرت علی ہجویری پاپیادہ بغیر کسی ساز و سامان کے روانہ ہوئے تھے۔ نہ کوئی شناسا نہ محرمِ راز تھا اور وہاں پہنچے جہاں ایک بھی اپنا نہیں حتیٰ کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کس کی کشش کھینچے جاتی ہے اور کس کام اور مقصد کے لیے۔

پیر و مرشد ایسا ہی ہونا چاہیے جو ایک نظر میں مرید کو کامل بنا دے اور اسے چون و چرا کی مہلت ہی نہ دے اور مرید بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جو بغیر پس و پیش کے مرشد کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھے۔ یہ سب اس ذات کے عشق کے کرشمے ہیں جو سلطان و گدا سب پر اپنی نوازشات اور نظرِ کرم رکھتی ہے، جو شاہوں کو گدا اور فقیروں کو سلطان بنانے پر قادر ہے۔ یہ عشقِ الٰہی کے کرشمے ہی تو ہیں کہ مرشد اک نگاہ میں مرید کے ظاہر و باطن کو دیکھ لیتا ہے۔ اور مرید مرشد کے حکم سے سر نہیں پھیرتا۔ اسی طرح علی ہجویری بھی اپنے مرشدِ کل کے حکم اور اپنے عشق کی چمک لیے ہوئے لاہور تشریف لائے۔ آئے تو مرشد کے حکم سے تھے مگر اپنے کمالات اور نگاہِ عشق کی تپش سے لاہو کی تمام برائیوں کو پگھلا کر اچھائیوں میں بدل دیا۔

جب آپ لاہور پہنچے تو بعض روایات میں ہے کہ رات کافی ہو چکی تھی۔ شہر کا دروازہ بند تھا اس لیے آپ نے شہر سے باہر ہی قیام فرمایا۔ اگلی صبح آپ نے دیکھا کہ لوگ حضرت شیخ حسین زنجانی کا جنازہ اٹھائے ہوئے شہر سے باہر نکلے اس شب یعنی جب داتا گنج بخش نے

Marfat.com

رات شہر کے دروازے پر گزاری شہر کے اندر حسین زنجانی واصل بحق ہو گئے۔علی ہجویری نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور گنج گراں مایہ کی طرح سپردِ خاک کیا۔

ع ابھی آ کے ہم نہ بیٹھے کہ وہ اٹھ گئے جہاں سے

بعض محققین اس واقعہ کو غلط قرار دیتے ہیں کہ اگر ایسا کچھ پیش آتا تو داتا گنج بخش کشف المحجوب میں اس کا ذکر فرماتے۔محققین کہتے ہیں کہ کسی نے فوائد الفواد میں یہ واقعہ خود گھڑ کر شامل کر دیا ہے مگر پھر بھی یہی اکثر کتب میں ملتا ہے۔

بہر حال داتا گنج بخش سرکار کی آمد کی وجہ یہ نہ بھی ہوتی تو بھی یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے کہ ارباب،صدق وصفا ہمیشہ دیار و وطن کی قید سے آزاد رہے ہیں۔خدا کی ساری خدائی ان کا گھرانہ رہی ہے۔کیوں کہ ان کے علم و فضل اور پیغامِ حق کی جنس تو متاعِ عالمگیر ہے جس کے لیے ساری دنیا روزِ بازار کا حکم رکھتی ہے اور داتا گنج بخش بھی رشد و ہدایت کا درس دینے اور مخلوقِ خدا کو بت پرستی کے اندھیروں سے نکال کر محبِ خدا بنانے کے لیے لاہور تشریف لائے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش نے لاہور تشریف لاتے ہی فریضۂ تبلیغ سرانجام دینا شروع کر دیا۔آپ کے در پر جو بھی آتا اسے اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے اور اس طرح لوگ آپ کی ذاتِ اقدس سے فیض یاب ہونے لگے۔ویسے بھی گلاب کی خوشبو کبھی چھپی نہیں رہتی۔اس کے طلب گار ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔یہاں اجنبی دیس اور اجنبی لوگوں میں آ کر بھی حضرت علی ہجویری کو اجنبیت محسوس نہ ہوئی کیوں کہ مردِ خدا کے پاس اجنبیوں کو شناسا اور غیروں کو اپنا بنانے کا گر ہمیشہ ہوتا ہے اور ویسے بھی حضرت علی ہجویری اس شمع کی مانند تھے جو جہاں بھی جلے، پروانے اس کی محفل کو بارونق بنانے خود ہی کھنچے چلے آتے ہیں۔داتا گنج بخش سرکار نے اس نگری میں جہاں بت پرستی اور برائیاں عام

Marfat.com

تھیں، اپنی رحمت کے دریا بہا دیے۔ لاہور کے وہ تشنہ لب فقیر جن کے سینوں میں نوری کرن دبی ہوئی تھی وہ اس چشمۂ تصوف سے فیض یاب ہونے کے لیے کھنچے چلے آتے اور اپنی آتشِ شوق کی تسکین کرتے یہ آتش اور بھڑکتی۔ حضرت داتا گنج بخش ان کی آتشِ عشق و مستی کو اور جلا بخشتے۔ لوگ جوق در جوق آتے اور آپ کی دعائیں لے جاتے۔ جس کی قسمت کا ستارہ جاگتا وہ کلمۂ حق پڑھتے ہوئے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ آپ جس طرف بھی نگاہ مبارک پھیرتے دلوں کو مسخر کر لیتے۔ لوگ داتا گنج بخش کے در پر روتے ہوئے خالی ہاتھ آتے اور مرادیں پا کر جھولیاں بھر کر ہنستے ہوئے جاتے۔ آپ کی آمد سے قبل آپ کے پیر بھائی حسین زنجانی بھی تبلیغِ اسلام اور خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور اس فرض کی ادائی میں ہی جہانِ فانی سے کوچ کر گئے اور داتا گنج بخش نے ان کی روشن کی ہوئی شمع کو روشن رکھا اور اس کے نور سے کئی اندھیری راہوں کے مسافروں کو اجالوں کا پتا ملا۔ آپ ۳۴ سال لاہور میں تشریف فرما رہے اور اس دوران دن رات خدمتِ خلق کا فریضہ جانفشانی سے سرانجام دیتے رہے۔ جو دیوانہ ایک بار آپ کی زیارت کر جاتا ایک بار نظرِ کرم سے فیض یاب ہو جاتا وہ پھر بار بار شمع کے گرد پروانوں کی طرح آپ کی کٹیا کے چکر لگاتا۔ اور صحبت کے لیے تڑپتا کیوں کہ یہ جام ہی ایسا ہے کہ پیاس بجھاتا بھی ہے اور بڑھاتا بھی ہے۔ اس جام کو ایک بار پینے والا بار بار مانگتا ہے۔ بقول خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی:

"علما اپنی زبان سے تبلیغ کرتے ہیں اور صوفیا اپنے عمل سے۔ یہ لوگ لمبی لمبی تقریریں نہیں کرتے نہ ہی مجالسِ وعظ گرم کرتے ہیں۔ یہ صرف اخلاقِ نبویؐ کا نمونہ بن کر لوگوں کے سامنے آتے ہیں اور لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی زبان معجز بیان سے نکلے ہوئے کلمات دکھی دلوں کے لیے مرہم ثابت ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کو بھی گلے لگاتے ہیں اور اپنے معاندین کو بھی معاف فرما دیتے ہیں۔"

Marfat.com

انھیں لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

داتا علی ہجویری کے پاس آنے والے لوگوں کو آپ کی ذات اقدس سے روحانی فیوض و برکات حاصل ہوتے تھے۔ آپ کی دعاؤں سے کئی مریضوں کو شفا مل گئی۔ لوگوں کی مالی تنگی و عسرت خوشحالی میں بدل گئی۔ آپ کی دعاؤں سے ہزاروں لوگوں کی دلی مرادیں پوری ہوئی۔ آپ کی بارگاہ میں آنے سے غم زدہ لوگوں کے غم کا مدوا ہوتا تھا۔ پریشان حال آتے تھے اور سکون کی دولت لے کر جاتے تھے۔ غرضیکہ جو بھی آتا اللہ تعالیٰ آپ کی عزت افزائی کے لیے آپ کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ کر اس کی مراد پوری فرما دیتا۔ اس طرح جب لوگوں کو اپنی نجی زندگی میں سکوں اور راحت ملنے لگی معاشرتی بگاڑ میں بہتری آنے لگی اور لوگوں کی تڑپتی روحوں کو چین ملنے لگا تو لوگ آپ کے کشف و کرامات سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔

یہ داتا علی ہجویری کی نگاہِ کرم ہی تھی کہ اہلِ لاہور کی تقدیریں بدلنے لگیں۔ ان کو حضرت علی ہجویری نے جینے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ داتا صاحب نے یوں اپنے کرم کے بادل رضائے الٰہی اور محبتِ رسولؐ میں مخلوقِ خدا اور امتِ محمدیہ کی بہتری کے لیے برسائے کہ ہر طرف امن، خوش حالی اور محبت کا دور دورہ ہو گیا۔

داتا گنج بخش سرکار نے لاہور کو لاہور نہیں رہنے دیا بل کہ سخیوں اور گدا نوازوں کی نگری بنا دیا اور پھر آپ کی نظرِ کرم کا اتنا چرچا ہوا کہ لاہور عرفِ عام میں داتا کی نگری کے نام سے مشہور ہو گیا اور داتا نے لاہور اور اہلِ لاہور کو نئی شان عطا کر دی۔

سوانح عمری حضرت علی ہجویری میں لکھا ہے کہ آپ کے قدم مبارکہ سے اہلِ پنجاب اور خصوصاً بالخصوص اہلِ لاہور کو بہت سے فیوض اور روحانی برکات نصیب ہوئیں۔ سینکڑوں ہزاروں لوگ آپ کے کلامِ پرتاثیر اور اخلاقِ حسنہ سے مستفید ہوئے۔

Marfat.com

آپ کی زندگی اور آپ کے اچھے کاموں اور نرم وشیریں کلام نے وہ کام کیا جو تیر تفنگ، تیغ و سپر سے بھی ممکن نہ تھا۔ کیوں کہ اولیا اللہ تو عشق ومحبت اور امن و بھائی چارے کی تعلیم دیتے ہیں جسے نافذ کرنے کے لیے فاتحین کی طرح بندوق کی ضرورت نہیں کیوں کہ انسانی دلوں کے قلعے محبت سے فتح ہوتے ہیں جبر سے نہیں۔ محبت کے میٹھے بول جو کسی ولی اللہ کی شیریں بیانی سے پر ہوں وہ سامنے والے کے دل پر دل ربا اثر کرتے ہیں۔ داتا علی ہجویری نے بھی محبت اور عشق کے درس کے ذریعے روحوں کو نکھارا۔ اپنی نظرِ کرم سے دلوں کا زنگ اتارا اور مردہ دلوں کو نئی زندگی بخشی۔ اور اس معاشرے کی برائیوں کو بہت نرمی سے آہستہ آہستہ محبت والفت سے ختم کر دیا۔ اسی الفت ومحبت کے اثرات تھے کہ لاہور اور پنجاب کے دیگر علاقوں کے لوگ جوق در جوق حلق بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اور اس مظہر نورِ خدا کاملوں کے رہنما، گنج بخش کی توجہ سے تاریکی سے روشنی اور جہالت سے شائستگی، کفر سے اسلام کی طرف کھنچے چلے آئے۔

اس خطے پر اور اہلِ پنجاب پر یہ بھی خدا تعالیٰ کا کرم اور احسان تھا کہ حضرت علی ہجویری جیسے مردِ کامل کو اس خطے پر مامور فرمایا۔ جہاں نہ صرف آپ کی حیاتِ مبارکہ میں لوگ اسلام کی دولت اور کلمۂ حق سے مالا مال ہوئے بل کہ آپ کے وصال کے بعد بھی اس مرجعِ خلائق مزار پر ولی، غوث، قطبِ ابدال، قلندر حاضر ہوتے اور اپنی روحانی منازل کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے بھی یہیں چلہ کاٹا اور یہ مشہور زمانہ شعر آپ کی خدمت میں نذرانے کے طور پر پیش کیا۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا　　　ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

بعض روایات میں ہے کہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے اس شعر کی وجہ سے آپ گنج بخش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کچھ روایات اور تحقیقات سے یہ بھی شواہد ملتے ہیں کہ گنج بخش کا لقب آپ کے فیوض و برکات اور عوام پر ہونے والے آپ کی رحمتوں کی وجہ سے

Marfat.com

مشہور ہو گیا تھا۔ تاہم اس پر مزید تحقیق نہیں ہوئی حال آں کہ اس پر تحقیق کی اشد ضرورت ہے۔ حضرت علی ہجویری کی تبلیغ کے بارے میں مفتی غلام سرور لاہوری نے ''حدیقۃ الاولیا'' میں لکھا ہے کہ حضرت داتا علی ہجویری نے لاہور آ کر ہنگامہ فضیلت و مشیخت گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کو درس دیتے اور رات کو طالبانِ حق کو تلقین کرتے [کیوں کہ آپ صرف غلبہ آنے پر ہی سوتے تھے۔ آپ کے مرشدِ کامل ابوالفضل ختلی نے اپنے تمام مریدوں کو کم سونے اور کم بولنے کی تاکید ہمیشہ کی]۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعے عالم بنے، ہزاروں گمراہ رو بہ راہ ہوئے، ہزاروں دیوانے عقل و ہوش، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں فاسق نیکوکار بن گئے۔ تمام زمانے نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور آپ کے وجودِ بابرکات کے سبب مرجعِ علما و فضلا بن چکا تھا۔

داتا گنج بخش کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ان کی کرم نوازیوں کا چرچا پنجاب کے دور دراز مقامات بل کہ پنجاب سے باہر برصغیر کے اکثر حصوں میں ہو چکا تھا اور آپ کے عمل اور تقوٰی نے سب کو گرویدہ کر رکھا تھا کیوں کہ عمل ہی سے زندگی جنت و جہنم بنتی ہے۔ مردِ کامل اور مرشدِ کامل وہی ہے جو پہلے خود عمل کرے اور پھر مرید کو اس کی نصیحت فرمائے۔ اگر باعمل مرشد نصیحت فرمائے گا تو اس کا اثر بے عمل مرشد سے زیادہ ہوگا۔ اگر فقیر خود گیر اور خود نگر ہوگا تو وہ اپنے اعمال اور احساسِ خودی کو مضبوط رکھے گا اور اپنے مریدوں کو بھی اعمال کی درستی کا حکم دے گا۔ داتا گنج بخش نے بھی اپنے عمال کو مضبوط کیا۔ اپنی خودی کی حفاظت کی۔ اسی لیے تو سلطان و شہنشاہ بھی فقیروں کے در پر سر رگڑتے ہیں۔ داتا علی ہجویری نے بھی توکل و استغنا کے ذریعے اور اپنا سر بارگاہِ خداوندی میں جھکا کر بڑے بڑے امرا، وزرا اور سلاطین کے تاج اپنے در پر جھکا لیے اور وہ آپ کی چوکھٹ پر سر رگڑتے ہیں اور آج بھی خواص و عام آپ کے در پر آتے ہیں اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ اس مردِ کامل کی خودی اور عمل نے اسے ظاہری وفات کے باوجود زندہ رکھا ہوا ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے

Marfat.com

شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا کہ:

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

کرامت اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ہے۔ حضرت علی ہجویری اولیاے کاملین میں ہیں۔ اس لیے آپ سے کرامات کا اظہار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو عام انسانیت سے افضل ثابت کرنے کے لیے معجزے عطا کیے اور اولیا کو کرامات سے نوازا۔ بے شمار کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں۔ مگر وہ صفحۂ قرطاس پر نہ آسکیں۔ کیوں کہ اس دور میں تاریخ محفوظ کرنے کا کوئی مشینی ذریعہ نہ تھا۔ بہر حال آپ کی کرامات جو اہلِ لاہور کے لیے کسی بہت خاص تحفے کی طرح ہیں ان میں سے چند محفوظ کر لی گئیں۔ جن کا ذکر اکثر کتب اور تاریخی صفحات میں ملتا ہے۔

تعمیرِ مسجد:

حضرت علی ہجویری نے لاہور تشریف آوری کے بعد سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر کا انجام دیا بالکل اسی طرح جس طرح حضرت محمد ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے مسجدِ نبوی تعمیر کروائی اسی طرح علی ہجویریؒ نے بھی لاہور آمد کے بعد سب سے پہلے مسجد تعمیر کروائی۔ لاہور میں داتا گنج بخش سرکار کی آمد سے پہلے بھی مساجد ہوں گی کیوں کہ مسلمانوں کی آمد یہاں بہت پہلے ہی سے تھی لیکن وہ تمام مساجد سرکاری خرچ پر تھیں۔ داتا گنج بخش سرکار نے اپنے ذاتی خرچ سے اور خود مزدوروں کے ساتھ مزدوری کر کے مسجد تعمیر کی۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور خود سامانِ تعمیر اپنے سر پر اٹھایا۔ مسجد ایک بڑے کمرے پر مشتمل تھی جس پر لکڑی کی چھت ڈالی گئی۔

لاہور شہر کی یہ پہلی مسجد تھی جو ایک ولی اللہ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر داراشکوہ کی کتاب ''سفینۃ الاولیا'' کے مطابق ۴۱۳ھ (؟) میں ہوئی۔ آپ کی تعمیر کردہ مسجد

Marfat.com

صدیوں قائم رہی اور اذان اور نمازیوں سے آباد رہی۔ اورنگزیب عالمگیر کے عہدِ حکومت میں جب دریائے راوی میں زبردست سیلاب آیا تو شہر میں نشیبی علاقہ کی دیگر عمارتوں کی طرح مسجد کو بھی سخت نقصان پہنچا۔ بعد ازاں چودھری غلام رسول نے اس مسجد کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ مورخین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ اس مسجد کی تعمیرِ نو میں گلزار شاہ نامی ایک شخص نے بھی حصہ لیا۔ اس مسجد کی تاریخِ تعمیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے وسیع مسجد تھی جس کی بنیاد رکھنے کا شرف حضرت داتا گنج بخش کو نصیب ہوا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اولیا و مشائخ کے تذکروں میں اس مسجد کو کعبۂ پنجاب و ہند کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ مسجد جس کی تعمیر حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش سرکار کے ہاتھوں ہوئی جہاں آپ امامت کروایا کرتے تھے، وہ کتنی باعزت اور مقدس مسجد تھی۔

محراب سے کعبہ کا نظارہ:

اللہ تعالیٰ کے بیش تر اولیا جہاں کہیں بھی گئے وہاں سب سے پہلے انھوں نے اللہ کا گھر یعنی مسجد بنائی کیوں کہ مسجد اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے۔ اسی طرح حضرت داتا علی ہجویری نے بھی لاہور آ کر مسجد تعمیر کروائی تا کہ جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں انھیں اللہ کی عبادات کے طریقے سکھائے جائیں اور انھیں نماز کی عملی تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ مسجد کی تعمیر کے وقت اس کے محراب تھوڑا جنوب کی طرف تھا۔ ادھر اُدھر کے لوگوں نے دیکھا کہ مسجد بن گئی ہے لیکن اس کے محراب کا رخ کعبۃ اللہ کی سمت یعنی قبلہ کی طرف بالکل سیدھا نہیں ہے کیوں کہ اس زمانے میں قطب نما نہیں تھا جس سے سیدھی سمت کا اندازہ خود بخود ہوسکتا اس لیے اس دور کے علما نے اعتراض کیا کہ قبلہ سیدھا نہیں ہے بل کہ تھوڑا سا ٹیڑھا ہے۔ آپ نے لوگوں کا یہ اعتراض سن لیا۔ جب مسجد مکمل ہوئی تو آپ نے لوگوں کو مدعو کیا کہ آؤ آج سارے نماز اس مسجد میں ادا کریں۔ جب نماز کا وقت ہوا، اذان ہوئی، اس کے بعد نماز کے لیے جماعت کھڑی ہوئی۔ داتا ہجویری نے خود امامت فرمائی۔ جب لوگ نماز

Marfat.com

سے فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا خیال ہے کہ مسجد قبلہ رخ نہیں ہے۔ آؤ دیکھو کہ قبلہ کس طرف ہے۔ جب تمام لوگوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو بیت اللہ شریف سامنے نظر آرہا تھا [سبحان اللہ] کیوں کہ اللہ رب العزت نے اپنے ولی کو مکرم رکھنے کے لیے مسجد سے لے کر کعبہ تک تمام حجابات کو درمیان سے اٹھا دیا۔ رحمت خداوندی جوش میں آکر اپنے عاشق پر برسی اور تمام ناقدین نے دیکھا کہ جس محراب سے کعبہ خود جھانک رہا ہے وہ ٹیڑھی کیسے ہو سکتی ہے۔ سب لوگ داتا علی ہجویری کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ واقعی یہ خدا تعالیٰ کے عظیم اور باکمال ولی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود اعتراض کو کس شان سے دور فرما دیا۔ تمام اعتراض کرنے والے بے حد نادم ہوئے کہ خدا تعالیٰ خود سامنے آگئے کہ دیکھو مجھے اور ایمان لاؤ۔ میرا ولی، میرا عاشق، میرے نام کی مالا جپنے والا ٹیڑھی مسجد نہیں بنا سکتا۔ سب لوگ شرمندہ ہوئے اور کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ان کی شرمندگی پر شفقت سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہر چیز پر قادر ہے۔ آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہوئی۔ (سفینۃ الاولیا)

اس کے بعد تو اہلِ لاہور پر حضرت داتا علی ہجویری کی کرامت کی دستگیریوں اور عنایات کی بارش کھل کر برسی اور داتا کی نگری فیوض و برکات و کرامات سے مرقعِ نور بن گئی۔ آپ کی روحانی کرامت دیکھ کر لوگ ایمان لانے لگے اور پروانوں کی طرح اس نورانی شمع کے گرد رقص کرنے لگے۔ عقل سے ماورا بات لوگوں کے دلوں میں سلجھنے لگی تھی اور عقل کے دراوزے بند اور عشق کے دروازے کھلنے لگے تھے۔ شاعر نے شاید اسی کیفیت کے لیے کہا ہے کہ:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

Marfat.com

شیخ ہندی:

تاریخ لاہور اور دیگر کتب میں جو لاہور کے حالات یا سوانح داتا علی ہجویری کے متعلق ہیں لکھا ہے کہ حضرت علی ہجویری کے دم قدم سے اہلِ پنجاب اور خصوصاً اہلِ لاہور کو بہت سے روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔ سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو آپ نے اخلاقِ حسنہ اور کلامِ پر تاثیر نے اپنا گرویدہ بنا لیا اور لوگوں کو اسلام کی لازوال نعمت میسر آئی۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے دستِ مبارک پر ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن یہ سعادت سب سے پہلے رائے راجو کے حصے میں آئی۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہ تھا بلکہ سلطان، والی کامل غزنی کی طرف سے ولایت پنجاب کا نائب حاکم تھا۔ تحقیقات چشتی کی اصل عبارت درج ذیل ہے:

> ''رائے راجو حاکم پنجاب کا نائب تھا، وہ حضرت کا مرید ہو کر مسلمان ہو گیا۔''

چوں کہ یہ پہلا ہندو بلکہ پہلا ہندوستانی تھا جو حضرت داتا صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اس لیے حضرت نے اپنی دلی خواہش سے بطور یادگار اس کا نام ''شیخ ہندی'' رکھا۔ اسے عبداللہ اسلامی نام بھی عطا فرمایا لیکن وہ داتا علی ہجویری کے پیار سے بولے گئے شیخ ہندی کے نام سے ہی معروف ہوئے۔ داتا گنج بخش کے دربار کے موجودہ مجاور اور خدام جن کا تعلق آپ کے مزارِ مبارک کی آمدنی سے ہے اسی شیخ ہندی کی اولاد سے ہیں۔ اپنے غلام پہ آقا کی نوازش تو تھی ہی اس کی آل اولاد پر بھی کرم کے بادل آج تک برس رہے ہیں۔

Marfat.com

درسگاہ:

داتا گنج بخش سرکار کی لاہوریوں پر یہ بھی عنایت تھی کہ انھوں نے صرف زبانی وعظ و نصیحت سے کام نہیں لیا بل کہ مسجد کو فارغ اوقات میں درس کے لیے بھی استعمال کیا۔ آپ نے اسی مسجد میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا شروع کی۔ یہاں سرکار گنج بخش تعلیم بھی دیتے اور بچوں اور لوگوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات بھی سکھاتے۔ اس طرح آپ نے شروع شروع میں بے پناہ لوگوں کو اپنی تعلیمات سے مستفید کیا۔ اس مسجد کے ساتھ آپ نے اپنی آرام گاہ کے طور پر ایک حجرہ بھی تعمیر کرالیا تھا۔ مسجد تو اب ختم ہوگئی مگر وہاں کالے رنگ کے نشان سے مسجد کی جگہ کی نشان دہی کردی گئی ہے۔ داتا گنج بخش سرکار نے اپنی تعمیر کی گئی مسجد میں لوگوں کو پڑھانا شروع کیا۔ اس بارے میں مورخ آج تک تحقیق کر رہے ہیں۔ ''کشف الاسرار'' میں بقلم خود فرمایا کہ:

''جب میں ہندوستان پہنچا اور نواح لاہور کو جنت نظیر پایا تو یہیں بیٹھ گیا اور لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح سے حکومت کی بو دماغ میں پیدا ہو رہی ہے تو میں نے لوگوں کو درس دینا چھوڑ دیا۔''

آپ کے معلّمی چھوڑنے کی ایک یہ بھی روایت کتابوں کے حوالے سے سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے کہ دو طالب علم تھے، آپ نے خفا ہوکر ان کو نگاہِ گرم سے دیکھا تو وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے معلّمی چھوڑ دی بہر حال آپ اس فریضہ سے جلد سبکدوش ہو گئے۔

مختلف روایات میں ہے کہ داتا گنج بخش سرکار لاہور دو مرتبہ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ ۴۳۱ھ میں آئے اور یہاں ۲۱ سال سے کچھ زائد عرصہ گزارنے کے بعد واپس اپنے مرشد کے پاس گاؤں بیت الجن جو شام میں دمشق کے قریب واقع تھا، گئے اور آپ کی

Marfat.com

موجودگی میں آپ کے مرشد کا انتقال ۴۵۳ھ میں ہوا۔

بعض روایات میں آپ نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہوا، ان کا سر میری گود میں تھا۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد آپ دوبارہ لاہور تشریف لائے اور علم وعرفان کے دریا بہانے میں مصروف ہو گئے۔ مگر بعض اہلِ تحقیق نے اس واقعے کو محض قیاس آرائی قرار دیا ہے۔

ہندوؤں کا قبولِ اسلام:

اہلِ لاہور پر داتا گنج بخش کی دوسری عنایات اور کرم نوازیوں میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کے دستِ مبارک پر بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی روحانی تعلیمات کی وجہ سے اندر کی پلیدی پاکی میں بدل گئی۔ دلوں سے نفرت کی جگہ محبت کی پھواریں نکلنے لگیں۔ سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش میں لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری ایک مرتبہ شہر میں اس طرف گئے جہاں راستے میں ہندوؤں کے مندر واقع تھے۔ آج کل یہ علاقہ رنگ محل کے قریب پانی والا تالاب کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں اس دور میں راوی مندر تھا جہاں کئی ہندو پوجا میں مصروف رہتے تھے۔ داتا گنج بخش اس مندر کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک ہندو ایک بت کے سامنے کھڑا ہے اور ہاتھ میں گندم کی روٹی کی بنی ہوئی چوری ہے۔ آپ نے بت کو مخاطب کر کے کہا کہ چوری کھاؤ تو اس بت نے وہ چُوری کھا لی۔ (سبحان اللہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی کی روحانی طاقت کے ذریعے بتوں کو بھی کھانے پر مجبور کر دیا۔ ہندو پروہت بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ ان سے تو ایسی کرامات سرزد ہوتی نہیں ہیں اور اس میں ان کی توہین ہے تو اس نے اس ہندو کو ڈانٹا۔ کچھ دنوں بعد وہی ہندو داتا گنج بخش کے در پر تشریف لایا اور کہا کہ سرکار میری بات کا کوئی بھی یقین نہیں کرتا اور میرا مذاق اڑاتے ہیں کہ بھگوان کیسے چُوری کھا سکتا ہے؟

Marfat.com

داتا گنج بخش سرکار نے اسے کہا کہ تمام احباب اور رشتہ داروں کو اکٹھا کرلو اور ان لوگوں کو بھی جو اس کرامت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو داتا گنج بخش سرکار نے بت کو حکم دیا کہ چُوری کھاؤ تو وہ بت چُوری کھانے لگا۔ ہندو لوگ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران ہوئے تو ولیِ کامل نے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

(بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

اور آپ نے اس ہندو مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی طاقت اور کرامت تمھارے سامنے ہے۔ تم لوگ اِسے دیکھ چکے ہو۔ لہٰذا توبہ کر کے دینِ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ کے سچے دین میں آجاؤ تو آپ کی اس توجہ سے بے شمار ہندو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

یہ واقعہ پہلے تو سینہ بہ سینہ چلا آرہا تھا، اب کچھ عرصہ سے کتابوں میں منتقل ہو گیا ہے۔ بعض مورخین اس واقعے کو معین الدین چشتی اجمیریؒ سے بھی منسوب کرتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش جب لاہور آئے تو اس وقت مسلمانوں کی حالت یہاں کم زور تھی۔ کیوں کی ہندو اکثریت میں تھے اور وہ مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رہے تھے۔ لیکن داتا گنج بخش سرکار کی نظرِ کرم سے مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوا۔

داتا گنج بخش کے لاہور میں قیام کے زمانے میں بھاٹی کے علاقے میں بیش تر آبادی ہندوؤں کی تھی جو بھٹی کہلاتے تھے اور بھاٹی کی وجہِ تسمیہ بھی تھی۔ مسلمان عقیدت مند جو داتا صاحب کی زیارت اور رشد وہدایات کے لیے آتے تھے۔ ان کا اکثر گزر بھاٹی سے ہی ہوتا تھا چوں کہ داتا علی ہجویری کا مسکن تھا اس لئے بھاٹی کا نام بدل کر آپ کے نام پر ہجویری محلّہ رکھ دیا گیا۔

بھٹی کہلانے والے ہندوؤں کو یہ بات ناگوار گزری۔ انھوں نے جے سنگھ کی

Marfat.com

قیادت میں ایک وفد حضرت سید علی ہجویری کے پاس بھیجا۔ جس نے انھیں اپنے جذبات سے آگاہ کیا۔ آپ نے ہندوؤں کی شکایت کو ٹھنڈے دل سے سنا اور فیصلہ صادر فرمایا کہ بھاٹی کا نام ہجویری محلّہ نہیں بل کہ بھاٹی ہی رہے گا۔ ظاہری نمود ونمائش اور خودستائش کو جب آپ نے ٹھوکر مار دی اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ظاہری زیب وزینت گوارا نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ دنیاوی زیب وزینت کو پسند کرتے ہیں بل کہ ہمیشہ اپنے باطن کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ آپ کے فیصلے سے ہندو بھٹی اور ان کے وفد کا لیڈر رجے سنگھ اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے آپ کے دستِ شفقت پر اسلام قبول کرلیا۔ اور اس دن سے سب بھٹی مسلمان کہلانے لگے اور یہ وہی بھٹی مسلمان ہیں جو جذبہ اسلام سے آج تک سرشار ہیں۔ اس واقعہ کی تحقیق دوسرے مورخین نے بھی کی ہے۔ جن میں مسعودالحسن بھی شامل ہیں۔ ان کی کتاب ''حضرت داتا گنج بخش، اے سپر چوئل بائیوگرافی'' میں یہ واقعہ درج ہے۔

شہزادہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ:

> ''داتا گنج بخش سرکار کے خوارق وکرامات بے شمار ہیں۔ بارہا آپ نے تجرید وتوکل پر سفر کیا اور یہ بھی درج ہے کہ اس اطراف کے تمام باشندے آپ کے مرید اور معتقد ہیں۔''

خود داراشکوہ بھی ان سے خاص انسیت رکھتا تھا۔ اس نے لاہور میں کافی عرصہ قیام کیا کیوں کہ لاہور اس کی جاگیر میں تھا۔ تب اس نے داتا صاحب کے دربار میں حاضری دی تھی۔

دودھ میں برکت کا واقعہ:

جیسا کہ پہلے بھی میں نے شیخ ہندی کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کیا، اسی سے متعلق واقعہ ہے کہ داتا گنج بخش علی ہجویری ایک روز اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے اور یاد الٰہی میں مشغول تھے کہ ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزری جس کے سر پر دودھ کا مٹکا

Marfat.com

رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو اور دودھ ہمیں دے جاؤ۔

اس عورت نے جواب دیا کہ ''یہ دودھ میں آپ کو نہیں دے سکتی۔ کیوں کہ یہ دودھ ہم ایک جوگی رائے راجو کو دیتے ہیں۔ اگر نہ دیں تو وہ اپنا جادو ہماری بھینسوں پر چلا دیتا ہے اور ان کے تھنوں سے خون نکلنے لگتا ہے۔'' آپ نے اس کی بات سن کر کہا کہ یہ دودھ مجھے دے جاؤ، اللہ کے فضل و کرم سے تمھاری بھینسو کے تھنوں سے خون نہیں نکلے گا اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ دودھ دیں گی۔ انشا اللہ۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی آفت سے بھی محروم رہیں گی یعنی تمھیں اور تمھارے جانوروں کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا۔''

داتا صاحب کی باتوں سے متاثر ہو کر وہ عورت رضا مند ہوگئی اور وہ دودھ آپ کو دے دیا۔ شام کو جب اس نے دودھ دوہا تو اس کے جانوروں نے پہلے کی نسبت زیادہ دودھ دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے دودھ میں برکت ڈال دی۔

یہ خبر بہت جلد پورے لاہور میں پھیل گئی۔ آخر کار یہ بات لاہور کے گرد و نواح اور دیہاتوں میں بھی جا پہنچی کہ لاہور کے باہر ایک فقیر ہے اگر اسے دودھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ دودھ میں برکت ڈال دیتا ہے اور دودھ پہلے کی نسبت زیادہ ہو جاتا ہے۔ چناں چہ لوگ برکت کی خاطر دودھ آپ کے پاس لے آئے۔ آپ ضرورت کے مطابق لے لیتے اور بقیہ دودھ انھیں لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور جب وہ لوگ واپس جا کر شام کو دودھ دوہتے تو داتا گنج بخش سرکار کی نظر کرم کی وجہ سے ان کے جانور پہلے کی نسبت زیادہ دودھ دیتے۔ اس کرامت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ رائے راجو کو دودھ دیتے تھے وہ اسے دودھ دینا چھوڑ گئے۔ اور اس کے خلاف ہو گئے۔ وہ اپنے جادو کے زور سے دودھ کا نذرانہ وصول کرتا تھا۔ جب رائے راجو کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اللہ کے فقیر کی دعا سے اس کا جادو اب بھینسوں کے تھنوں پر نہیں چلتا تو اس نے سوچا کہ فقیر کو یہاں سے بھگا دیا جائے اور جادو کے زور سے ان کا

Marfat.com

مقابلہ کیا جائے مگر رائے راجو کو کیا خبر تھی کہ اللہ کے فقیروں کی طاقت کیا ہوتی ہے۔ان کی روحانی قوتوں کا مقابلہ شیطانی قوتیں نہیں کرسکتیں۔ کیوں کہ ان کی روحانی طاقتوں میں خدا کی مرضی ہمیشہ شامل حال رہتی ہے۔ آخر کار وہ انتقامی جذبہ کے تحت ایک روز آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ’’ آپ نے ہمارا دودھ بند کر دیا ہے۔ اب ہمارے ساتھ مقابلہ کریں۔ دیکھتے ہیں کہ کون جیتتا ہے۔

اس کا خیال تھا کہ سادہ سا فقیر ہے۔ میں اسے اپنے علم جوگ سے شکست دے دوں گا اور شہر سے نکل جانے پر مجبور کروں گا لیکن سامنے تو گنج بخش کی ذات مبارکہ تھی جس کے سامنے یہ شیطانی طاقت ہیچ تھی۔ آخر رائے راجو نے زبان میں کچھ پڑھا اور آہستہ آہستہ ہوا میں بلند ہونے لگا۔ حضرت سید علی ہجویری نے جب یہ دیکھا تو دل میں اپنے محبوب سے دعا کی کہ

’’یاالٰہی !اب میری عزت کا مسئلہ تیرے ہاتھ میں ہے۔‘‘

اس دعا کے بعد آپ نے اپنی جوتیوں کی طرف دیکھا۔ وہ بے جان جوتیاں ہوا میں بلند ہوکر اس جوگی کے سر پر پڑنے لگیں۔ آخر تھوڑی دیر بعد وہ زمین پر آ گیا۔ اس کے جادو نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ حق کے سامنے باطل جھک گیا۔ مگر اس کی ہار ہی اس کی جیت بن گئی۔ اس کا ضمیر بیدار ہوگیا۔ اس کے دل میں جو بے شمار خداؤں کی پوجا کا نظریہ تھا، وہ ختم ہوگیا۔ اس نے پہچان لیا کہ علی ہجویری کا خدا ہی ہے جو اپنے ولی کی جوتیوں میں یہ شان رکھتا ہے کہ وہ ہوا میں اڑ سکیں۔ اس کی جادو کا ورد کرنے والی زبان خدا کی صداقت کے لیے بول اٹھی۔ آخر وہ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور اسلام قبول کرلیا۔ یہ سید علی ہجویری کی نگاہِ کیمیا کی کرامت تھی کہ اس کافر کی کایا پلٹ گئی اور رائے راجو ’’شیخ ہندی‘‘ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

حضرت علی ہجویری نے اس طرح لاہور کی نگری کو جادوگروں، کاہنوں اور سفلی علم

Marfat.com

والوں سے محفوظ کر دیا۔ رائے راجو ہی زیادہ مشہور جادوگر تھا۔ اس کے قبولِ اسلام کے بعد لوگوں کو امن نصیب ہو گیا اور یہ لاہور پر داتا گنج بخشؒ کا احسان اور انکی عنایت ہی تھی کہ انھوں نے اس نگری کو شیطانی طاقت والوں سے محفوظ کر دیا۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۴ھ میں جب لاہور پر حملہ کیا تو راجہ جے پال کا بیٹا راجہ اننگ پال صرف تھوڑے ہی مقابلے کے بعد دم دبا کر بھاگ نکلا اور لاہور شہر پر محمود غزنوی کا قبضہ ہو گیا۔ محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ جب محمود غزنوی نے ۴۱۴ھ میں لاہور پر قبضہ کر لیا تو اپنے محبوب ملازم ملک ایاز کو اس کے اصرار پر ایک محافظ دستہ فوج کے ساتھ لاہور میں چھوڑ دیا۔ یہاں یہ بیان بھی ضروری ہے کہ ملک ایاز کو بزرگانِ دین نے سلطان محمود غزنوی کی ذاتی حفاظت کے لیے مامور کیا ہوا تھا۔ روحانی عالم میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ ایک جری انسان غزنی سے اٹھے گا اور ہندوستان میں کفار کے بت پاش پاش کر کے مسلمانوں کی عظمت اور شجاعت کا سکہ ایسا جمائے گا کہ یہاں تھوڑے ہی عرصے میں وحدانیت اور توحید کا بول بالا ہو جائے گا۔ اس پس منظر میں اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ کچھ ایسے بھی جری اور بہادر لشکر میں شامل ہوتے ہیں جو صرف خدا اور رسولﷺ کی طرف راغب ہوتے تھے۔ ملک ایاز کا نام بھی ایسے ہی بزرگانِ دین میں شامل ہے۔ محمود غزنوی کو اس پیکرِ وفا کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا۔ جب محمود غزنوی نے اپنا کام مکمل کر لیا تو ملک ایاز نے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ مورخین کے مطابق محمود غزنوی نے پہلی بار کسی کام پر ایاز کے منہ سے انکار سنا تھا۔ اس لیے آقا نے غلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اسے لاہور میں ہی چھوڑ دیا۔

لاہور میں محمود غزنوی کافی زیادہ سونا، ہیرے، جواہرات ایاز کو دے کر خود اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ اسے کیا علم تھا کہ ایاز کا یہ انکار ایک نئے قدم کی شروعات ہے اور یہ نیا قدم

Marfat.com

راہِ حق کی جانب تھا۔ ایاز نے اب محبت فقیر اختیار کر لی تھی۔ سلطان محمود غزنوی کے بعد اس کا بیٹا مسعود غزنوی حکمران بنا مگر صرف چند سال کے بعد راجہ جے پال کے بیٹے انند پال نے ایک زبردست حملہ کر کے مسعود سے حکمرانی چھین لی اور جوشِ انتقام کی وجہ سے اس راجہ نے لاہور میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا اور تاریخ شاہد ہے کہ صرف ایک ہی محلّہ سے دو ہزار لاشیں اٹھائی گئیں اور لاہور خالی ہو گیا۔ اس دور میں غزنی کا نیا مسافر لاہور میں وارد ہوا۔ فرق صرف یہ تھا کہ غزنی کا پہلا مسافر محمود غزنوی جذبۂ شجاعت سے لب ریز تھا اور غزنی کا نیا مسافر روحانیت اور خدا کی وحدانیت کا علمبردار تھا۔ غزنی کا یہ نیا مسافر حضرت مخدوم علی ہجویری تھے۔

ملک ایاز کو خواب میں حکم ملا کہ فوری طور پر اب غزنی کے نئے مسافر کا غلام ہو جائے۔ حضرت داتا گنج بخش کے پاس حاضری دی اور بیعت کے بعد آپ کے ہاتھوں فقرو وغنا کا جامہ پہن کر یہ فیصلہ کر لیا کہ اب وہ لاہور کو دوبارہ آباد کرے گا۔ وہ مسلمان جو لاہور چھوڑ گئے تھے، ملک ایاز کی قیادت میں جوق در جوق واپس آنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاہور دوبارہ آباد ہو گیا۔ اللہ اکبر کی تکبیریں گلی گلی، کوچے کوچے میں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ محمود کے غلام نے اپنی دولت اور مال و متاع تمام حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔ ایاز پر یہ عیاں ہو گیا کہ اس کا غزنی واپس جانے سے انکار حکمِ خداوندی تھا۔ آخر دینِ اسلام کی خدمت کر کے اور حضرت علی ہجویری کی شفقت اور محبت کا جام پی کر ملک ایاز نے ۴۵۰ھ میں جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ لاکھوں فرزندانِ توحید نے ان کے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ لاہور میں چوک رنگ محل کے قریب ان کو سپردِ خاک کیا گیا۔ لاہور شہر کے عین دل میں ان کا مزار واقع ہے۔ یہ مزار اس غلام کی عظمت اور بلند کردار کی ایک ناقابلِ فراموش یادگار ہے۔

Marfat.com

کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخشؒ

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد:

حضرت علی ہجویری نے لاہور میں جب دینِ حق کی تبلیغ شروع کی تو لاہور میں ہندو دھرم چوں کہ پورے عروج پر تھا اس لیے ہندو پروہت کلمۂ حق سننے پر بالکل تیار نہ تھے مگر داتا گنج بخش انھیں خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے۔ آپ بازار میں بھی جاتے اور جب کوئی آپ کے پاس چل کر آتا تو وہاں بھی اسے راہِ حق پر چلنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ایمان کی طرف مائل کرنے اور آنے والے ہر انسان کے صاحبِ ایمان ہونے کی دعا فرماتے تھے۔ آہستہ آہستہ اللہ کے فضل و کرم سے لوگ آپ کی تعلیمات کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے۔ غرضیکہ آپ کے عقیدت مندوں میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔ اور آپ کی شہرت شہر کی حدود سے نکل کر ملک میں پھیل گئی کہ اللہ کا ایک ولی شہر میں تشریف لایا ہے اور لوگ اس کی تعلیمات سے جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں۔ آخر آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کی اطلاع لاہور کے حاکم کو ہوگئی۔ جب اسے آپ کی دعوتِ توحید و رسالت کا علم ہوا تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ کیوں کہ باطل کبھی بھی حق کو پھلتے پھولتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس حاکم نے اپنے سپاہیوں کو بھیجا کہ اس فقیر کو شہر سے نکال دو۔ جب رات گہری ہوئی۔ حکومت کے سپاہیوں کا ایک دستہ علی ہجویری کی قیام گاہ پر آ گیا۔ وہاں آ کر سپاہیوں نے حالات کا جائزہ لیا تو پتا چلا کہ اللہ کا ایک دوست اپنے رب کی یاد میں ایک چھونپڑی میں بیٹھا ہوا ہے۔ ذکرِ الٰہی جاری ہے۔ ان سپاہیوں نے کہا:

> ”ہمیں لاہور کے حاکم نے بھیجا ہے کہ آپ کو یہاں سے نکال دیں کیوں کہ آپ کی تبلیغ سے ہندو دھرم کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارا دھرم ختم ہو جائے اور اسلام چھا جائے۔“

Marfat.com

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف حاکمِ لاہور کی طاقت اور اس کے سپاہی اسلحہ سے لیس اور دوسری طرف ایک چھونپڑی میں بیٹھا ہوا فقیر خالی ہاتھ مگر جذبہ اطاعت، روحانیت اور قلب کا سوز اس بات کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا کہ اسلام کی اشاعت روک دیں۔ یہ بھی جانتے تھے کہ ہمارے آباواجداد نے ایسے ہی حالات میں دین کی سربلندی کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ اس لیے انھوں نے کمال جرأت واستقامت کے ساتھ حاکمِ لاہور کے سپاہیوں سے کہا کہ

''میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچانے آیا ہوں تاکہ غیر مسلموں کی عاقبت سنور جائے۔ اور وہ دینِ حق پر ایمان لے آئیں۔''

انھوں نے آپ کی باتیں سن کر کہا کہ ''ہم نہیں جانتے۔ ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے کوچ فرماجائیں۔''

آپ نے ان کی بات اطمینان سے سنی اور پھر کہا کہ

''میں تو یہاں خدا کے حکم سے آیا ہوں میرا اللہ میرا حامی و ناصر ہے۔''

آخر حاکم کے بھیجے ہوئے سپاہی سختی پر اتر آئے اور انھوں نے آپ کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ بالکل اسی طرح جس طرح کربلا کے میدان میں حق بات کہنے پر امام حسینؓ کے کنبے کے خیمے جلائے گئے۔ کیوں کہ یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے کہ:

ع جہاں عشق ہو وہیں کربلا

لیکن حاکمِ لاہور کے سپاہی یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت علی ہجویری کو بچانے والا ان کے مارنے والے سے زیادہ طاقت ور ہے جو ابراہیم کو نارِ نمرود سے نکلوا سکتا ہے، وہ اپنے اس محبوب بندے پر بھی آنچ نہیں آنے دے گا۔ اس لیے داتا گنج بخش کی جھونپڑی کو

Marfat.com

آگ نہ لگ سکی۔ آخر ناچار سپاہیوں نے سوچا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔ ہم بلا وجہ ان سے زیادتی کر کے اللہ کی ناراضی کیوں مول لیں۔ کہیں ہمارا کوئی نقصان نہ ہو جائے۔ اس لیے وہ لوگ واپس چلے گئے۔ واپس لوٹ کر حاکمِ لاہور کو تمام واقعہ سنایا لیکن حاکم ان کی بات سمجھنے پر تیار نہ ہوا۔ وہ سپاہیوں پر گرجا برسا کہ تمھیں چاہیے تھا کہ کسی طرح انھیں شہر سے باہر نکالتے۔ اس دنیاوی حرص و طمع کے مارے انسان کو مشیتِ ایزدی کی سمجھ نہ آئی۔ ادھر حاکم داتا گنج بخش کی جھونپڑی اجاڑنے کے منصوبے بنا رہا تھا، اُدھر خدائے وحدہٗ لاشریک اپنے دوست ولیِ کامل کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے دامِ تقدیر بچھا رہا تھا۔ اچانک حاکم کے محل سے آگ بھڑک اٹھی اور کسی بھی طرح اس آگ پر قابو نہ پایا جا رہا تھا۔ اچانک حاکمِ لاہور کے دل میں خیال آیا کہ میں اس فقیر کی جھونپڑی کو آگ سے جلوانے لگا تھا، شاید اس وجہ سے وہی سزا مجھے مل گئی۔ خدا تعالیٰ کے اس کے دل میں اٹھائے ہوئے اس خیال سے اس کا سینہ روشن اور دل بیدار ہو گیا۔ اور وہ دوڑتا ہوا حضرت علی ہجویری کی بارگاہ میں آیا اور معافی کا طلبگار ہوا۔ داتا گنج بخش نے نہایت تحمل و برداشت سے کام لیا اور اس سے درگزر فرمایا۔ جوں ہی اسے اللہ کے ولیِ کامل کی بارگاہ سے معافی ملی اس کے محل کی آگ خود بخود بجھ گئی اور وہ اس روحانی طاقت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔[8] (سبحان اللہ)

کیا شان خدا کے اس مردِ کامل کی کہ جس طرف نگاہ اٹھائی کرم ہی کرم فرمایا اور ایک ہی نگاہ میں سامنے والے کے قلب کی حالت بدل دی۔ اندھیرے سے روشنی کی طرف لے آئے۔ ایک ہی نگاہ میں آپ کی زیارت کرنے والے کے دل میں جذبۂ عشق بھڑک اٹھتا تھا۔ یہ حضرت علی ہجویری کی کرامت، ان کے اعمال اور ان کا اخلاق ہی تھا کہ حاکمِ لاہور بھی ان کے اعمال و تقویٰ اور جذبۂ محبت کی آگ سے پگھل گیا اور اس کی زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔

اسی طرح داتا علی ہجویری نے بہت سارے بت پرستوں کو راہِ حق دکھائی اور وہ

Marfat.com

آپ کے دستِ اقدس پر بیعت ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ ہزاروں لوگوں کے دلوں میں عشقِ حقیقی کی شمع فروزاں کی۔ شاعرِ مشرق نے کیا خوب کہا ہے کہ:

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

کراماتِ گنج بخش کے سلسلے میں داتا صاحب کی سب سے زندہ کرامت ان کی شاہ کار تصنیف ''کشف المحجوب'' ہے۔ لیکن یہاں ان کی کرامات مختصر ترین بیان کی گئی ہیں۔ اہل سنت کا کرامت کے متعلق عقیدہ ہے کہ:

''اولیا کی کرامات برحق ہیں اور ولی اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی ممکن حد تک معرفت رکھنے والا، پابندی سے عبادات ادا کرنے والا، گناہ سے پرہیز کرنے والا اور لذت وشہوات سے گریز کرنے والا ہو۔''

یہ تعریف حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش سرکار پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔ ایک تو آپ کی تیار کردہ مسجد اور خانہ کعبہ کے درمیان کے حجابات اٹھ جانا اور سیکڑوں حاضرین کا ہوش وحواس میں ''بیت اللہ'' کو دیکھ لینا آپ کی عظیم ترین کرامت ہے۔ دوسرا رائے راجو کے مقابلے میں جوتے ہوا میں اڑانا اور دودھ میں برکت کا واقعہ، محل میں آگ کا بھڑک اٹھنا اور اس کے علاوہ بھی آپ کی بے شمار کرامات ہیں جو کفار کے دلوں کو اسلام کی طرف موڑ لائیں اور اہلِ لاہور داتا گنج بخش کی کرم نوازی کی بارشوں سے بھیگ گئے۔ آپ کی یہی کرامات آج بھی ان کے مریدوں کے دلوں کو گرماتی ہیں۔ ہمارے ممدوح حضرت داتا گنج بخش سرکار کا شمار چونکہ اکابر اولیا اللہ میں ہوتا ہے، خدائے ذوالجلال نے آپ کو عقلی اور تحریری دونوں طرح کی کرامات سے نوازا تھا۔ آپ کی تحریری کرامت کشف المحجوب اور عقلی کرامات جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی تعلیمات کا فیضان

Marfat.com

آج تک بھی کیسے جاری ہے۔ مشیتِ ایزدی کو منظور تھا کہ آپ کے ذریعے کفرستانِ ہند میں اسلام کا پرچم سربلند ہو۔ ناممکن تھا کہ آپ کی کیف آگیں اور وجد آفریں مجلسِ گہربار میں کوئی سوالی جائے اور خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے۔

حضرت داتا گنج بخش کا برصغیر اور خصوصاً اہلِ لاہور پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کو تصوف کا حقیقی روپ دکھایا۔ ان کی کشف المحجوب میں انھوں نے تمام کے تمام پہلوؤں پر کامل بحث کر کے آنے والے صوفیا کو راستہ دکھایا۔ آپ نے حقیقت سے خالی رسوم و رواج کے شعبوں کو پاش پاش کر کے معاشرتی بگاڑ میں بہتری لانے کی کوشش کی اور لوگوں کو بتایا کہ ہر ایسی طریقت جو شریعت سے متصادم ہو وہ زندقہ اور الحاد ہے۔ نجات کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کوئی تصوف کے حقیقی مقام کو پہچان نہیں سکتا۔ الغرض آپ نے اہلِ لاہور اور اہلِ برصغیر پر کرامتوں اور رحمتوں کے بادل خوب برسائے۔ داتا گنج بخش سرکار کی کرامات اور رحمتوں کا نزول تو آج بھی شہر لاہور پر ہو رہا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ عام لوگوں کو یہ کرامات نظر نہیں آتیں۔ انھیں دیکھنے کے لیے دل کی آنکھ کھولنا پڑتی ہے۔ اگر صرف عقل کی آنکھ سے کرامت کا نظارہ کرنا ہو تو یہ صرف اور صرف خود کو اذیت میں ڈالنے والی بات ہے۔ کراماتِ اولیا کا نظارہ دل کی آنکھ سے ہوتا ہے۔

حضرت علی ہجویری کا زمانہ وہ تھا کہ تب اشاعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کوئی مشینی انتظام نہ تھا۔ تب قلمی نسخے ہی ہوتے تھے۔ مصنف کو اپنی کتاب کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی تھی۔ سب کچھ ہاتھ سے لکھنا پڑتا تھا۔ اس لیے اس دور میں دوسرے علما کی طرح حضرت علی ہجویری کی بھی اکثر کرامات اور حالاتِ زندگی ضبطِ تحریر میں آنے سے رہ گئیں۔ یقیناً ان سے ان چند کرامات کے علاوہ [جو کتب میں ملتی ہیں] اور بھی سیکڑوں کرامات و

Marfat.com

نشانات ظاہر ہوئے ہونگے۔مگر افسوس کہ ان کے متعلق زیادہ تفصیلاً سرمایہ نہیں ملتا۔لیکن لاہور پر ان کی کرم نوازیوں اور کرامات کا ذکر تو حافظ شیرازی اور معین الدین چشتی اجمیری جیسے بزرگانِ دین نے بھی کیا۔

غزنی و ہجویر تھا گر مفتخر تجھ سے مدام
کر دیا پنجاب کو بھی تو نے مشہورِ انام
زیورِ لاہور[1] ہے درگاہِ جنت احتشام
تیرا خطبہ پڑھ رہا ہے ملک سارا صبح و شام

حضرت علی ہجویری کا فیض آج تک جاری ہے اور آج بھی مخلوق خدا ان کے در کے ٹکڑے کھانے میں فخر محسوس کرتی ہے۔آج بھی فرزندانِ توحید پروانہ وار ان کے مزارِ اقدس کے گرد طواف کرتے ہیں اور دل کی مرادیں پاتے ہیں۔ داتا گنج بخش اور دیگر بزرگانِ دین کے مزارات کی برکت سے ہی لاہور بار بار برباد ہونے کے باوجود آباد ہے اور بزرگانِ دین ہی کی برکت ہے کہ کوئی چاہے کتنا ہی تنگ دست و مفلس ہو، داتا کی نگری میں کوئی بھوکا نہیں سوتا۔ان کی عنایات کا سلسلہ اہلِ لاہور پر آج بھی جاری ہے۔

غروب آفتاب:

فرمانِ خداوندی ہے کہ ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے'' اور یہ دستورِ الٰہی نہ کبھی کسی نبی کے لیے بدلا ہے اور نہ کبھی کسی ولی کے لیے۔ہر آنے والے کو ایک دن اس دارِ فانی سے کوچ کرنا پڑتا ہے لیکن اولیا اللہ اور عاشقانِ خدا اور رسولؐ کے لیے یہ موت ایک پُل ہے جو محبّ کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔موت محبّ اور محبوب کے درمیان کے فاصلے ختم کر دیتی ہے۔ پروانے آخر کار شمعِ الٰہی پر قربان ہو جاتے ہیں اور یہ دن حضرت علی ہجویری پر بھی آیا کہ اس شہبازِ طریقت و حقیقت کو علائقِ دنیوی کے ظاہری دام سے رخصت ہونا پڑا۔ تاریخ کی کسی کتاب سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کتنے دن بیمار ہوئے۔کیوں کہ اس وقت

Marfat.com

تاریخ کو محفوظ کرنے کے ذرائع نہ ہونے کے برابر تھے اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کس مہینے کی کس تاریخ کو انتقال فرمایا۔ البتہ آپ کا عرس چوں کہ ۲۰ صفر کو ہوتا ہے تو اس سے معلوم پڑتا ہے کہ اسی تاریخ کو یا اس سے کچھ دن پہلے انتقال ہوا ہوگا۔ بعض جگہ آپ کی عمرِ مبارک ۶۵ سال درج ہے اور سنہ وفات ۴۶۵ھ بیان کی جاتی ہے اور تاریخِ وصال ۹ محرم الحرام بیان کی جاتی ہے۔ مولانا جامیؒ ''نفحات الانس'' میں ۴۶۵ھ لکھتے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطارؒ ''تذکرۃ الاولیا'' میں ۴۶۴ھ لکھتے ہیں۔ شہزادہ داراشکوہ ''سفینۃ الاولیا'' میں ۴۶۶ھ اور رائے بہادر کنہیا لال ''تاریخِ لاہور'' میں ۴۶۵ھ لکھتے ہیں۔ زیادہ تر مورخین کا اتفاق ۴۶۵ھ پر ہی ہے۔ قریباً چونتیس برس آپ کا قیامِ لاہور کا عرصہ ہے۔ لاہور میں آپ کا مزار ''داتا دربار'' کے نام سے مشہور ہے اور وہ ہر خاص و عام کو خزانے بخشنے کا فریضہ آج بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزارِ اقدس پر رحمتوں کی بارش برسائے اور یوں ہی آباد رکھے۔ آمین!

داتا گنج بخش کی نذر کچھ اشعار جو کہ سید فیروز شاہ صاحب شوق امرتسری تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر مرزا داغ دہلوی کے ہیں۔

رونق لاہور بستی آفتابِ پُر ضیا
عاشق شیدا علی مشتاق محبوبِ خدا
اے مرے حامیِ مشکل اے مرے حاجت روا
آستانے پر ترے جھکتے ہیں سب شاہ و گدا
گنج بخشِ فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما
آپ کو سید حسن اور شاہ نظام الدین بھی
خواجہ قطب الدین بھی خواجہ معین الدین بھی

Marfat.com

یہ بھی تو چاروں کے چاروں اور یہاں دو تین بھی
کہہ رہے ہیں صاحبِ ارشاد اور تلقین بھی
گنج بخشِ فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما
آپ محتاجوں کے والی درد مندوں کی دوا
بے کسوں کے آپ وارث اے ولی شانِ خدا
مشکلیں حل ہوتی ہیں دربارِ عالی سے سدا
جاری دریا ہے سخاوت کا تری شاہنشہا
گنج بخشِ فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

Marfat.com

مہلیم منیر

۱۔ دیباچہ کشف المحجوب، حکیم محمد موسیٰ امرتسری

۲۔ محمد دین فوق، سوانح حیات حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش، لاہور، محکمۂ اوقاف پنجاب، علما اکیڈمی، شعبۂ مطبوعات، جون ۱۹۸۰ء

۳۔ طبعِ کامل، جلد اول، آریانا دائرۃ المعارف

۴۔ حصہ دوم

۵۔ علی ہجویری، حضرت، داتا گنج بخش، لاہور، ضیاالقرآن پبلیکیشنز، مترجم احمد قادری، سید، محمد، مارچ ۲۰۰۱ء

۶۔ کشف المحجوب، طبع سمرقند

۷۔ تاریخِ مشائخِ چشت، طبعِ دہلی، بارِ اول، ۱۹۵۳ء

۸۔ مقاماتِ اولیا

ماٰخذ و مصادر:

عالم فقری، غلام، حالات وواقعات حضرت داتا گنج بخش، لاہور، شبیر برادرز، ۱۹۹۴ء

سید ہجویر، حضرت علی بن عثمان الجلابی الہجویری، المعروف بہ داتا گنج بخش، حیات وتعلیمات، متین ہاشمی، مولانا، سید، محمد، لاہور، شعبۂ مطبوعات علما اکیڈمی اوقاف بادشاہی مسجد، جولائی ۱۹۸۵ء

Marfat.com

داتا گنج بخش نے لاہور کو کیا کچھ دیا

☆نعمان شاہ

اللہ رب العزت نے انسانوں کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں نے عرض کی۔

"قالوا اَتجعل فیھا من یفسدفیھا و یسفك الدماء:(۱)

انہوں (فرشتوں) نے کہا کیا تو پیدا کرے گا اس (زمین) میں جو فساد پیدا کرے گا اور خون بہائے گا (اس میں)۔

بہرکیف اللہ رب العزت نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور ساتھ ہی فرمایا:

و ماخلقت الجن و الانس الاّ لیعبدون(۲)

اور میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے واسطے۔

انسان دنیا میں آ گیا اور دنیا کی رنگینیوں میں کھو گیا۔شیطان نے اسے بہکا دیا۔ہدایت انسانیت کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے پیاروں کو بھیجا۔جس طرح ارشادِ ربانی ہے،

و جعلنالکل أمة الرسول۔(۳) اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے۔

ایک وقت ایسا آیا جب انبیاء ورسل کا سلسلہ ختم ہوا اور سید الأ بنیاء احمد مجتبیٰ علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے ،ارشاد ربانی ہوا۔

الیوم أکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی۔(٤)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور یہ بھی ارشاد ہوا:

☆طالب علم ایم۔فل عربی، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

ماکان محمد أباأحد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین:(۵)

نہیں ہیں محمد ﷺ تم میں سے کسی شخص کے باپ بلکہ وہ تو اللہ عزوجل کے (آخری) رسول اور آخری نبی ہیں۔ یوں انبیاورسل کا سلسلہ بند ہوا تو رشد وہدایت کا ذمہ علماء کرام صوفیائے عظام اور بزرگانِ دین کے سپرد ہوا برصغیر میں اسلام کی کرنیں دوسری صدی ہجری میں پھوٹی تھیں چنانچہ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں۔

''دوسری صدی ہجری میں ملتان اور سندھ میں اہل دل بزرگ موجود تھے جو اسلام کی تبلیغ اور روحانی واخلاقی اصلاح کا کام کرتے، ان کی نظر فیض اثر تھی، یہی وجہ تھی کہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے رہے اور کچھ لوگ ولایت کے درجے کو پہنچے۔(٦)

یوں مسلمانوں نے ڈنڈے کے زور پر نہیں بلکہ اخلاق وعادات حسنہ سے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ اولیائے کرام وقت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا دائرہ کار بڑھاتے گئے اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دور میں تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں میں ذرا تیزی دیکھی گئی، مثال کے طور پر''۱۰۲۵ء میں سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ایک لشکر لے کر (سومنات) کیطرف چل پڑا جو ہندوستانی لشکر کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا مگر تائیدایزدی سلطان کیساتھ تھی لہذا وہ مظفرومنصور ہوا(۸)۔

۴۲۱ھ میں سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوگیا(۸) سلطان کے انتقال کے وقت حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عمر تقریباً ۲۱ برس تھی۔ آپ نے اسی دور میں اپنا تبلیغی دور شروع کیا تھا، ہم حضور داتا علی ہجویری کے تعارف کے بعد آپ کی خدمات اور پیش آمدہ مشکلات کا جائزہ لیں گے۔

نام ونسب:

حضرت کا نام علی تھا والد گرامی کا نام عثمان اور دادا کا نام علی تھا، جیسا آپ کشف المحجوب میں عرض کرتے ہیں:۔

Marfat.com

''علی غزنوی جس کے باپ کا نام عثمان اور دادا کا نام علی تھا بیان کرتا ہے آپ کا پورا نام سید ابوالحسن علی ہجویری ہے، آپ پانچویں صدی ہجری کے معروف علمائے تصوف میں سے ہیں، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ افغانستان کے شہر غزنی میں پیدا ہوئے اسی بنا پر آپ غزنوی مشہور ہوئے، عام طور پر اندازہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ میں پیدا ہوئے مگر بایقین کچھ کہنا محال ہے۔

اردو دائرہ معارف میں کچھ یوں درج ہے:۔

''حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ کی پیدائش غیر معروف ہے جہاں تک معلوم ہوسکا وہ یہ ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ چوتھی صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوئے:(۹)

اسی طرح حضور داتا صاحب کی زندگی کے زیادہ تر احوال بھی ہم سے پوشیدہ ہیں سوائے ان حالات کے جو کشف المحجوب میں وارد ہوئے، آپ ہجویر اور جلاّب جو کہ غزنی شہر کے دو محلے ہیں ان کی نسبت سے ہجویری اور جلابی بھی مشہور ہیں۔

حضور داتا علی ہجویری حسنی سید تھے آپ کا شجرہ نسب یہ ہے۔

سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

۱۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۲۔ سیدنا زید شہید رضی اللہ عنہ

۳۔ سید حسن علی رضی اللہ عنہ ۴۔ سید ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ

۵۔ سید عبداللہ رضی اللہ عنہ ۶۔ سید عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

۷۔ سید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ ۸۔ سید عثمان رضی اللہ عنہ

۹۔ سید مخدوم علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۰)

حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ:۔

حضرت داتا علی ہجویری نے ابوالعباس شقانی کی شاگردی اختیار کی۔ تصوف میں آپ ابو

Marfat.com

الفضل محمد بن الحسن ختلی علیہ الرحمہ کے مرید ہوئے۔

آپ نے ابو القاسم الرجانی، خواجہ مظفر احمد بن حمدان، اَبو القاسم قشیری، شیخ ابواسحاق بن شہریار، شیخ محمد زکی بن العلاء شیخ الشیوخ اَبوالحسن بن سالبہ اور شیخ ابوعبداللہ جنیدی جیسے نابغہ روزگار علمائے کرام سے فیض پایا۔

ابتدائی عمر میں حضرت نے اپنے آبائی شہر غزنی میں ہی تعلیم پائی جب عالم شباب کو پہنچے تو سیر وسیاحت میں دلچسپی لینا شروع کر دی، اسی اثناء میں آپ نے کئی ایک اسلامی ممالک کی سیر کی جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:۔

۱۔	آذربائیجان	۲۔	شام
۳۔	خراسان	۴۔	ترکستان
۵۔	جرجان	۶۔	ایران
۷۔	ماوراءالنھر	۸۔	عراق
۹۔	ہندوستان		

ان ممالک کی سیر کے دوران آپ علیہ الرحمۃ نے معروف بزوگان دین اور علماء واولیا کرام سے کسب فیض کیا۔ آپ نے اسی طرح کے علمی وروحانی سفر ۴۳۱ء تک جاری رکھے یہی وہ سال تھا جب آپ نے لاہور میں پہلی مرتبہ قدم رکھا، آپ تقریباً چھے سال تک خراسان اور غزنی میں تعلیم وتربیت کے سلسلے میں مشغول رہے، ۴۳۵ء میں آپ نے لاہور کی طرف ہجرت کی اور مستقل سکونت اختیار کی سید عبدالحی نے اپنی کتاب میں آپ علیہ الرحمۃ کا تعلیمی سفر کا تذکرہ یوں کیا ہے:۔

شیخ، امام، عالم، فقیہ، زاہد اَبوالحسن علی بن عثمان اَبی علی الجلابی الھجویری الغزنوی پھر لاہوری معروف علماء دین ومعرفت میں سے ہیں،

آپ علیہ الرحمۃ نے محمد بن حسن ختلی علیہ الرحمۃ اور اُن کے ہم عصروں سے کسب

Marfat.com

فیض کیا، پھر آپ نے حج کیا اور بعد میں اُبوعباس احمد بن محمد شقانی کی شاگردی اختیار کی اور بعض علوم ان سے پڑھے ان کے بعد آپ نے ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری سے کسب فیض کیا (۱۱)

حضرت داتا علی ہجویری کی لاہور میں مصروفیات:۔

ہندوؤں نے معاشرے کو ذات پات کے نظام میں ڈھال رکھا تھا انہوں نے اپنے ہی چار درجے بنا رکھے تھے جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ برہمن ۲۔ کھشتری

۳۔ ویش ۴۔ شودر

برہمن مذہبی لحاظ سے سب کچھ ہی تھے، برہمن کی زندگی کا مقصد صدقہ دینا اور صدقہ لینا ہے (۱۲) کھشتریوں کا کام لکھنا پڑھنا ہوتا، مگر وہ خود کسی کو لکھنا پڑھنا سکھانے اور تعلیم دینے کے مجاز نہیں، (۱۳) ویش کا کام ہے کھیتی باڑی کرنا، مویشیوں کی رکھوالی وغیرہ، شودر کی حیثیت صرف برہمنوں کی غلامی کرنا ہے، (۱۴) شودر کے علاوہ ہندوؤں کی نظر میں وہ تمام لوگ جو ہندی نژاد نہیں ملیچھ کہلاتے، یوں داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ جس شہر میں تشریف لائے وہ بری طرح اسلام مخالف رسومات میں پھنسا ہوا تھا، لہذا داتا صاحب کو شروع سے ہی بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا آپ کی زبان فارسی تھی جبکہ پنجاب میں پنجابی زبان تھی یوں آپ کو پنجاب کے لوگوں سے رابطے کے لئے پنجابی زبان سیکھنا پڑی، آپ علیہ الرحمۃ نے لاہور میں ایک مسجد بنائی اور بچوں کو پڑھانا بھی شروع کیا۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ ۴۶۵ھ ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے آپ علیہ الرحمۃ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے اور پاک و ہند میں آپ داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے لقب سے معروف ہیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

Marfat.com

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نور خدا ناقصاں راپیر کامل کاملاں راراہنما

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاندان علم وزہد میں بہت معروف تھا، داراشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الأولیاء میں لکھتا ہے:۔

''جلابی کے والدین اور ماموں کے مزارات غزنی میں مرجع خلائق ہیں آپ کے ماموں تاج الأولیا کے لقب سے مشہور ہیں''

داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ اور شہر لاہور:۔

حضور داتا علی ہجویری نے ملک پاک وہند کے موجودہ علاقے میں اسلام کے انتشار کے لئے جو کام کیا شاید ہی کسی نے کیا ہو، کسی شاعر نے کہا:۔

ایمان سے سرفراز کیا اہل ہند کو ظلمت کدوں میں نور کے چشمے بہادیئے۔(۱۵)

حفیظ تائب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

ظلمتوں میں مشعل دیں، کی فروزاں آپ نے کفر کے ایوان میں گونجا ترانہ آپ کا۔

بشیر رحمانی نے یوں کہا:۔

اللہ اللہ یہ اثر ہے آپ کی تبلیغ کا نور ایمان کی جھلک ہے ظلمت کفار میں۔

ساحروں کا سحر ٹوٹا، زور ٹوٹا کفر کا کیسی آیاتِ سحر تھیں آپ کی گفتار میں۔

اردو کے ایک اور شاعر نے یوں کہا:۔

بت پوجنے والے لوگوں کو توحید پرستی میں سینوں کو منور کر ڈالا مخدوم علی بن عثمان نے۔(۱۸)

ڈھالا

حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے اسلام پھیلانے میں بہت کردار ادا کیا، بشیر احمد سعدی نے ایک واقعہ بیان کیا کہتے ہیں کہ ایک بوڑھی خاتون تازہ دودھ کا مٹکا لیے جارہی تھی کہ حضرت مخدوم نے اسے دیکھ لیا، آپ نے اسے آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ ہم سے دام لے لو اور ہمیں یہ مٹکا دے دو، بڑھیا نے عرض کی کہ میں یہ رائے

Marfat.com

راجونامی ایک شخص کے لیے لے جارہی ہوں، اگر اسے یہ دودھ نہ دیا تو جانوروں کی تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنے لگتا ہے، آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کے لیے دودھ میں برکت کی دعا کرتا ہوں یہ مٹکا مجھے دے دیں، اس بڑھیا نے مٹکا آپ کے حوالے کر دیا جب شام کو اس بڑھیا نے دودھ دھویا تو نہ صرف اس کے تمام برتن بھر گئے بلکہ ہمسایوں کو بھی بتایا تو وہ بھی آپ حضرت علی ہجویری کے پاس اپنے برتن لے گئے آپ نے تھوڑا تھوڑا دودھ اس میں سے لیا اور باقی دریا میں بہا دیا اور یوں تمام لوگوں کے جانور پہلے سے زیادہ دودھ بھی دینے لگے اور تعداد میں بھی زیادہ ہو گئے۔

یہ صورتحال جب رائے راجو کے علم میں آئی تو وہ حضرت کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ کے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی کرامت ہے جو میرا راستہ روک سکے آپ نے فرمایا میں تو اللہ عزوجل کا بندہ ہوں، یہ کہہ کہ آپ نے اپنا جوتا ہوا میں پھینکا، رائے راجو جو کہ ہوا میں اڑ رہا تھا جوتے کی زد میں آگیا جب اس کے سر پر برابر جوتے پڑنے لگے تو وہ عاجز آگیا اور کلمہ پڑھ کر حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہو گیا۔(۱۹)

اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

سید ہجویر مخدوم اُمم　　مرقد اُو پیر سنجر را حرم

اسی شعر کو ایک اور شاعر نے یوں بیان کیا:۔

کس قدر اونچا ہے پایہ سید ہجویر کا　　سر جھکا ہے آستاں پر خواجہ اجمیر کا۔

اقدار و اخلاق کی تبدیلی:۔

حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے لاہور میں رہ کر اہل لاہور کو رنگ لگا دیئے، آپ علیہ الرحمۃ ہر پہلو سے اہل لاہور کی خدمت کی یعنی اہل لاہور کی تربیت کی، حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے والے نذرانوں میں دودھ کا نذرانہ خصوصی

Marfat.com

اہمیت کا حامل ہے جو عرس مبارک کے ایام میں لاکھوں من کی مقدار میں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے ایصال ثواب کے طور پر زائرین کی تواضع کے لیے عقیدت مندان، شیر فروش حضرات اور گجر برادری کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔(۲۰)

آپ علیہ الرحمۃ نے لاہوریوں پر جو احسان کیا اس احسان کے بدلے میں اہل لاہور، سیالکوٹ کے رہنے والے، سرگودھا، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، راولپنڈی، کوٹ رادھا کشن، پسرور، ملتان، کھاریاں، مانانوالہ، شاہ کوٹ، فیصل آباد، اور شرقپور کے علاوہ پورے پنجاب سے خالص دودھ لایا جاتا ہے۔(۲۱)

تین دن کے لیے شیر فروشوں نے اپنا تمام دودھ عرس مبارک کے لیے وقف کر رکھا ہوتا ہے، اس سلسلے میں ہمارے ایک استاد محترم فرماتے ہیں کہ ایک عرس مبارک پر اپنے کچھ رشتہ داروں کے ساتھ دربار حضرت داتا صاحب گیے واپس آنے سے پہلے اپنے رشتہ داروں کی خواہش پر دودھ کی سبیل میں چلے گئے وہاں اگرچہ قطار میں کافی دیر کھڑا رہ کر دودھ ملا مگر آج پہلی مرتبہ میں وہ دودھ پیا جس میں مکھن بھی تھا۔(۲۲) یوں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ اہل لاہور خصوصاً اور اہل پنجاب اپنے اعمال میں اتنے مخلص اور دیانتدار ہو گئے کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا مزار بیرون بھاٹی دروازہ، لاہور مین واقع ہے، آپ کے مزار اقدس پر ہروقت ہزاروں افراد ذکر و نعت میں مشغول رہتے ہیں۔

یہ ہجوم کا بننا آپ کے مزار پر مغل دور حکومت میں شروع ہوا، آپ علیہ الرحمۃ کے ساتھ مغلوں کو بڑی عقیدت تھی چنانچہ حضرت شیخ کے مزار کا تابوت بھی مغل بادشاہ شاہ جہان کے بیٹے دارا شکوہ نے بنوایا، آپ علیہ الرحمۃ کے مزار پر خاص و عام حاضری دیتے رہتے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ۔

Marfat.com

۲۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ۔(وغیرہ)

حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے آستانے سے نہ صرف لاہور کے بلکہ پورے ہند کے مسلمانوں کو فوائد اور برکات حاصل ہوئیں،

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا:۔

بند ہائے کوہسار آسان گسیخت　　　درزمین ہند تخم سجدہ ریخت۔

پروفیسر مسعود الحسن اپنی انگریزی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

''میں ۱۹۳۰ء میں لاہور آیا اور داتا گنج بخش کے مزار کے قریب رہائش اختیار کی، علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ان دنوں اکثر نماز فجر سے قبل داتا گنج بخش حاضری دیا کرتے تھے جہاں میری ان سے ملاقات رہتی تھی، مزید پروفیسر صاحب بتاتے ہیں کہ ''پوچھنے پر علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ انھیں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا خیال داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار میں عبادت کے دوران سوجھا (۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کئی اصلاحات کیں، اسلام کا بول بالا کیا کہا جاتا ہے کہ آپ کی حکومت ۲۲ لاکھ مربع میل پر تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس قدر اسلام کا فروغ کیا اسی طرح حضرت داتا صاحب نے بھی اسلام کا بول بالا کر دیا۔

اقبال علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:۔

عہد فاروق از جمالش تازہ شد　　　حق ز حرف او بلند آوازہ شد

ایک اور شاعر نے انہی الفاظ کو یوں دھرایا ہے۔

تازہ اپنے دور میں کی عہد فاروقی کی یاد　　　آپ نے دیں حق پرستوں کو نوید زندہ باد

کہتے ہیں ایک روز ایک نوجوان ترکستان سے چل کر آپ کے پاس آیا اور عرض کی میں دشمنوں میں محصور ہو گیا ہوں، مجھے زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایئے۔

Marfat.com

یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ دشمن کا خوف اپنے دل سے بالکل نکال دو اور تمہارے اندر جو قوتیں خوابیدہ ہیں ان کو بیدار کرنے کا انتظام کرو۔آپ کے بارے شاعر فردوسی لکھتا ہے:۔

عمر کرد اسلام را آشکارا
بیاد است گیتل جو باغ و بہار

کشف المحجوب حضرت کی علمی خدمت:۔

کشف المحجوب جیسی ضخیم کتاب لکھ کر آپ علیہ الرحمۃ نے علمی خدمات میں اہل لاہور اور اہل اسلام کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، آپ کی یہ خدمت نہ صرف مسلمانوں بلکہ مغربی مفکرین کو بھی بہت بھائی حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب سے پاک و ہند میں تصوف اور روحانیت نے بڑا فروغ پایا اور حقیقی تصوف سے عوام کو روشناس کرانے میں اس کتاب نے نمایاں کردار ادا کیا، کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ آراے نکلسن نے کیا تھا جسے ۱۹۱۱ء میں سٹیفن آسن اینڈ سنز نے شائع کیا تھا۔

حضرت داتا علی ہجویری نے مسلمانوں کے پر امن معاشرے کی تشکیل میں کردار ادا کیا آپ کے بارے میں ایک شاعر نے کہا:۔

پاسبانی آپ نے کی دین کے ناموس کی
شان مٹی میں ملا دی کفر کے ناقوس کی

اقبال نے اسے یوں کہا ہے۔

پاسبان عزت ام الکتاب
از نگاہش خانہ باطل خراب

مختصراً یہ کہ:۔

خاک پنجاب از دم آو زندہ گشت
صبح ماز مہر او تابندہ گشت

آبرو پنجاب کی ہے آپ سے اے گنج بخش
آن شیخ و شاب کی ہے آپ سے اے گنج بخش

Marfat.com

نعمان شاہ

(۱) البقرۃ،(۳۰)

(۲) الذریٰت (۵٦)

(۳) القرآن

(۴) المائدہ(۳۰)

(۵) الاحزاب(۴۰)

(٦) سندھیی ،عبدالمجید، ڈاکٹر پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں،ص،۵۰،سنگ پبلشرز، لاہور۔

(۷) سعد،بشیراحمد،سیرت گنج بخش،ص۱۰۰،مطبع الربیۃ

(۸) سیرت گنج بخش،ص۱۰۱

(۹) اردودائرہ معارف اسلامیہ۹:۹۱ جامعہ پنجاب لاہور۔

(۱۰) کامل،وارث،محمد،داتا گنج بخش،ص۴۷،لاہور۔

(۱۱) نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر،سید عبدالحیی ۱/٦٦،٦۷۔

(۱۲) سعدی،بشیراحمد سیرت گنج بخش ص۸۰۔

(۱۳) نفس المرجع،ص۸۱

(۱۴) نفس المرجع،ص۸۱

(۱۵) راجا،رشیداحمد (مرتب) مناقب سید ہجویر، لاہورص،۴۳،محکمہ اوقاف،حکومت پنجاب،لاہور۔

(۱٦) الفیاض،ص۲۳۔

Marfat.com

(۱۷) مجلّہ معارفِ اولیاء، جلد ا، شمارہ ۲۰ اپریل ۲۰۰۳ ص ۱۵۰۔

(۱۸) مناقب سید ہجویر، ص ۴۷۔

(۱۹) نصیب، محمد، صاحب وقت، ص ۳۹، مبع اول، ۱۹۷۹ام

(۲۰) حضرت علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش راو، جاوید اقبال ص ۱۵۸ تخلیقات، لاہور۔

(۱۲) حضرت علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش، ص ۱۵۹۔

(۲۲) مناقشہ (انٹرویو، عبدالقدیر صاحب)

(۲۳) محمود، صفدر ڈاکٹر جنگ صبح بخیر (واصف خیال) ص ۱۱۲۷ کتوبر، دسمبر ۲۰۱۲۔

Marfat.com

داتا گنج بخش نے لاہور کو کیا کچھ دیا

☆حیدر رضا

سرزمینِ لاہور زمانۂ قدیم سے محبانِ خدا کی نظرِ التفات کا مرکز رہی ہے۔ ان میں سے اکثر بزرگ دور دراز کی مسافتیں طے کر کے اس عروس البلاد میں وارد ہوئے، شبانہ روز کے مجاہدوں اور ریاضتوں کے درمیان انھوں نے رُشد و ہدایت کے سلسلے جاری کیے اور بالآخر یہیں پیوندِ خاک ہوئے، چنانچہ آج لاہور کا گوشہ گوشہ زبانِ حال سے ان کے اس احسانِ عظیم کی گواہی دے رہا ہے۔ اس شہر کی سرزمین نے جس مقدس ہستی کے قدم آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے چومے اس بابرکت ہستی کو ''حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ'' کے نامِ نامی اور اسمِ سامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ لاہور اور اس کی خاک کا ذرہ ذرہ آپؒ کی بارگاہ میں سلامِ عقیدت پیش کرتا ہے کیونکہ آپؒ نے لاہور پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ تاقیامِ قیامت وہ اس سے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

(اقبالؒ)

حضرت داتا گنج بخشؒ کی صورت میں اللہ کریم نے لاہور کو وہ گنج گراں مایہ عطا فرمایا ہے کہ جمشید و فریدون کے خزانے اس کے پاسنگ بھی نہیں۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لاہور اس نعمتِ لازوال کو فراموش کر دے جس کی بدولت تاریخ کے صفحات میں اس

☆ طالب علم، ایم۔فل عربی، شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

کا نام آبِ زر سے لکھا جاتا ہے۔ آپؒ ہی کی بدولت لاہور کی خاک کے ذرّے آسمان کے تاروں سے آنکھیں ملا رہے ہیں۔ آپؒ کے مزار شریف کے بائیں جانب دیوار پر لگی سنگ مرمر کی تختی پر واصف علی واصف حضرت داتا گنج بخشؒ کے لاہور شہر پر کیے گئے لاتعداد احسانات کا اعتراف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

خطہ ء لاہور میں سربستہ رازِ لا الہ
سر زمینِ شوق و مستی میں بہاروں کی فضا
یا علی مخدوم ہجویری یہ ہے تیرا کرم
سر زمینِ پاک میں ہے آج نامِ کبریا

(واصف علی واصفؒ)

اس شہر کی فضاؤں میں جن مسیحا نفس بزرگانِ دین کی سانسوں نے روحانی حرارت سموئی ہے آپؒ ان کے امیر ہیں، یہ بہ اعتبار قدامت نہیں، بلکہ بلحاظِ فضیلت ہے۔ شہرِ لاہور برعظیم کے تمام مقامات پر برتری رکھتا ہے کہ اس کے ایک گوشے میں اس شیخِ کامل کی آرام گاہ ہے، جس سے نہ صرف اپنے اپنے وقت کے مشائخِ عظام نے فیض حاصل کیا، بلکہ خود سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے فیضِ کمال پایا اور فرمایا:

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

لاہور کی منفرد فضیلت بیان کرتے ہوئے صاحبِ وقت کے مصنف لکھتے ہیں: ''یہ فضیلت صرف لاہور کو ہی حاصل ہے کہ ایک ہی پیر و مرشد کے دو مریدوں نے اس شہر کے مشرق و مغرب میں اسلام کے پرچم لہرائے اور شمع توحید روشن کی۔''[1] آگے چل کر

Marfat.com

لکھتے ہیں: ''یہ فضیلت بھی لاہور کو ہی حاصل ہے کہ ایک ہی پیرومرشد کے مرید حضرت داتا گنج بخش اور شاہ حسین زنجانیؒ کے مزاروں پر پیرانِ پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے چلہ کشی کی۔'' [۲] جی ہاں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ کے مزارِ عالیہ سے لاہور کو ہر قسم کا ظاہری و باطنی فیض پہنچ رہا ہے۔

جس دور میں یہ مردِ حق تبلیغ اسلام کے لیے کمربستہ ہوا وہ دور بالکل امن و سکون کا دور نہ تھا۔ اگر آپؒ ایک عظیم مردِ مجاہد نہ ہوتے تو زمانہ کی بے اعتدالیوں سے تنگ آ کر غزنی کے کسی گوشے میں روپوش ہو گئے ہوتے۔ ایسے میں اگر دیکھا جائے تو سب سے زیادہ نقصان لاہور کو پہنچتا کیونکہ آپؒ کے بغیر اس شہر کے حالات ہرگز نہیں سدھر سکتے تھے۔ ایسا ہوتا ہی کیوں؟ قدرت نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جناب سے خزانے عطا ہی اسی لیے کیے تھے کہ دنیا ان سے بہرہ ور ہو اور پھر آپؒ کی پردہ پوشی کے بعد آپؒ کے مزار پُر انوار سے ابدی فیض جاری رہے۔ یہاں ہم صاحبِ وقت کے مصنف محمد نصیب کا بیان قلم بند کرتے ہیں کہ لاہور میں دورانِ تبلیغ آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں۔ ''لاہور میں آمد اور پھر تبلیغ اسلام کوئی آسان کام [نہ] تھا۔ تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور ان دنوں بدھ رسوم کا مرکز تھا۔ برہمنی سامراج نے اپنی مخصوص چالوں سے مہاتما بدھ کو اپنے لاتعداد خداؤں کی فہرست میں ایک بت کی حیثیت سے شامل کر لیا اور اس طرح بدھ مت ہندو دھرم کے ایک فرقے کی حیثیت اختیار کر گیا۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جب لاہور تشریف لائے تو لاہور میں جا بجا مہاتما بدھ مورتی پوجا کے مراکز تھے۔ آپ نے شرک کے ان مراکز میں شمع توحید روشن کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ آپ نے کسی ناموافق اور نامساعد سیاسی و سماجی حالت کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی۔ آپ کی شرافت نفس اور علم و فضل کی کشش

Marfat.com

نے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرلیا اور ہزاروں کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ہزاروں جاہل آپ کے ذریعہ سے عالم، ہزاروں گمراہ روبراہ، ہزاروں دیوانے صاحبِ عقل، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں ریاکار نیکوکار ہو گئے۔''۳ لاہور میں تشریف لائے تو کن حالات کا آپ کو سامنا کرنا پڑا، غلام جیلانی مخدوم ایم۔اے رقم طراز ہیں: ''شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے وارد ہونے پر اس جگہ کے سیاسی حالات بہت خراب تھے''۔ ۴ آگے چل کر لکھتے ہیں'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فریضہ ءتبلیغ شروع کرنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا مگر استقلال کے ساتھ رشد و ہدایت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔'' ۵ صاحبِ حدیقۃ الاولیا مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں: ''انھوں نے لاہور میں آکر ہنگامہ ءفضیلت و مشیخت گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کی تدریس اور رات کو طالبانِ حق کی تلقین ہوتی۔'' ۶

پیر سیّد نصیرالدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی ترجمانی کرتے ہوئے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

شہرِ لاہور پہ کیوں بارشِ انوار نہ ہو
جلوہ گر ہے حَسَنی راج دُلارا، داتاؒ
دل ہوا انوار سے معمور، مقدر جاگیں
جس طرف ہو تری رحمت کا اشارہ داتاؒ ۷

قیام پاکستان میں لاہور کا کردار کیا ہے ذرا سنیئے محمد نصیب کی زبانی: ''قدرت کی کرشمہ سازی سمجھ لیجیے کہ دریائے راوی کی یہی گزرگاہ آج سے تقریباً چالیس برس پہلے [یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے جب یہ کتاب لکھی گئی] قائداعظم کی آماجگاہ بنا جہاں انھوں نے پاکستان کا پرچم لہرایا اور قیام پاکستان کے لیے ایک قرارداد پیش کی اور یہی دریائے راوی

Marfat.com

کا کنارہ ہی تو تھا جہاں سب سے پہلے ہندو نے جو لاہور کا گورنر تھا، حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ قائداعظم نے سچ ہی تو کہا تھا کہ دراصل پاکستان اسی دن ہی قائم ہو گیا تھا جس دن اس برصغیر کے پہلے ہندو نے کلمہ حق پڑھا۔'' ۸

لاہور میں آپ کب تشریف لائے۔۔۔؟ مختلف حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ ۴۳۱ھ کو لاہور میں وارد ہوئے۔ محمد وارث کامل لکھتے ہیں: ''آپؒ ۴۳۱ھ کو دن ڈھلے پورے ڈیڑھ برس کی مسافت کے بعد دریائے راوی کے کنارے پہنچے''۔ ۹ دریا کے جس کنارے پر آپؒ نے آرام فرمایا اس کے مشرق میں لاہور کی آبادی تھی۔ آپؒ نے دریا کے کنارے لاہور کے بیرونی حصہ میں رات بسر کی۔ تحقیقات چشتی کے مصنف نے لکھا ہے: ''حضرت لاہور میں بوقت شب تشریف لائے اور بیرون شہر شب باش ہوئے''۔ ۱۰

لاہور کے باشندوں کو کیا خبر تھی کہ ان کا وہ روحانی پیشوا اسی شہر کے ایک اجاڑ گوشے میں رات گزار رہا ہے، جس کی ہستی پر نہ صرف لاہور کے باشندے بلکہ ان کی آئندہ نسلیں بھی فخر کریں گی۔ لاہور میں آپؒ کا دن ڈھلے پہنچنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت لاہور کی دینی وروحانی زندگی کا آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اب نئے سرے سے اس کی رگ وپے میں زندگی کی روح پھونکی جائے گی اور اس شان سے اس کے بام و در پر انوار کی بارش ہو گی کہ لوگ اس غزنی کے آفتاب کو دیکھ کر چاند تاروں کی چمک دمک کو بھول جائیں گے۔ جب آپؒ صبح سویرے لاہور شہر میں داخل ہوئے تو آپؒ کا خیر مقدم اس اجنبی شہر کے باشندوں نے تو کیا، نسیمِ سحر کے جھونکوں اور اس شہر کی خاک کے ذروں نے کیا ہو گا، ہاتفِ غیبی سے یہ آوازہ بلند ضرور ہوا ہو گا کہ:

Marfat.com

مسندِ دولتِ اقبال کو خالی کردو
آج محفل میں محمد ؐ کا غلام آتا ہے

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آمدِ لاہور کا مقصد گوشہ نشینی نہیں تھا، بلکہ آپؒ تو بقول علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری [11]

کا مصداق بن کر تشریف لائے تھے، اسی لیے آپؒ نے آتے ہی تبلیغی کام کا آغاز کر دیا۔ چند ہی دنوں میں آپؒ کی قیام گاہ پر حق کے متلاشیوں کا تانتا بندھ گیا اور مخلوقِ خدا جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگی۔ چونکہ شروع سے اسلام کا مرکز مسجد ہی رہا ہے اس لیے آپؒ نے تشریف لاتے ہی مسجد کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا اور خود اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد کی تعمیر سے جہاں آپؒ کا مقصد مرکز کا قیام تھا وہاں یہ خواہش بھی کام کر رہی تھی کہ لوگوں کو ارکانِ اسلام کی تعلیم دی جائے اور ان کے اندر وہ روح پھونکی جائے جسے ہم ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح درسِ قرآن و حدیث بھی آپؒ کے اعلیٰ مقاصد میں شامل تھا آپؒ صوفیائے سلف کی طرح دن کا وقت زیادہ تر قرآن و حدیث کے درس میں گزارتے۔ ذاتی مسائل اور پریشانیوں کے حل کے لیے غیر مسلم بھی آپؒ کی طرف رجوع کرتے اور آپؒ ان سے کمالِ شفقت اور دردمندی سے پیش آتے، جس سے غیر مسلم بے حد متاثر ہوتے پھر آپؒ ان پر اسلام کی حقانیت واضح فرما دیتے ور وہ آپؒ کے اخلاق و شرافت اور خلوص سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے چلے جاتے۔ اسرار الاولیا کے مصنف عبدالعزیز چشتی لکھتے ہیں: ''لاہور میں قیام فرمانے کے بعد آپ کچھ عرصہ تک درس دیتے رہے۔ پھر تصنیف و تالیف میں

Marfat.com

مشغول ہو گئے، بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔'' ۱۲ آپؒ کی تبلیغ کے ذریعے قلیل مدت میں ہزاروں جاہل عالم بن گئے۔ وہ لوگ جو فسق و فجور اور اخلاقی فساد کی زنجیروں میں عرصہء دراز سے جکڑے ہوئے تھے، اس مسیحا نفس کی چارہ گری سے رذائل اخلاق سے آزاد ہونے لگے۔

آپؒ کا اصولِ تبلیغ وہی تھا جو سلف صالحین کا تھا کہ پہلے تزکیہ کرتے پھر نفس کے عوارض اور ہوا و ہوس کی گرفت سے لوگوں کو آزاد کراتے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنی کیمیا اثر نگاہ سے ان کے دلوں میں راسخ فرما دیتے اس طرح وہ کل عوام جو کالأ نام تھے۔ آپؒ کے فیضِ صحبت سے ہادی و مقتدیٰ بن گئے۔ سید متین ہاشمی لکھتے ہیں: ''رائے راجو جو مودود ابن مسعود غزنوی کی طرف سے لاہور کا گورنر تھا آپؒ کا زہد و تقوی اور حسنِ اخلاق دیکھ کر آپؒ کے قدموں میں گر پڑا اور آپؒ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو کر ''شیخ ہندی'' کا لقب پایا اور پھر ساری زندگی آپؒ کے آستانے پر بسر کر دی۔ بعض تذکرہ نگاروں کی رائے ہے کہ محکمہ اوقاف میں آنے سے پہلے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے جو لوگ مجاور تھے وہ اسی ''شیخ ہندی'' کی اولاد میں سے تھے'' ۱۳ (واللہ اعلم بالصواب) غرض یہ کہ آپؒ کی عظمت کا چرچا لاہور سے نکل کر پنجاب کے طول و عرض میں پھیلنے لگا اور رفتہ رفتہ بھاٹی دروازے کا ''داتا دربار'' نہ صرف پنجاب بلکہ پورے برعظیم کا روحانی مرکز بن گیا۔ لاہور کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے قدموں کی برکت سے لاہور پورے برعظیم میں تصوف کا مرکز بن گیا۔ صاحب وقت کے مصنف لکھتے ہیں: ''برصغیر میں سب سے پہلا تصوف کا مرکز حضرت داتا گنج بخشؒ نے لاہور میں قائم کیا۔'' ۱۴

المختصر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وہ صاف و شفاف آئینہ ہے جس

Marfat.com

میں آپؒ کا حسن علم و معرفت اور حسنِ عمل اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جھلکتا ہے۔ آپؒ اپنی تعمیر شخصیت کے لیے بکثرت مشائخ کرام کی صحبت کے فیضان سے مستفیض ہوتے ہیں اور پھر اس فیضان علمی و روحانی کو دوسروں تک پہنچانے اور اشاعتِ اسلام کا مقدس فریضہ ادا کرنے کے لیے دور دراز کے سفر کرتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں تبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیتے ہیں کہ جن کے دل اسلام دشمنی کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں لیکن آپ اپنے صدق و صفا، لطف و کرم اور حسنِ خلق سے ادعُ الی سبیل ربك بالحکمة و الموعظة الحسنة ۱۵ کے ارشادِ ربانی کی عملی تفسیر بن کر اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ اپنے آرام و آسائش کی پرواہ کیے بغیر شب و روز کی ان تھک محنت سے دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں اور پھر تائیدِ ایزدی سے اس مقامِ اعلیٰ و ارفع پر فیض ہوتے ہیں کہ آپؒ سے فیض حاصل کرنے والے اس شعر میں آپؒ کی عظیم تبلیغی مساعی اور ملّی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں:

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ نے لاہور کو جو ''قطب ارشاد'' کا درجہ دیا ہے، اصل میں یہ اسی قطب الاقطاب حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: ''فقیر کے نزدیک یہ شہرِ لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب الارشاد کی طرح ہے، اس شہر کی خیر و برکت تمام بلادِ ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔'' ۱۶

بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ان کی داد رسی کرنا انبیاء و اولیا کا شیوہ رہا ہے جس کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی تک جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔ حضرت علی

Marfat.com

ہجویری رحمۃ اللہ کے دربار پُر انوار پر دنیا بھر سے زائرین آتے ہیں، لاہور ہی کا نہیں غالباً یہ دنیا کا واحد دربار ہے جہاں ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس دربار سے کئی سفید پوش بھی لنگر لے کر اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ سات بار اے پی این ایس ایوارڈ اور صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی حاصل کرنے والے ایشیا کے ریکارڈ ساز صحافی جناب رحمت علی رازی نے ایک انٹرویو میں بتایا: ''جب میں صحافت میں آیا تو ان دنوں میں، مَیں مالی پریشانیوں کا شکار تھا۔ تنخواہ کبھی مل جاتی کبھی نہ ملتی۔ اس دوران میں نے اپنے کسی رشتہ دار پر بوجھ بننے کی بجائے یہ کرنا شروع کیا کہ داتاؒ صاحب سے لنگر کھاتا اور ناصر باغ میں جا کر سو جاتا۔'' ؎ جس قدر وسیع پیمانے پر حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار پر لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے حکومتِ وقت کے لیے ایسا کرنا مشکل تو کیا ناممکن بھی ہے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: ''قیام پاکستان کے وقت جو مہاجرین براستہ واہگہ لاہور آئے اور مہاجر کیمپوں میں پناہ گزیں ہوئے، ان کی پرورش حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اس لیے کہ اس وقت حکومتی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے اور افراتفری کے عالم میں یہ ممکن نہ تھا کہ مہاجرین کے کیمپوں میں تین وقت کے کھانے کا انتظام ہوتا۔ جو کام حکومت نہ کر سکی وہ کام حضرت داتاؒ صاحب کی درگاہ کے لنگرے سے ممکن ہوا۔ قیامِ پاکستان کے وقت پکی پکائی دیگوں کا رواج نہ تھا۔ عقیدت مندانِ گنج بخشؒ اپنے اپنے ٹھکانوں سے مختلف اجناس کی دیگیں پکوا کر درگاہ شریف پر نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ درگاہ شریف کے متولیان مہمان زائرین کے لیے ہر روز تین وقت کا لنگر پکواتے تھے، جب مہاجرین آئے تو لنگر وافر مقدار میں پکایا جانے لگا اور سارے کا سارا لنگر مہاجرین کے لیے وقف کر دیا گیا تھا۔ کیمپوں تک پہنچانے کا بندوبست سجادہ نشینانِ حضرت داتا صاحب خوش

Marfat.com

اسلوبی انجام دیتے رہے۔'' ۱۸؎ آج بھی دربارِ داتاؒ پر مخلوق خدا اس بندۂ خدا کی مہمان بنی ہوئی ہے اور حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اس شان سے مہمان نوازی فرماتے ہیں کہ در پہ آنے والا ہر خاص و عام دین و دنیا کے خزانے سمیٹ کر لوٹتا ہے اور دنیا کو یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ:

مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے!
ترا مزاج گدایانہ ہو تو کیا کہیے

اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت علی ہجویریؒ کی ذات کے صدقے، جو لاہور کی سرزمین میں آرام فرما ہے، لاہور کو کسی نہ کسی طرح اس جذبہ کی حقیقت سے آشنا کردے، جو حضرت داتا گنج بخشؒ کو غزنی سے کشاں کشاں لاہور لایا تھا۔

Marfat.com

حیدر رضا

۱۔ محمد نصیب صاحبِ وقت لاہور: محمد نصیب اینڈ سنز صاحبِ وقت پبلی کیشنز طبع اوّل ۱۹۷۹ء ص ۵۸

۲۔ ایضاً ص ۵۹

۳۔ ایضاً ص ۴۰۔۴۱

۴۔ غلام جیلانی مخدوم سیرت گنج بخشؒ لاہور: مکتبہ عالیہ ایبک روڈ اشاعت سوم ۱۹۷۵ء ص ۳۱

۵۔ ایضاً ص ۳۱

۶۔ غلام سرور لاہوری، مفتی حدیقۃ الاولیا لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۹۷۶ء ص ۱۸۲

۷۔ نصیر الدین نصیر، سیّد فیض نسبت اسلام آباد: گولڑہ شریف، مہریہ نصیریہ پبلشرز ۲۰۰۶ء اشاعت سوم ص ۱۶۲۔۱۶۳

۸۔ صاحبِ وقت ص ۱۹

۹۔ (i) محمد وارث کامل داتا گنج بخش سوانحی خاکہ، لاہور: مطبوعاتِ چٹان۔س۔ن ص ۸۲

(ii) محمد اکرام چغتائی داتا صحب لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء ص ۴۳

(iii) ایم اے یزدانی گنج بخش بحیثیت عالم لاہور: ادارہ علوم اسلامیہ س۔ن ص ۴۹

۱۰۔ نور احمد چشتی تحقیقات چشتی لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب مئی

Marfat.com

۱۹۹۳ء ص ۱۶۵

۱۱ فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ کلیاتِ اقبال ،کراچی: اردو بازار ص ۸۴۶

۱۲ عبدالعزیز قریشی اسرار الاولیا کوٹلی (آزاد کشمیر): جامعہ الفردوس خانقاہ درس شریف باراول ۱۹۹۴ء ص ۱۹

۱۳ (i) محمد متین ہاشمی، مولانا سیّد سیّد ہجویر (حضرت علی بن عثمان الجلابی الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ حیات و تعلیمات) لاہور: مرکز معارف اولیاء، محکمہ اوقاف حکومتِ پنجاب طبع اوّل ۱۹۸۵ء ص ۸۸-۱۸۹

(ii) بشیر احمد سعدی سیرت گنج بخش لاہور: نگارشات پبلیشرز ۲۰۰۵ء ص ۱۰۱

۱۴ صاحبِ وقت ص ۹۹

۱۵ القرآن، النحل آیة ۱۲۵

۱۶ جلال الدین ڈیروی سیرت بعد وصال داتا گنج بخش لاہور: رضا پبلی کیشنز، اشاعتِ اوّل مارچ ۲۰۰۴ء ص ۱۸۵

۱۷ ایضاً ۱۷۳

۱۸ ایضاً ۱۷۳

Marfat.com

حضرت داتا صاحب اور اسلام کا ازدواجی نظام

☆ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

مرشدِ لاہور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب تصوف کے ایک باب میں اسلامی نقطۂ نظر سے ازدواجی نظامِ زندگی کے بعض مسائل سے بھی بحث کی ہے اور اس کے ساتھ ہی ضمنی طور پر اپنی ازدواجی زندگی کے حوالے سے بھی بعض انکشافات فرمائے ہیں، ہماری ان گذارشات کا اصل موضوع اور مقصودِ حقیقی تو انہی انکشافات سے مقدور بھر بحث کرنا ہے لیکن ضمنی طور پر حسبِ موقع وضرورت کچھ اور متعلقہ باتیں بھی بیان ہوں گی جو اصل موضوع ومقصود کو سمجھنے سمجھانے میں مدد دے سکتی ہیں۔

داتا پیرؒ نے اپنی ''کشف المحجوب'' کے متعلقہ باب کا عنوان باندھا ہے ''آدابھم فی التزویج والتجرید'' (۱) یعنی شادی کرنے، کروانے یا غیر شادی شدہ رہنے، یا رکھنے کے متعلق صوفیہ کرام کے آداب واصول۔ ''تزویج'' باب تفعیل سے ہے اور اس کے معنی ہیں کسی کی شادی کروا دینا۔ اسی طرح'' تجرید '' بھی تفعیل سے ہے اور اس کے معنی ہیں کسی کو غیر شادی شدہ رکھنا یا رہنے دینا، اس کے علاوہ ''تزوُّج'' (اپنی شادی خود کرنا) اور'' تجرُّد'' (خود کو غیر شادی شدہ رکھنا یا رہنا) بھی مروّج ہیں اور یہ دونوں باب ''تفعل'' سے ہیں، اُردو میں زیادہ تر یہی مستعمل اور مروّج ہیں۔ چنانچہ تجرد کی زندگی غیر شادی شدہ حال والی زندگی کو کہتے ہیں، اس کے مقابلے میں شادی شدہ زندگی کے لیے'' ازدواجی زندگی'' کا استعمال عام ہے، ازدواج (باب افتعال سے) کا مادہ بھی (زوج) ہی ہے اور اس کے معنی ہیں جوڑا بننا اور شادی کرنا۔ (۲)

☆استاذ کرسی ہجویری، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

تجرد کی زندگی ایک مجبوری تو ہوسکتی ہے مگر مستحسن بالکل نہیں ہے، جبکہ ازدواجی زندگی ایک مستحسن فعل، ایک فطری تقاضا، ایک معاشرتی ضرورت اور دینی واخلاقی نظام اورنوعِ انسانی کی مصلحت ہے۔

انسانی نوع کی بقاء (دیگر انواعِ حیوان کی طرح) نسل کشی (نسل بڑھانا) پر موقوف ہے لیکن معاشرتی زندگی گذارنے کے لیے ایک مرداورایک عورت کا شادی کرنااورمیاں بیوی بن کر رہنااورانسانی نسل کشی میں اپنا جائز کردارادا کرنا اسلام میں ایک دینی واخلاقی نظام اور مصلحت اور معاشرتی ذمہ داری بھی ہے، تا کہ انسان کا بچہ ددھیال اورنھیال کے رشتوں والا ہونے پر خوش ہواوراس پر فخر بھی محسوس اوراس پر سکے۔ اللہ ربّ العزت کوانسان کے اشرف المخلوقات ہونے پر تو ناز ہے ہی کہ اس نے اسے ''احسن تقویم'' (۳) میں ڈھالا ہے مگر ذاتِ باری کواس بات پر بھی تو فخر ہے کہ اس نے انسان کو (دیگر جانوروں کے برعکس) نسب (دھدھیال والا ہونا) اور'' صِھرٌ'' (سسرال اورنھیال والا ہونا) کا اعزاز بھی بخشتا ہے۔ (۴) یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ انسانی بچہ دھدھیالی اورنھیالی رشتوں سے نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ ان پر فخر بھی کرتا ہے، اس کے برعکس کسی اورمخلوق کے بچے کواپنے دادادادی یا نانانانی کا پتہ تک بھی نہیں ہوتا بلکہ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کا باپ تو رہا ایک طرف، وہ تو اپنی ماں کو بھی بھول جاتا ہے۔ انسان کے اسی ''نسب'' اور''صہر'' کے رشتوں کے تقدس اورعظمت کے متعلق اللہ ربّ العزت نے بڑی شان سے فرمایا ہے:

''هُوَ الَّذِی خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَه' نَسَباً وَصِهرًا وَكَانَ رَبُّکَ قَدِیراً. (۵)

''اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہیں جس نے انسان کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا، پھر اس کا سلسلہ نسب اور رشتہء صہر بنایا، اور تیرا ربّ تو بڑی قدرت والا ہے!''

Marfat.com

حکمتِ ربانی کا تقاضا یہ تھا کہ اللہ کی یہ سرزمین ایک بارونق اور پرکشش جگہ بلکہ جنت ارضی بن جائے اور یہ کام صرف حضرتِ انسان ہی نے انجام دینا تھا۔ چنانچہ انسانوں کے باہمی میل جول اور تعاون والی زندگی سے انسانی معاشرہ وجود میں آیا اور اس معاشرتی عمارت کی خشتِ اوّل تھی خاندان یا گھرانہ۔ جہاں ایک عورت اور ایک مرد اس عمارت کی تعمیر کو اٹھاتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ بالآخر اللہ کی یہ سرزمین آج بستی، اور پھر خطہ سے آگے نکل کر پورے روئے زمین کو ایک گھرانہ بنا دیا گیا ہے اور عالمی بستی کا یہ تصور سب سے پہلے قرآن کریم نے دیا مگر لوٹ مار کا بازار بنانے کے لیے نہیں بلکہ باہمی تعاون و ہمدردی کا ایک حسین و پُرسکون انسانی گہوارہ بنانے کے لیے، کتاب وسنت کے حاصل مطالعہ کا جوہر اور مجموعی تاثر یہی ہے۔ قرآن کریم نے توحیدِ ربانی اور وحدتِ نسل انسانی کے عقیدۂ ایمانی کو ایک ساتھ ہی ذکر کر کے رُوئے زمین پر بسنے والی انسانیت کی برادری، برابری، باہمی ہمدردی وتعاون اور ایک دوسرے کے کام آنے، سب کے درد کو اپنا درد سمجھنے اور سب کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کو نہ صرف منوایا ہے بلکہ آج کے اس آنے والے وقت کے متعلق پیشین گوئی بھی کر دی گئی تھی جب یہ فرمایا گیا تھا کہ:

> ''اے انسانو! صرف اپنے اس ربّ سے ڈرتے رہنا جس نے تمہیں ایک جان یعنی نفسِ واحدہ سے پیدا کیا، اور اسی نفس واحدہ سے اس کے جوڑ یعنی زوجہ یا رفیقہ زندگی کو بھی پیدا کیا، پھر اسی (آدم وحواء) کے جوڑے سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو روئے زمین پر پھیلا دیا!''(۶)

بلبل شیراز نے بھی تو یہ کہہ کر اسلام کی یہی شان بڑی خوبی کے ساتھ اجاگر فرمائی ہے کہ:(۷)

بنی آدم اعضائے یکدیگرند — که در آفرینش زیک جوهرند

Marfat.com

چو عضوے بدرد آورد روزگار — دیگر عضو ھارا نماند قرار
تو کز محنتِ دیگراں بے غمی — نشایدکه نامت نهند آدمی!

لیکن تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بہت سے انسانی مذاہب اور معاشروں میں صنفِ نازک کو نہ صرف تشدد اور ظلم کا نشانہ بنایا گیا بلکہ اسے نحوست اور گناہ کا سرچشمہ بھی بتایا گیا اور آج بھی مشرق و مغرب میں مردانہ غلبہ والے انسانی معاشروں کا یہی رنگ ڈھنگ ہے۔ اسلام اِس خیال اور اس رَوِش کو یکسر مسترد کرتا ہے، کیونکہ اس رَوِش کی اصل وحشی، پسماندہ اور بے انصاف معاشرے ہیں جہاں طاقت ہی درست اور حق بجانب سمجھی جاتی ہے اور طاقتور کے ہاتھوں ضعیف اور کمزور کو ظلم اور حق تلفی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، عورت بیچاری کمزور جان کر مردوں کے ہاتھوں ستائی جاتی رہی ہے اور ستائی جارہی ہے، حالانکہ اسلام نے عورت کے چار رشتوں (ماں، بہن، بیٹی، اور بیوی) کو مانا اور ان کے تقدس اور عظمت کو بھی منوایا ہے۔ مرد کی طرح عورت کے بھی حقوق و فرائض منوائے ہیں (ولَهُنَّ مثل الذی عَلَيْهِنَّ) (۸) اور بیوی اور شوہر کو ایک دوسرے کا لباس مان کر دونوں میں باہمی عزت، وقار اور حفاظت کی ضمانت بھی دی ہے (هن لباس لكم وانتم لباس لهن) (۹) اور ازدواجی عمارت کی بنیاد باہمی مَوَدّت، محبت اور ہمدردی کو بنایا گیا۔ اور اس باب میں ذات پات، غلام اور آزاد یا رنگ و نسل کی تفریق کو بھی مٹا دیا گیا ہے اسلام نے عورت کو محض عورت ہونے کے سبب یعنی جنس عورت کو بدی و نحوست یا پلیدی کا سرچشمہ قرار دینے کو بھی ایک باطل تصور ٹھہرا کر مسترد کر دیا ہے۔ اس کے بجائے انفرادی طور پر بعض عورتیں بُری ہو سکتی ہیں یا نیک، بالکل جیسے انفرادی طور پر بعض مرد بھی بُرے یا نیک ہو سکتے ہیں! (۱۰)

اہل تصوف پر تہمت ہے کہ وہ ازدواجی زندگی سے بھاگتے اور نتیجہ کے طور پر کشمکشِ زندگی سے فرار کے قائل ہیں۔ یہ کہنا بھی ان پر تہمت ہی کے مترادف ہے کہ وہ عورت کو بدی، نحوست یا شر و فساد کا سرچشمہ مانتے ہیں! (۱۱) بلکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے تھے (مگر اب نہیں ہوتے الا ماشاءاللہ!) جو خوفِ خدا اور حُبِّ الٰہی میں اس قدر فنا ہوتے تھے کہ وہ علائق دنیا سے بے نیاز، اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو عبادت و ذکر اللہ اور خوف و حُبِّ الٰہی میں رکاوٹ جانتے تھے۔ اس راہ میں حائل دیگر رکاوٹوں کی طرح اس رکاوٹ (شادی) سے بھی سبکدوش رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ (۱۲) اسلام کا ازدواجی نظامِ زندگی چونکہ نوعِ انسانی کی بقاء، ارتقاء اور عملی جدوجہد سے دنیا و آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کا ضامن و علمبردار ہے (۱۳) اور اللہ ربّ العزت کی کبریائی کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے قرآن کریم اس ازدواجی نظامِ زندگی کے متعلق بہت واضح احکام اور ہدایات مہیا کرتا ہے، ان احکام و ہدایات میں سے کچھ تو حضرت داتا پیرؒ نے پیش فرمادی ہیں۔ (۱۴) اس لیے یہاں ان کا اعادہ تو تحصیل حاصل کے ضمن میں آتا ہے تاہم کچھ مزید احکام و ہدایاتِ قرآنی سے آگاہی فائدہ سے خالی نہیں ہوگی۔

کتابِ عزیز جہاں میاں بیوی میں ہمدردی اور مساوات کو ایک دوسرے کے لیے احترام و وقار کا لباس قرار دیتی ہے، وہاں یہ بھی ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْف" (۱۵) "معروف اور جانے پہچانے طریقہ سے عورتوں کے حقوق بھی ایسے ہی ہیں جیسے ان کے فرائض ہیں۔" (گویا عورت کے بھی حقوق اور فرائض اسی طرح ہی ہیں جس طرح مرد کے حقوق اور فرائض ہیں یا یوں سمجھ لیجئے کہ جو مرد کے فرائض ہیں وہ عورت کے حقوق ہیں، اور جو عورت کے فرائض ہیں وہی مرد کے حقوق ہیں)۔

عملی زندگی میں ازرُوئے قرآن کریم مرد اور عورت میں برابری اور مساوات ہے، یہ زندگی خواہ اس دنیا کی ہو یا آخرت کی، اللہ تعالیٰ کا ہر مرد و عورت سے یہ وعدہ ہے کہ:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّه'

Marfat.com

حَیٰوۃً طَیِّبَۃً، وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ." (١٦)

"جو بھی اچھا عمل کرتا ہے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو پھر ہم اسے یقیناً بلا امتیاز پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے اور ہم یقیناً انہیں ان کے اعمال کا بہترین اجر دیں گے۔"

حقوق و فرائض میں مرد و عورت کی یہ برابری ہی حقیقی برابری اور مساوات ہے، اسلامی معاشرہ کے ہر مرد و عورت کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ازدواجی نظامِ زندگی میں اس ہمسری اور برابری کے اعتراف سے معاشرتی زندگی میں وہ توازن و اعتدال پیدا ہوتا ہے جس سے گھریلو زندگی ایسی جنت بن جاتی ہے جس میں سکون و اطمینان، راحت و آرام، مودّت و رحمت اور ایثار و قربانی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، ایسے پُرسکون اور اطمینان بخش ماحول میں پروان چڑھنے والی انسانی نسل ہی ایک زندہ قوم کا رُوپ اختیار کر سکتی ہے، ایسے ہی ماحول اور ازدواجی زندگی کی ایسی ہی فضا کی طرف قرآن کریم متوجہ کرتا ہے اور اس ماحول و فضا کو اللہ تعالیٰ کی آیت اور کرشمہ سازی سے تعبیر کرتا ہے:

وَمِنْ آیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجاً لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَوَدَّۃً وَرَحْمَۃً، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُوْنَ. (١٧)

"اللہ ربّ العزت کی کرشمہ سازیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے جوڑے بنائے ہیں تا کہ تم ان سے راحت و تسکین پاؤ، اور تمہارے باہمی تعلقات کی بنیاد مودّت و رحمت پر رکھی گئی ہے، اس سب سلسلے میں سوچ سمجھ سے کام لینے والوں کے لیے نشانیاں ہیں!"

Marfat.com

ازدواجی رشتے محض دنیا داروں کے چونچلے نہیں ہیں، بلکہ یہ بڑے پاکیزہ اور مقدس معاملات ہیں، ان معاملات اور رشتوں کے تقدس اور پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ حضرت محمد ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام اور اولوالعزم رسولوں نے بھی یہی رستہ اختیار کیا۔ انہوں نے بھی شادیاں کیں اور وہ بھی صاحبِ اولاد ہوئے:

''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّ ذُرِّیَّةً ۔'' (۱۸)

"اے محبوب پیغمبر ﷺ! ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے تھے اور ان کے لیے بیویاں تھیں اور انہیں ہم نے اولاد بھی عطا فرمائی!''

اس نظام سے مقصودِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ بقائے نسل انسانی اور انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقاء کا تقاضا پورا ہو، (۱۹) انسانی معاشروں میں ایک ایسا ازدواجی نظامِ زندگی جاری وساری ہو جائے جس سے یہ رُوئے زمین پُر رونق وآباد ہو جائے، زندگی ایک ایسا رنگ اختیار کرلے جس میں کشش ہو، راحت وآرام ہو، انسان ایک دوسرے کے کام آئیں۔ یہ رنگ تبھی ممکن ہے جب انسانی معاشرہ کی خشتِ اول، گھرانہ یا خاندان، اپنا مطلوبہ بنیادی کردار ادا کر سکے، اسی لیے قرآن کریم نے اہل ایمان کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ اپنے ربّ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ ۔ (۲۰)

''اے ہمارے ربّ! ہمیں ایسے جوڑ (میاں یا بیوی) اور ایسی اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ثابت ہوں!''

اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ''دنیا کا بہترین ساز وسامان نیک بیوی ہے!'' (۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی قولی اور عملی سنت ازدواجی نظامِ زندگی کے ضمن میں جہاں

Marfat.com

توازن واعتدال کے لیے رہنمائی کرتی ہے وہاں اس میں ایک واضح صراط مستقیم بھی موجود ہے جہاں زندگی کی کشمکش سے راہ فرار اختیار کرنے کے بجائے زندگی کے تلخ حقائق کا مردانہ وار سامنا کرنے کی بھی تلقین ہے، چنانچہ نوجوانانِ ملت سے خطاب کرتے ہوئے ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (۲۲)

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو اپنے اندر نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اسے شادی کرلینا چاہیے کیونکہ شادی سے نگاہ نیچی ہوجاتی ہے، برائی سے بچنے کا سامان ہوجاتا ہے، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہوتو وہ پھر روزے رکھا کرے کیونکہ یہ روزہ شہوانی قوت کو دبا دیتا ہے۔''

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ زُہد وعبادت کی طرف میلان رکھتے تھے، انہوں نے ایک موقع پر ترکِ دنیا اور راہبانہ زندگی کی خواہش ظاہر کی مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سے منع کر دیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر حاضر تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان بن مظعونؓ کو اس کی اجازت فرما دیتے تو ہم سب کے سب اپنی مردانہ قوت ضائع کرکے راہبانہ زندگی اختیار کرلیتے۔ (۲۳) دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ خوفِ خدا اور تقویٰ سے متصف ہوں مگر میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، تو اب جو میری سنت سے رغبت نہیں رکھتا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (۲۴) رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع

Marfat.com

پر شادی کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

''مَنْ نَكَحَ لِلّٰهِ وأَنْكَحَ لِلّٰهِ اسْتَحَقَّ وِلَايَةَ اللّٰه.'' (۲۵)

''جس نے صرف اللہ کے لیے نکاح کیا اور صرف اللہ کے لیے کسی کا نکاح کروایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور محبت کا حق دار بن گیا۔''

گویا شادی کرنا یا کسی کی شادی کروا دینا اولیاء اللہ کا کام ہے قرآن کریم اور ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں عورت اور مرد کے حقوق و فرائض کے ضمن میں نہایت معقول، متوازن اور اعتدال پسندانہ موقف اختیار کیا گیا ہے، خصوصاً مرد و زن کے درمیان مساوات اور برابری کی تاکید اور تائید تو بے حد نمایاں، قابل قدر اور قابل توجہ و اہتمام کی بات بھی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں عورت کے حسنِ کردار کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اسے سراہا بھی گیا ہے، اسی لیے مسلمان صوفیہ نے بھی عورت کی عزت و احترام کے ضمن میں انتہا پسندی کے بجائے اعتدال پسندی کا رویہ اپنایا ہے، اور عورت کی تحقیر یا اس سے نفرت مسلمان صوفیہ کرام کا مسلک ہرگز نہیں ہے سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کتاب و سنت کی دل و جان سے پابندی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے عورت کے اس مرتبہ و مقام کا کیسے انکار کر سکتے ہیں جو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے، یا وہ اس ہستی کی تحقیر کیونکر کر سکتے ہیں جس نے تمام انبیاء اور رسولوں کو جنم دیا بلکہ خود ان اولیاء اور صوفیوں کو بھی جنم دیا، پرورش کی اور ان کی تعلیم و تربیت کا مقدس فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ کتاب و سنت سے تو نہ صرف اس کے حقوق و فرائض واضح ہیں بلکہ اس کے مرتبہ و مقام کے بھی گن گائے گئے ہیں! مسلمان عورت کے ان حقوق و فرائض اور اس مرتبہ و مقام کا منکر تو گویا اللہ تعالیٰ کی شریعت کا منکر ہے اور صوفیہ کرام تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

قرآنِ کریم کے بعد اسلامی شریعت اور قانون سازی یا تشریع میں ارشادات و

Marfat.com

اقداماتِ نبویہ، علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا درجہ ہے، چنانچہ کتبِ سیرت وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی ہوتی یا وعظ وارشاد کی مجالس کا موقع ہوتا، تو ان میں مرد اور خواتین سب بلا روک ٹوک شریک ہوتے تھے، البتہ رسول اللہ ﷺ نے سنتِ خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے خواتین صحابیات کو مردوں کے پیچھے کھڑا ہونے اور بیٹھنے کا حکم دے رکھا تھا، مگر اس طرح ایک تو وہ رسول اللہ ﷺ سے دُور فاصلے پر رہ جاتی تھیں، دوسرے وہ اپنے شوہروں، باپوں، بھائیوں اور بیٹوں کی موجودگی میں آواز بلند کرنے یا کچھ پوچھنے سے بھی جھجکتی تھیں، اسی لیے خواتین کی درخواست پر آپ نے فرمایا تھا کہ ہفتہ بھر کے چھ دنوں کے دوران میں تو آپ مردوں کے ساتھ ساتھ میری گفتگو میں شریک ہوتی ہی رہیں گی لیکن ساتواں دن جو دراصل فراغت کا دن ہوتا ہے اس دن صرف خواتین ہی میرے وعظ وارشاد میں شریک ہوا کریں گی۔۔۔ یوں خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ ﷺ نے سات دن اور مردوں کے لیے صرف چھ دن رکھے ہوئے تھے۔(۲۶) اس سے آپ ﷺ کی نظر میں عورت کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور اس کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ کا پیغامِ نبوی بھی ملتا ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورت کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ کا پیغامِ نبوی بھی ملتا ہے، حجۃ الوداع کے خطبہ کے آخر میں بھی آپ ﷺ نے خواتین کے تحفظ اور سرپرستی کے لیے خصوصی حکم فرمایا تھا۔

یوں گویا قرآن وحدیث سے ابھرنے والی صائب اور تعمیری فکرِ اسلامی نے نہ صرف یہ کہ مسلم معاشرہ میں عورت کے مرتبہ ومقام کو اہمیت دی اور اس کے تعمیری کردار کا اعتراف کیا بلکہ ظہورِ اسلام سے پہلے کے تاریخی ادوار میں مسلمان عورت (جی ہاں وہ خواتین جو توحید ورسالت پر ایمان لائیں اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئیں خواہ ابراہیم و یعقوب علیہما السلام پر یا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر وہ سب کی سب خدا کی مطیع، سرِ تسلیم خم کرنے والی تھیں اور سب کی سب مسلم خواتین ہی تھیں کیونکہ اسلام کے معنی ہی اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

فرمان بردار ہونا اور اس کے پیغامِ حق کو ماننا ہے ''مسلم'' کا بھی یہی مطلب ہے!؟) کے تاریخ ساز کردار کو بھی کتاب وسنت نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ان کی عظمت کو بھی مانا اور منوایا ہے، ان میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات حضرت سارہ والدہ سیدنا اسحاق اور حضرت ھاجرہ والدہ سیدنا اسماعیل علیہم السلام کا حسن عمل اور تاریخ ساز کردار اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی مومن ومسلم خواتین کے لیے باعث عبرت اور سبق آموز ہے، (۲۷) حضرت آسیہ زوجۂ فرعون جن کی شفقت ومحبت کے زیرِ سایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن اور جوانی گزری (۲۸)، اسی طرح تخلیق ربانی کے اعجاز کا وسیلہ بننے والی اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی ماں بننے کے لیے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنے والی، ایمان وحسنِ عمل کے ساتھ ہمت وعزیمت کا عملی مظاہرہ کرنے والی حضرت مریم بنت عمران نے بھی تاریخ ساز عملی کردار ادا کیا ہے۔ فرشتہ یا نبی نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز میں ان ہر دو مسلم خواتین، حضرت آسیہ اور حضرت مریم، کو نیک خواتین کے لیے ضرب المثل نمونہ عمل یا رول ماڈل قرار دیا ہے۔ (۲۹) ان کے علاوہ حضرت بلقیس ''ملکۂ سبا'' ملکِ یمن کی ملکہ اور حکمران ہوتے ہوئے شرک وبت پرستی سے نہ صرف خود توبہ کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لائیں بلکہ اپنی قوم اور رعایا کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دیا، وہ ایک دانا وبینا خاتون تھیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے حکمت بھرے اقوال کو وحی قرآنی کا حصہ اور حکمت ودانائی کے نمونے کے طور پر ذکر کیا ہے، جو حکومت وسیاست کے اسرار ورموز میں شمار ہونے کے قابل ہیں (۳۰)!

عورت کی حقیقی عظمت اور آزادی کے اصل علمبردار تو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، عرب دنیا کی جاہل اور پسماندہ ترین قوم تھے اور عورت کے متعلق ان کا رویہ اور سوچ ناقابل بیان ہے مگر ان تاریک زمانوں میں بھی ایسی اُجڈ قوم سے عورت کا حق وراثت وملکیت منوانا اور اسے مرد کے مساوی وہمسر قرار دینا نہ صرف ایک بہت بڑا انقلابی

Marfat.com

قدم تھا بلکہ تاریخ میں آج تک عورت کو نہ یہ مقام کبھی دیا گیا تھا اور نہ آج تک کہیں اور اسے مل سکا ہے۔ جو کچھ حوا کی بیٹی کو شریعتِ مصطفیٰ ﷺ نے عطا کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی اسے کسی اَور نے نہیں دیا (جو کچھ ہمارے مسلمان معاشرے عورت کے ساتھ بدسلوکی کر رہے ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ اسلام کی پابندیوں میں تو بڑھا چڑھا کر عورت کو جکڑتے رہتے ہیں مگر اسے وہ حقوق نہیں دلاتے جو مصطفیٰ ﷺ نے دیے ہیں!) عورت عہدِ رسالت میں مسلمان مرد کے برابر اور شانہ بشانہ حسنِ کارکردگی میں مساوی نظر آتی ہے۔ سوشل سروس میں، غزوات کے موقع پر میڈیکل خدمات میں بھی خواتین کا حصہ تھا، حتیٰ کہ دفاعِ وطن کے کام بھی رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے سپرد فرمائے (۳۱)۔ غزوۂ اُحد میں تو اَماں عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مجاہدین کو پانی پلاتی ہوئی نظر آتی ہیں (آپؓ نے تو جنگِ جمل میں لشکر کی قیادت بھی فرمائی تھی!) صلح حدیبیہ کے موقع پر اَماں اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے صائب و حکیمانہ مشورہ سے تو رسول اللہ ﷺ ایک بحران کو حل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے، آپ ﷺ نے تو دو بچیوں کی تعلیم و تربیت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ داخل ہونے کی بشارت بھی دی ہے!

یہ تو تھیں چند تمہیدی باتیں جو ہمارے موضوع سے گہرا تعلق رکھتی ہیں اور اسے سمجھنے میں یقیناً مفید اور معاون ثابت ہوں گی، اب کچھ ان صوفیہ کرام کے احوال و اقوال کو بھی دیکھ لیتے ہیں جو حضرت داتا صاحبؒ سے پہلے تھے، آپؒ کے معاصر تھے یا جو بعد میں آئے۔ اس کے بعد "کشف المحجوب" کے متعلقہ باب کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ حضرت داتا صاحبؒ کی باتیں سننے کے بعد ان کے بعض تذکرہ نگاروں کی باتیں بھی سننا ہوں گی اور پھر اس اہم موضوع پر ہم بھی کچھ گذارشات پیش کریں گے، ان شاءاللہ!!۔

اس ضمن میں حضرت داتا صاحبؒ سے پہلے اور بعد والے صوفیہ کرام کی آراء کو پیش نظر رکھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہو گا کیونکہ کشف المحجوب کے مصادر

Marfat.com

میں جہاں سرفہرست کتاب وسنت (قرآن کریم اور صحیح احادیث) ہیں وہاں مرشدِ لاہورؒ کے عہد میں مروّجہ کتب اسلامی علوم اور کتبِ تصوف وغیرہ بھی شامل رہی ہیں، شیخ ابونصر سراج، صاحبِ کتابُ اللمع، کلاباذی صاحبِ کتابُ التعرف تو حضرت کے پیش رو ہیں مگر شیخ قشیریؒ صاحبِ رسالہ قشیریہ تو آپؒ کے معاصر ہیں ان سب سے حضرت نے جگہ جگہ حوالے بھی دیئے ہیں۔ امام غزالی، ابوطالب مکی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کو پڑھیں تو بھی یہی اندازہ ہوگا کہ وہ بھی حضرت داتا پیرؒ اور ان کے پیش رَو بزرگوں سے پوری طرح ہم آہنگ اور متفق دکھائی دیتے ہیں، ان بزرگوں میں سے شیخ سراجؒ نے مسائلِ تصوف پر مختصر سہی مگر بڑے جچے تلے اور خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی ہے، یہی صورت حال کشف المحجوب میں بھی نظر آتی ہے، شیخ سراجؒ نے متاھل معاشرتی زندگی کے متعلق صوفیہ کرام کا طرزِ عمل اور موقف واضح کرنے کے لیے "کتاب اللمع" (۳۲) کا جو متعلقہ باب باندھا ہے اس کا عنوان ہے "تربیتِ اولاد اور تزوتج کے آداب" اور وہ ابوسعید اعرابی کے حوالے سے ایک بزرگ صوفی ابواحمد مصعب بن احمد قلانسی کی اتفاقیہ شادی کے واقعہ سے بات شروع کرتے ہیں۔ ان (قلانسی) کے ایک دوست کی بیٹی کا رشتہ ایک جوان سے طے تھا مگر عین نکاح کے وقت کسی وجہ سے دولہا نے عقدِ نکاح سے انکار کر دیا تو قلانسی نے اپنے غمزدہ و پریشان دوست کا دل رکھنے اور اسے مشکل سے نکالنے کے لیے خود کو نکاح کے لیے پیش کر دیا، دوست نے ابواحمد قلانسی کا ماتھا چوما اور بصد خوشی اپنی بیٹی کو قلانسی کے نکاح میں دے دیا لیکن وہ خاتون پورے تیس سال ان کے ساتھ رہی مگر کنواری کی کنواری ہی رہی!

بظاہر اس واقعہ کا تعلق تربیتِ اولاد سے ہے اور نہ یہ کوئی اچھی ازدواجی زندگی کی علامت ہے، مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ شاید اس لڑکی میں کوئی جسمانی عیب تھا (آنکھ، کان، ہاتھ یا پاؤں کا نہ ہونا) اور باپ اپنی بیماری یا کسی اور مجبوری کے باعث بیٹی کی ذمہ داری

Marfat.com

سے فوری طور سبکدوش ہونا چاہتا تھا اور دولہا کا انکار باپ بیٹی دونوں کے لیے ایک شدید صدمہ تھا، اس لیے شیخ قلانسی نے اپنے دوست کا صدمہ کم کرنے کے لیے ذمہ داری اٹھالی۔ شادی کے اہم مقاصد تین ہی ہوتے ہیں: ایک منکوحہ عورت کی معاشی ذمہ داری، دوسرے احصان یعنی معاشرتی تحفظ اور ذمہ داری اور تیسرے اولاد۔ پہلی دو ذمہ داریاں شیخ قلانسی نے بطریق احسن نبھادیں، مگر تیسرا مقصد نہ شیخ کا تھا اور غالباً نہ منکوحہ لڑکی اس کے قابل تھی۔ مثلاً ہوسکتا ہے کہ لڑکی کی جسمانی صحت یا کوئی اور عیب بچے کی ولادت یا تربیت کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہو اور لڑکی کے لیے مشکلات کا سبب بھی ہو۔ اسلام میں شادی کا مقصد محض شہوت رانی یا نطفہ پاشی نہیں ہے۔ بلاشبہ جماع ایک فطری ضرورت ہے لیکن یہ ضرورت پوری کرنا اگر عورت کو مشکلات کی دنیا میں دھکیل دیتا ہو، تو مرد کا صبر کرنا اور عورت کو احصان (عصمت کی حفاظت و پاکدامنی) کا تحفظ دے دینا اور معاشی بوجھ اٹھالینا ہی قابل ستائش ہے۔

حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، نے اس باب میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، اس کا لب لباب یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ: (۳۳)

ا۔ اسلامی تعلیمات، خصوصاً کتاب وسنت، کی رُو سے عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے فتنہ، فساد یا برائی کی جڑ سمجھنا بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ''جس شخص نے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، نیک اعمال کیے جبکہ ان میں سے ہر ایک ایمان کی دولت بھی رکھتا ہو، تو ایسے مرد اور ایسی عورت کو ہم ہر صورت آخرت میں پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے۔'' (۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے تو عورت کی عزت اور حقوق کے تحفظ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی نہ پہلے کہیں مثال تھی، نہ آج ہے اور نہ اس کی نظیر لائی جا سکتی ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ عورت کسی نہ کسی مرد کی تو سگی بہن ہوتی ہے (النساء شقائق الرجال

Marfat.com

یعنی عورتیں تو مردوں کی سگی بہنیں ہیں)(۳۵)۔قرآن کریم میں عورت اور مرد کے حقوق و فرائض ایک جیسے ہیں اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے عزت والا لباس بھی ہیں، آپ نے عورت کو بھی خوشبو اور آنکھوں کے لیے نماز کی ٹھنڈک کے برابر درجہ دیتے ہوئے ذکر فرمایا ہے۔(۳۶)

۲۔ عورت اور اولاد کو جو فتنہ کہا گیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت اور اولاد انسان کے لیے کشش اور امتحان کا باعث ہوتے ہیں لیکن یہاں فتنہ کا مفہوم (فساد، برائی) وہ نہیں جو اُردو زبان اور ہماری دیگر پاکستانی زبانوں میں عام ہو گیا ہے بلکہ فتنہ کا مفہوم یہ ہے کہ عورت اور اولاد کشش اور آزمائش کا باعث ہوتے ہیں، اور بعض صوفیہ نے بھی عورت کی اس کشش کو صرف اس لیے ناپسند کیا ہے کہ انسان کو خدا سے غافل بنا دیتی ہیں اور بس!(۳۷)

شیخ ابونصرؒ نے حضرت بشر بن حارثؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل وعیال کی ذمہ داری اور تحفظ کرنا مجھے کوتوال بنا دے گا۔حضرت ابراہیم بن ادہمؒ یہ کہتے تھے کہ صوفی شادی کر کے گویا کشتی میں سوار ہو جاتا ہے اور جب اولاد ہو جائے تو گویا وہ غرق ہو گیا،(۳۸) لیکن یہ صوفیہ کی عورت سے نفرت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ وہ شادی کرنے کو حُبِّ الٰہی اور ذکر اللہ سے محرومی اور دُوری کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں نہ یہ کہ وہ جنس عورت سے نفرت کرتے ہیں یا اس کی حقارت کے قائل ہیں!(۳۹)

شیخ سراج علیہ الرحمہ نے ایک صوفی حضرت ابوشعیب براثی کا عبرت آموز قصہ بھی بیان کیا ہے لکھا ہے کہ ایک امیر عورت ان کے صوفیانہ وعظ اور اقوال سنتی تھی، ایک روز وہ ان کی جھونپڑی میں آئی اور ان کی خدمت اور زوجیت میں قبول کیئے جانے کی درخواست کی، شادی کے بعد جب وہ دوبارہ ان کی جھونپڑی کے اندر آئی تو یہ کہہ کر سونے والی چٹائی بھی اٹھوا دی کہ یہ ہمارے اور خاک کے درمیان حائل ہو گی اور آپ نے تو فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

''زمین انسان سے ہر روز کہتی ہے کہ آج تو تُو نے بچھونے سے اپنے جسم کو مجھ سے دُور کر رکھا ہے مگر کل موت کے بعد تو نے میرے پیٹ میں ہی آ کر سمانا ہے!'' اس کے بعد وہ میاں بیوی تمام عمر اسی جھونپڑی کے اندر زُھد وعبادت میں ہی مشغول رہے!(۴۰) تو صوفیہ کی دنیا میں عورت کا مرتبہ یہ بھی ہے، حضرت رابعہ بصریؒ بھی تو ایک صوفیہ تھیں، امام حسن بصریؒ سمیت تمام صوفی بلکہ تمام مسلمان ان کی عظمت وتقدس کے قائل تھے اور آج بھی ہیں!

یہاں مرشدِ لاہور، سید ابوالحسن علی بن عثمان، رحمۃ اللہ علیہ، کے نادرۂ روزگار و عظیم القدر صحیفۂ تصوفِ اسلامی ''کشف المحجوب'' کا یہ باب افادیت کے لحاظ سے بہت اہم، معنوی اعتبار سے منفرد مگر اسلوب بیان اور حسن ترتیب کے نقطہ نظر سے بھی بے حد دلچسپ ہے۔ یہاں حضرت داتا، علیہ الرحمہ، واقعی فیض عام یعنی اسلام کے گنج بخش، شریعت کے ایک ہنرمند ترجمان اور وعظ وابلاغ کے ایک باکمال مصلح نظر آتے ہیں، گویا قدرتِ کلام اور ندرتِ بیان کے مالک ایک ماہر استاذ اور جگر سوز معلم ہیں جو اپنی بات کو اپنے قاری یا اپنے شاگرد کے دل میں اتار کر اس کے دماغ کو روشن کرنے کے بعد اپنی بات کا قائل بھی کرنا چاہتے ہیں!

حضرتؒ کے اس بیان کو پڑھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ ہم اکیسویں صدی عیسوی کے کسی بلند پایہ مسلمان دانشور اور منجھے ہوئے یونیورسٹی پروفیسر کی آسان، عام فہم اور مؤثر تحریر پڑھ رہے ہیں یا زانوئے ادب تہہ کر کے اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے دل و دماغ میں اتر جانے والا پُر مغز اور دلچسپ لیکچر سن رہے ہیں۔ مجھے فارسی شیریں کے اسالیبِ نگارش کی مہارت کا دعویٰ تو نہیں ہے مگر عطار، حافظ اور سعدی کی خوشہ چینی کے بعد مجھے بیدل جامی اور امیر خسرو کی روحانی شاگردی کا بھی کچھ شرف ضرور حاصل رہا ہے، اس لیے یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ اس باب میں شامل مواد کو حسنِ ترتیب اور جمالِ اسلوب کے

Marfat.com

ساتھ پیش کرنے والا انتہائی ذہانت اور خداداد قابلیت کا مالک ہے جو زبان پہلوی نہ سہی مگر سبک خراسانی کا تو ایک ایسا ادیب ہے جو غزنوی دَور کے ان ادباء وشعراء کی جماعت کا سرخیل ہے، جو ''ذوی لسانین'' (دَوزبانوں۔عربی وفارسی پر بیک وقت قادر ہوتے تھے) میں سے ہے اس باب کی تفاصیل پڑھنے والا، ان کے حسن ترتیب و جمالِ بیان پر نظر رکھنے والا ہر منصف مزاج فارسی دان اس دعوے کی تصدیق وتائید کرے گا اور مرشد لاہورؒ کے اس جمال وکمال کو خراج تحسین پیش کرنے میں یقیناً ہمارا ساتھ دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ داتا پیرؒ کے اس حسن تحریر اور اندازِ دلپذیر پر کم کم ہی دھیان دیا گیا ہے! بھلا کشف المحجوب کے اس جمال وکمال کا وہ بیچارہ قاری کیونکر ادراک کرسکتا ہے جو آج بھی اس عظیم صحیفۂ تصوفِ اسلامی کے اغلاط سے پاک منقح محقق ایڈیشن اور مکمل صحیح اردو ترجمہ سے بھی محروم ہے!!

بہر حال اس باب کا نقطۂ آغاز فکر قرآنی سے ہوتا ہے اور جلیل القدر ماہر مصنف ،عالم باعمل اور شیریں بیان صوفی صافی اپنی گفتگو کا آغاز سورۃ بقرہ کی اس آیتِ کریمہ سے کرتا ہے جو آپ پہلے بھی پڑھ چکے ہیں اور جس میں اللہ ربّ العزت مسلمان میاں بیوی کو استعارہ کی زبان میں ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہیں، گویا زوجین ایک دوسرے کے لیے پاکیزہ جذبات، باہمی محبت و مودّت اور شفقت و ہمدردی کے علاوہ باہمی احترام،عزت اور وقار کے ضامن و پردہ دار بھی ہوں گے!! اس کے بعد متعلقہ احادیث نبوی ذکر کرتے ہیں اور پھر چھوٹتے ہی حکمتِ نکاح اور ضرورتِ ازدواج کی عملی صورتوں سے آگاہ فرمادیتے ہیں: (۴۱)

۱۔ ہر مرد وعورت کے لیے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا مباح ہے۔ یعنی نظام قدرت کا ایک جائز اصول اور عملی زندگی کا مسلّم قانون ہے جس پر عمل کرنا نہ صرف ہر مرد وعورت کا جائز اور قانونی حق ہے بلکہ اس پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ اور اس

Marfat.com

کے رسول ﷺ کے نزدیک ستودہ اور پسندیدہ بھی ہے!

۲۔ اگر ایسی صورت سامنے آجائے کہ فطری تقاضے کی شدت کے باعث عورت یا مرد اپنے آپ کو حرام کے ارتکاب سے بچانے کی قدرت نہ پاتے ہوں تو ایسی صورت میں ان کا رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا فرض ہو جاتا ہے۔

۳۔ اگر عیالداری میں معاشی اور معاشرتی مشکلات حائل نہ ہوں تو ایسی صورت میں شادی کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ کی قولی اور عملی سنت اس پر گواہ ہے۔

اس کے بعد کے مواد کی منطقی ترتیب اور لازمی تفصیل اپنی خوبصورت جزئیات کے ساتھ سامنے آتی ہے، جس میں سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ اور صوفیہ کرام کے عملی واقعاتِ زندگی کے علاوہ شادی کرنے اور نہ کرنے کی دونوں صورتوں کے اپنے اپنے فوائد بیان کرتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں کہ مرد اور عورت کی تنہائی میں شیطانی وسوسے انہیں ستاتے رہتے ہیں، ایسے میں رشتہ ازدواج مرد و عورت دونوں کے لیے ڈھال بھی ہے اور بہترین سنگت بھی! اس ضمن میں داتا پیرؒ نے جو حکایات نقل کی ہیں وہ بھی سبق آموز تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بہت دلچسپ بھی ہیں، خصوصاً وہ کہانی جو حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ، نے سنائی ہے جو ایک ایسے جوڑے کی ہے جو پینسٹھ سال تک ایک ہی مکان کے ایک ہی کمرہ میں اپنے اپنے مصلے پر ذکر اللہ اور عبادت میں مشغول رہنے کو زناشوئی کے باہمی تعلقات پر ترجیح دینے کے باعث عمر بھر کنوارے کے کنوارے ہی رہے (۴۲)! اس کے علاوہ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ اور احمد بن حرب نیشاپوری علیہ الرحمہ، کے بیٹوں کی کہانیاں تربیت اولاد اور رزق حلال کی اہمیت کے سلسلے میں بہت دلچسپ، مفید اور عبرت آموز ہیں۔ (۴۳)

مرشد لاہور، رحمۃ اللہ علیہ نے قصۂ آدم و حواء، حادثۂ ہابیل و قابیل اور ھاروت ماروت کی سزا کو اور پھر اپنے ایک ازدواجی مسئلہ کو "نسوانی فتنہ" کی پیداوار قرار دیا ہے۔ اس

Marfat.com

سے بعض ذہنوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ شاید مخدومِ امم عورتوں کو برا سمجھتے تھے، لیکن حقیقت یہ ہرگز نہیں ہے۔ یہاں ''فتنہ'' کے معنی ''کشش'' اور ''آزمائش'' کے ہیں، کونسا ایسا مرد ہوگا جو عورت ذات میں اپنے لیے کشش محسوس نہ کرتا ہو؟ یا کونسا مرد ایسا ہوگا جو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد آزمائش میں نہ پڑا ہوگا؟! سب سے بڑی آزمائش تو رزقِ حلال سے اپنے اہل وعیال کی ضرورت پوری کرنا ہے، سب کے لیے عزت وتحفظ کی زندگی مہیا کرنا ہے، بیوی کی جائز فرمائش اور مطالبات اس کے علاوہ ہیں!! لیکن اس میں بیچاری بیوی کا کیا قصور ہے؟! صرف یہ کہ ایک عورت ایک بیوی ہے جو شوہر سے فرمائشیں اور مطالبات کرتی رہتی ہے؟! مگر ہر بیوی ایسا نہیں کرتی، بلکہ بیویوں کی اکثریت قناعت پسند اور وفا شعار ہوتی ہے، وہ شوہر کی استطاعت سے بڑھ کر فرمائش یا ناجائز مطالبہ کرنا گناہ سمجھتی ہیں، اس لیے کسی ایک نادان یا بدخصلت بیوی پر سب عورتوں کو قیاس کر لینا انصاف کی بات ہے اور نہ یہ عقلمندی ہے، بلکہ ظلم اور نادانی ہے! حضرت داتا پیرؒ کے نزدیک اسلام کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد اچھی بیوی دنیا میں خدا کی نعمت ہے، فرماتے ہیں:

''فوائد و زواید بہترین از پسِ اسلام، زنی مؤمنہ موافقہ باشد تاباو انس گیرد مردِ مؤمن ، واندر دین بہ صحبت وی قوتی باشد واندر دنیا مؤانستی۔(۴۴)

''اسلام نصیب ہونے کے بعد دنیا میں بہترین فائدہ اور منفعت کی شی ایک ایسی بیوی ہے جو ایماندار ہو اور شوہر کی بات مانتی ہو، ایسی بیوی سے ایماندار مرد کو انسیت وراحت نصیب ہوتی ہے، دین کے معاملہ میں ایسی بیوی کی سنگت یا رفاقت دینی لحاظ سے تقویت کا باعث ہوتی ہے جبکہ دنیاوی اعتبار سے یہ انسیت وراحت کا سامان ہوتی ہے!''

مرشدِ لاہور رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی ان کے اسی موقف اور خیال کی تائید مزید کا

Marfat.com

حکم رکھتا ہے، جب وہ فرماتے ہیں کہ:

وهیچ صحبت اندر حکمِ حرمت وامان چوزنا شوئی نیست اگر مجانست و مؤانست وموافقت باشد۔(۴۵)

''کوئی بھی سنگت و رفاقت احترام اور سکون مہیا کرنے میں زنا شوئی یا ازدواجی زندگی سے بہتر نہیں ہو سکتی، اگر میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ہم جنس ہونا، باہمی اُنس رکھنا اور ایک دوسرے کی بات ماننا میسر آ جائے!''

اب بھی اگر کوئی دانشور حضرت مخدوم امم کو شادی سے متنفر ہونے یا جنس عورت کو برا سمجھنے کا طعنہ دینے کی جسارت کرتا ہے تو اسے تہمت اور بدگمانی ہی سمجھا جائے گا اور اس پر ہم مرشد لاہورؒ کی روح پرفتوح کی طرف سے احتجاج کا حق محفوظ رکھتے ہیں!

حضرت مخدوم امم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہما کے رشتہ کے لیے التجا کا ذکر کرنے کے علاوہ دیگر بزرگان سلف کے جو واقعات اس باب میں درج کیے ہیں یا شادی کرنے اور نہ کرنے کے لیے جو مشورے دیے ہیں وہ بھی سب درست اور بے حد معقول ہیں اور سب ان کی اس تحریر کو رونق و زینت بخشتے ہیں مگر اس باب میں ان کا یہ ارشاد تو حاصل کلام اور قول فیصل کا حکم رکھتا ہے کہ:

اگر تجرید نصیب ما آید اند رآں به عفت کو شیم، و اگر تزویج ،متابع سنت باشیم وبه فراغِ دل کوشیم ۔ (۴۶)

''اگر مجرد رہنا ہمارا نصیب ٹھیرے تو پاکدامن رہنے کی کوشش کریں اور اگر ازدواجی زندگی ہمارا مقدر قرار پائے تو ہمیں سنت کی پیروی

Marfat.com

کرنا چاہیے اور گھریلو خوشحالی کی کوشش کرنا چاہیئے!!''

رسالتمآب ﷺ کا یہ ارشاد گرامی تو تقریباً ہر پڑھے لکھے مسلمان کی زبان پر ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ نبی کی ''لسان صدق'' (سچ کی زبان) نے کائنات کی تمام صداقتیں اور انسانی زندگی کی تمام برکتیں ان دو لفظوں میں سمودی ہیں کہ : ''انما الاعمال بالنیات'' (اعمال کا دارومدار تو نیتوں سے وابستہ ہوتا ہے!)، داتا پیر علیہ الرحمہ کے رگ وپے میں بھی تو خون نبوی ہی کارفرما تھا، اس لیے فصاحتِ لسان اور زورِ بیان ان کے بھی نام ونسب کا حصہ تھا، آپ نے ان کے طنز کا نشتر تو اسی باب کے شروع میں ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ جب لوگ اپنے شادی کے شوق کو سنت پر عمل کے دعوے کا رنگ دے کر تمام عمر شادیاں ہی کرتے رہتے ہیں کہ فقر و جہاد کو بھی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حرفت قرار دیا ہے، اس لیے ذوقِ جمالیات کی اپنی تسکین کے لیے سنت کا بہانہ بناسکتے ہو تو فقر غیور اور جہاد فی سبیل اللہ کو بھی تو آپ ﷺ نے اپنی دو حرفتیں اور معمولات قرار دیا ہے، فقر غیور کو بھی گلے سے لگاؤ اور مردانہ وار جہاد فی سبیل اللہ میں نکل کر خوشنودئ ربانی اور سنت پر عمل سے سرفراز ہونے کے حقدار بننے کی جرأت کیوں نہیں کرتے، پچاس سال تک شادیاں ہی کرتے رہتے ہیں اور اسے سنت پر عمل کرنا سمجھتے ہیں!۔۔۔ کچھ اسی نوع کی چبھتی ہوئی بات مگر عبرت ونصیحت کا مرقع مرشدِ لاہورؒ کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

''پس ہلاك بنده نه اندر تزويج و تجريد است ،كه بلاى وى اندر اثبات اختيار و متابعت هواى خود است'' (۴۷)

''گویا انسان کی ہلاکت تزویج میں ہے اور نہ تجرید میں بلکہ انسان کی آزمائش تو اپنے عزم کے ساتھ ثابت قدمی میں ہے یا اپنی ہوس کی پیروی میں۔!!

Marfat.com

یہ فارسی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ کیا یہ ناصحانہ دلسوزی اور ہمدردانہ خیر خواہی کسی ایسے مشفق استاذ یا واعظ مخلص کی نہیں لگتی جو اپنے لیکچر یا وعظ کے اختتام پر اپنے تلانذہ یا اپنے سامعین کو الوداعیہ کلمات کہہ رہا ہے؟! ایک اچھے لیکچر اور عمدہ وعظ کا اختتام یونہی تو ہوتا ہے!:

''وشرطِ آدابِ مجرد آنست که چشم را از ناشائست بازداری، ونادیدنی رانبینی، ونااندیشیدنی نیندیشی، وآتش شہوت را به کرسنگی بنشانی، ودل از مشغولی به احداث نگاه داری، ومرہوای نفس را علم نگوئی، ومربو العجبی شیطان راتاویل نسازی، تابه نزدیکِ طریقت مقبول باشی۔(۴۸)''

''مجرد رہنے کے آداب کی شرط یہ ہے کہ اپنی آنکھ کو ناشائستہ چیزوں کو دیکھنے سے باز رکھ اور جو کچھ دیکھنے کے شایانِ شان نہیں اسے مت دیکھ! جو بات سوچنے کے لائق ہی نہیں اسے مت سوچ! اپنی شہوت کی آگ کو بھوک سے ٹھنڈا کر، اور نو خیز چھوکروں کے خیال سے اپنے دل کو محفوظ رکھ، اپنی ہوس پرستی کو علم کا نام مت دینا اور شیطان کی فریب کاری کے لیے حجت بازی یا بہانہ تلاش نہ کرنا، تا کہ تو اہل طریقت کی بارگاہ میں مقبول ٹھہرے۔''

اس باب کے ضمن میں مرشد و مخدومِ اہل لاہور حضرت داتا صاحبؒ نے اپنی ازدواجی زندگی کے کچھ اسرار سے بھی اپنے معتقدین و محبین کو آگاہ کیا ہے۔ اس باب کی یہی ضمنی بات ہی دراصل ہمارا گوہر مقصود اور اس گفتگو کا حقیقی موضوع ہے جس کا محور یہی پانچ چھ سطری عبارت ہے، لیکن اس پر نظر دو مرحلوں میں ہوگی، پہلے مرحلے میں حضرت کے

Marfat.com

تذکرہ نگاروں کی آراء آئیں گی اور دوسرے مرحلے میں ہماری اپنی متواضعانہ گذارشات آئیں گی! ان شاء اللہ!۔

ایسے بزرگ اہل علم کی فہرست بہت طویل ہے جنہوں نے مرشدِ لاہور حضرت ''داتا گنج بخشِ اسلام'' (یعنی اسلام کی دولت کا خزانہ عطا فرمانے والے) رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی، سیرت، شخصیت اور عالمانہ و عارفانہ کمالات کے لیے قلم اٹھایا، لیکن انہیں ہم دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں: پہلی قسم میں وہ اہل علم وقلم شامل ہیں جنہوں نے چھوٹی بڑی مستقل کتاب تذکرہ کی شکل میں تحریر فرمائی۔ دوسری قسم کے ضمن میں وہ اصحاب ذوق وفکر آتے ہیں جنہوں نے مختصر مضامین یا مقالات میں سید ہجویریؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ہمارے ایک فاضل دوست نے ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جس میں ایسے اہل قلم کی ایک معقول تعداد کی ان تمام یا اکثر کاوشوں کو یک جا کر دیا ہے، مقالات کو ایک مجموعہ میں جمع کرنا تو عام ہے اور اکثر ایسے ہی ہوتا ہے مگر بہت سی کتابوں کو ایک مجموعہ میں لانا خصوصی جرأت اور مشقت کا کام ہے مگر وہ تو یہ بھی کر گذرے ہیں (۴۹)!

داتا صاحبؒ کے تذکرہ نگار حضرات میں سے ایک (بلکہ اولیت کے مالک اور سر فہرست) ہیں علامہ محمد دین فوق ''داتا گنج بخش'' کے عنوان سے اپنے مرتب کردہ تذکرہ کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے یہ تذکرہ صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل کیا تھا، انہوں نے مرشدِ لاہور کی متعلقہ زیر بحث پانچ سطری فارسی عبارت کا جو ترجمہ کیا اور پھر اس پر جو تبصرہ فرمایا، وہ بھی قابل غور ہے مگر اس کی جو وضاحت کی ہے وہ دلچسپ مگر قدرے انوکھی بھی ہے، اُردو ترجمہ کے لیے ان کے اپنے الفاظ ہیں:

> ''گیارہ سال سے خدا تعالیٰ نے نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا، مقدر نے اس میں پھنسا دیا اور میں عیال کی محبت میں دل و جان سے بن دیکھے ہی گرفتار ہو گیا۔''

Marfat.com

اس پر تبصرہ ہے:

''یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؒ بچپن ہی میں مناکحت کی زنجیروں میں جکڑ دیے گئے تھے اور پہلی بیوی کے انتقال کے بعد گیارہ سال تک دوسرا نکاح نہیں کیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کی پہلی شادی بھی والدین کی موجودگی میں بلکہ انہی کے اصرار سے ہوئی ہوگی!!''(۵۰)

فوق صاحب آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

''چنانچہ (داتا صاحبؒ) لکھتے ہیں کہ مَیں ایک سال تک اس آفت میں غرق رہا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جائے، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی اور بخشش اور رحمت سے مجھے خلاصی عطا کی!''

حضرتِ فوق اس پر مزید حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک سال کے بعد آپ کی دوسری عورت کا بھی انتقال ہو گیا اور پھر آپؒ نے تادم وصال نکاح کا نام نہیں لیا، آپؒ ہر چند تجرد تنہائی کو زیادہ پسند کرتے اور عورت سے دور رہنے کے خواہشمند تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے، مگر نکاح کے متعلق آپ نے کشف المحجوب میں جو تین قسم کے خیال ظاہر کیے ہیں وہ بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور وہ تین قسم کے خیال (یا متبادل صورتیں) یہ ہیں:

۱۔ مرد و عورت سب کے لئے نکاح کرنا مباح ہے۔

۲۔ جو حرام سے پرہیز نہ کر سکیں ان پر فرض ہے۔

۳۔ جو عیال کا حق ادا کر سکے اس کے لئے سنت ہے۔''

Marfat.com

"آپؒ کے نکاحِ ثالث کے نہ ہونے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کے والدین کا آپؒ کے نکاحِ ثانی کے بعد ہی انتقال ہو گیا ہوگا کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور آپؒ کے نکاح (ثالث) کی کوشش کرتے اور حضرت علی ہجویریؒ اپنے والدین کے چونکہ ازحد فرماں بردار تھے اور ان کو دونوں جہانوں کا قبلہ کہتے تھے، اس لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ ان کے حکم سے روگردانی کرتے۔"

فوق صاحب یہاں "ایک سال تک اس آفت میں غرق رہا" سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ حضرت داتا صاحبؒ کی دوسری بیوی ایک سال ان کے نکاح میں رہنے کے بعد فوت ہو گئی تھیں!! (۵۱) جبکہ دوسرے اہل علم اس عبارت سے یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو دیکھے بغیر اس کے اوصافِ ستودہ سن کر ایک سال تک اس کے خیال میں ڈوبے رہے تھے اور اس سے چونکہ یادِ خدا میں فرق آ رہا تھا اس لیے اسے اپنے دین کی تباہی خیال کرتے ہوئے اسے دل سے نکال دیا تھا!

اسی طرح فوق صاحب کا یہ اجتہاد بھی بہت ہی دلچسپ ہے کہ "نکاح ثانی کے بعد داتا صاحبؒ کے والدین فوت ہو گئے ہوں گے ورنہ وہ ان کے نکاح ثالث کی کوشش کرتے اور داتا صاحبؒ جیسے فرماں بردار بیٹے کو ان کا حکم ماننا پڑتا (۵۲)!!

حضرت علامہ فوق مرحوم نے کشف المحجوب کی اس چار یا پانچ سطری عبارت کے ترجمہ اور تشریح میں بھی بڑی آزادانہ روش اختیار فرمائی ہے جو محل نظر تو ہے ہی مگر قابل تعجب اور حیرت کا باعث بھی ہے، جیسا کہ ابھی حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی بات چیت سے واضح ہوگا لیکن اس سے پہلے ایک اور بزرگ مولانا عبدالماجد دریابادی کی بات سن لیتے ہیں جو "کشف" کی مذکورہ متعلقہ فارسی عبارت بھی نقل کرتے ہیں مگر داتا صاحب کو قید نکاح سے آزاد ہی سمجھتے ہیں اور واضح طور پر فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

''قیدِ ازدواج سے معلوم ہوتا ہے ہمیشہ آزادی رہی، البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے غائبانہ کسی سے تعلقاتِ محبت قائم ہو گئے تھے اور یہ ایک سال تک اس زخمِ لطیف کے بسمل بنے رہے، پھر آخر اس سے نجات مل گئی۔ بیان ہے اتنا مجمل کہ تفصیلات کا کچھ پتہ نہیں چلتا (۵۳)!!''

مولانا دریابادی علیہ الرحمہ کی اس بات سے تو اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ ''کشف'' کی یہ عبارت قدرے مجمل سی ہے مگر اتنی بات بھی نہیں کہ اس سے مرشدِ لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی سرے سے شادی ہونا ہی مشکوک سمجھ لیا جائے یا اس سے صاف انکار ہی کر دیا جائے جیسا کہ دریابادی صاحب کی طرح مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن بھی حضرت داتا صاحبؒ کو تعلقاتِ زناشوئی سے بالکل پاک قرار دیتے ہیں، یا جیسے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم گول بات کرتے ہوئے فرما گئے ہیں کہ: ''شادی کے متعلق ان کو جو معاملہ پیش آیا وہ خوش آیند ثابت نہ ہوا''

اسی طرح برطانوی مستشرق پروفیسر نکلسن کا تاثر بھی عجیب ہے کہ ''ازدواجی زندگی کے متعلق ان کا تجربہ بہت مختصر اور ناخوشگوار تھا''، اور اس پر پروفیسر شیخ عبدالرشید یہ گرہ لگاتے ہیں کہ ''نکلسن کا یہ خیال کہ حضرت علی ہجویریؒ نے شادی کی ہوگی، دُور از قیاس ہے۔'' اس لیے کہ پروفیسر شیخ یہ فرما چکے ہیں کہ (کشف کی مذکورہ عبارت سے) ''پتا نہیں چلتا کہ انہوں نے شادی کی تھی یا نہیں، ان کی کتاب کشف المحجوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بالعموم عورتوں کو برا سمجھتے تھے، ممکن ہے ان کی یہ رائے کسی ناخوشگوار تجربے پر یعنی بری عورتوں کے ساتھ رہنے پر مبنی ہو (۵۴)؟!

کچھ ایسا ہی حال ڈاکٹر باقر صاحب کا ہے جو داتا صاحبؒ کی مذکورہ عبارت کو مبہم اور ناکافی شہادت بھی قرار دیتے ہیں مگر اس خاتون کو ''پری صورت'' ضرور بنا دیتے

Marfat.com

ہیں، غالباً یہ قصور ہے ''کشف'' کے اس مطبوعہ نسخہ کا جس سے موصوف نے استفادہ کیا تھا، کیونکہ ان کی درج کی ہوئی فارسی عبارت میں بھی قوسین کے درمیان لفظِ ''پری'' بڑھا دیا گیا ہے یعنی ''ظاہر و باطنم اسیرِ (پری) صفتی شد کہ بامن کردند... الخ۔'' حالانکہ یہاں ''پری'' کا لفظ بڑھانے سے فارسی عبارت ہی لنگڑی سی ہو جاتی ہے کیونکہ ''پری صفتی شد کہ بامن کرد ند ''کوئی ٹیڑھی سی فارسی لگتی ہے!! چنانچہ یہ لفظ ''پری'' دیکھ کر داتا صاحبؒ کے کئی ایک سوانح نگاروں کا ''ذوق جمالیات'' پھڑک اٹھا اور ''پری صفت'' ہی نہیں بلکہ ''پری چہرہ'' کی ترکیب بھی عام ہوگئی ہے۔ حالانکہ داتا صاحبؒ کی عبارت میں ''صفتی'' کے لفظ سے دینداری اور نیک سیرت ہونے کی صفت بھی مراد ہو سکتی تھی اور شاید یہی بہتر بھی ہوگا کیونکہ ''کشف'' کے اس باب میں وارد حدیث نبوی ﷺ میں عورت کے جمال کے ساتھ ساتھ اس کے مال، خاندان اور دینداری کا بھی ذکر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے عورت کی دینداری پر زیادہ زور دیا ہے۔

مولوی محمد دین کلیم صاحب نے اگرچہ مولوی محمد دین فوق صاحب کی پیروی اور نقل ہی کی کوشش کی ہے مگر ''کشف'' میں داتا صاحبؒ کی مذکورہ عبارت سے انہوں نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بھی قابل ذکر تو ہے ہی، قابل عبرت بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''اس عبارت سے دو نتیجے برآمد ہوتے ہیں، پہلے یہ کہ آپؒ نے جس عورت سے شادی کی تھی وہ وفات پا گئی، دوسرے یہ کہ گیارہ سال بعد آپؒ ایک دوسری عورت کے اسیر محبت ہوئے جس کی لوگوں نے خوبیاں بیان کی تھیں مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔''

اس ضمن میں اسی مذکورہ عبارت سے اعجاز الحق قدوسی صاحب کا استنباط بھی قابل غور ہے، فرماتے ہیں:

> ''آپؒ کی ازدواجی زندگی کے متعلق کوئی واضح صراحت نہیں

Marfat.com

ملتی، لیکن ''کشف'' کے بعض اندراجات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
آپؒ نے شادی نہیں کی۔''

الغرض داتا صاحبؒ کی اس پانچ چھ سطری عبارت پر دوستوں نے خوب حاشیہ آرائی کی اور فکری مشقت کے ساتھ خامہ فرسائی کی ہے جن کی تعداد ڈیڑھ درجن سے متجاوز ہے۔ اس فکری مشقت اور حاشیہ آرائی کا دلچسپ پہلو اس خاتون کو ''پری صفت'' اور ''پری چہرہ'' قرار دینے کا ''ذوقِ جمالیات'' ہے، حالانکہ یہ بزرگ اس معہودہ خاتون کو دیندار اور نیک سیرت بھی لکھ سکتے تھے اور شاید ''صفتی'' کے لفظ سے حضرت مرشدِ لاہور کی مراد بھی یہی ہو، مگر اس میں ''جمالیاتی چٹخارہ'' کہاں؟) یہاں اصل مشکل یہ دکھائی دیتی ہے کہ کشف المحجوب کی اصل فارسی عبارت میں بھی کچھ سقم ہے اور اس کے اردو ترجمہ میں بھی ''یارانِ نکتہ داں'' نے کچھ گل کھلائے ہیں، اسی لیے روز بروز میری یہ رائے پختہ سے پختہ تر ہوتی جارہی ہے کہ حضرت داتا صاحبؒ کے اس صحیفۂ تصوف کا ہر لحاظ سے محقَّق و منقَّح اور جدید قواعدِ بحث و تحقیق کے مطابق تیار شدہ مستند نسخہ یا ایڈیشن پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اب تک اس سلسلے میں جو کام ہوا ہے (بشمول ڈاکٹر عابدی ایڈیشن) وہ تسلی بخش نہیں ہے، مگر عظیم القدر صحیفہ تصوف کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تیس سے زائد تراجم (بشمول ایک انگریزی ایک ترکی اور دو عربی تراجم) تو ہو چکے ہیں مگر سب کے سب عیوب ونقائص کے مناظر پیش کرتے ہیں، ظاہر ہے جب کوئی تسلی بخش مستند متن یا ایڈیشن ہی موجود نہیں ہے تو پھر اس عظیم الشان کتاب تصوف کے تراجم کیسے ٹھیک اور تسلی بخش ہو سکتے ہیں؟

اس میں شک نہیں کہ ایرانی سکالر ڈاکٹر محمود عابدی نے اور ایک ایرانی دوست ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا نے بڑی محنت سے مستند اور خوبصورت متن پیش کرنے کی کوشش کی ہے (جو لائق تحسین بھی ہے اور قابل قدر بھی) مگر ان میں بھی بہت کمی رہ گئی ہے۔ بہت مناسب ہوگا کہ ڈاکٹر عابدی صاحب اور تسبیحی صاحب کے ایڈیشن کو بنیاد بنا کر ان میں رہ

Marfat.com

جانے والی کمی کو پورا کر دیا جائے صرف عابدی ایڈیشن میں کمی پوری کر دی جائے تو بات بن جاتی ہے۔ میرے نزدیک مرشدِ لاہورؒ کے حضور میں یہ بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

ہم کتاب کے مذکورہ پیرا گراف کے متن اور تراجم کی طرف پھر آئیں گے لیکن پہلے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے اس مقدمہ پر نظر ڈالیں گے (لیکن صرف اسی مذکورہ پیرا گراف کے متن اور ترجمہ کی حد تک) اور یہ دیکھیں گے کہ حضرت حکیم صاحب اس متن اور اس کے ترجمہ کو اپنے تبصرہ کے ساتھ کس طرح پیش کرتے ہیں۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ازدواجی زندگی کے سلسلے میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کی وہ بات چیت سب سے زیادہ معقول، قابل فہم اور قرین صواب معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے اردو ترجمہ کشف المحجوب از مولانا ابوالحسنات قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل مقدمہ میں فرمائی ہے، اس بات چیت کی رُو سے مخدومِ امم، سید ہجویر، مرشد لاہورؒ کی صرف ایک ہی شادی ہوئی تھی جبکہ دوسری شادی کی بات چیت چلی تھی مگر بوجوہ ہو نہ سکی تھی، البتہ حکیم صاحب کی مذکورہ بات چیت کا مصدر و ماخذ تو صرف کشف المحجوب کی وہی چار سطری عبارت ہی ہے جو تمام تذکرہ نگاروں کا محور و مصدر رہی ہے۔ اسی چند سطری عبارت سے بعض نے یہ اندازہ لگا لیا کہ حضرت کی شادی سرے سے ہوئی ہی نہیں تھی، بس ایک خاتون کی خوبیاں سن کر بغیر دیکھے اسے پسند کیا تھا اور عرصہ ایک سال تک اسی اَن دیکھی خاتون کی خوبیوں یا خوبی کے خیال میں گم رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا خیال بھی ان کے دل سے نکال دیا اور حضرتؒ اس خلاصی پر اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہوئے۔ ایک تذکرہ نگار بلکہ اوّلین تذکرہ نگار نے تو اس عبارت سے یہ بھی سمجھا ہے کہ آپؒ نے دو شادیاں کیں جبکہ تیسری شادی ہوتے ہوتے رہ گئی، لیکن بعض سوانح نگاروں نے اسی چند سطری عبارت سے یہ اندازہ بھی لگا لیا ہے کہ آپؒ نے ایک ہی شادی کی تھی مگر کسی وجہ سے (غالباً بیوی کی وفات کی وجہ سے؟) یہ شادی ختم ہوگئی تھی تو آپؒ نے گیارہ سال کی

Marfat.com

مدت یونہی گزار دی پھر کسی خاتون کا ذکر خیر سن کر نہ صرف شادی کے لیے آمادہ ہو گئے بلکہ اس کی خوبیوں (غالباً دینداری اور نیکی) کے دلدادہ بھی ہو گئے مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے اور ہمیں ان کی اس رائے سے اتفاق ہے تاہم ان کے ایک دو جملے محل نظر دکھائی دیئے (جن کا ابھی ہم ذکر کریں گے ان شاء اللہ!) حکیم صاحب نے مولانا محمد دین فوق کی اس چند سطری عبارت کے اردو ترجمہ اور اس پر تبصرہ پر جو مواخذہ کیا ہے وہ بھی درست معلوم ہوتا ہے۔

حکیم صاحب نے حضرت مرشدِ لاہورؒ کے نکاح کے ضمن میں جو بات چیت فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ مولانا عبدالماجد دریا بادی، انگریز مستشرق پروفیسر نکلسن، مولوی محمد شفیع اور مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن کی آراء (جو یہاں پر بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں) نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد مولانا فوق پر توجہ دیتے ہیں اور ان کا مواخذہ کرتے ہیں۔ ان کی دو باتوں پر حکیم صاحب کو اعتراض ہے، ایک یہ کہ انہوں نے کشف المحجوب کی مذکورہ چار سطری عبارت کے اردو ترجمہ میں ٹھوکر کھائی ہے اور دوسرے یہ کہ اپنے ناقص ترجمہ وعبارت کی بناء پر جو نتائج اخذ کیے ہیں وہ بھی درست نہیں ہیں، حکیم صاحب کے اپنے الفاظ ہیں:

> ''فوق صاحب نے اس عبارت کا ٹھیک ترجمہ نقل نہیں کیا اور اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے لہٰذا زیر بحث اقتباس کا (درست؟) ترجمہ پیش کرنا ضروری ہے۔''

اس کے بعد حکیم صاحب، حضرت داتا صاحبؒ کی متعلقہ چار سطری عبارت کا اُردو ترجمہ پیش کرتے ہیں، پھر اپنے اخذ کردہ نتائج ذکر کرتے ہیں اور سب سے آخر میں اپنی گفتگو کا حاصل بیان کرتے ہیں جس کی تفصیل یوں ہے:

داتا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے گیارہ سال تک نکاح کی آفت سے محفوظ رکھا ہوا تھا...... مگر بہ تقدیر الٰہی پھر میں فتنہ میں گرفتار ہو گیا اور میرا ظاہر و باطن اس (عورت) کی صفات کا جو مجھ سے دوسروں نے بیان کی تھیں، اسیر ہو گیا اور دیکھے بغیر ہی ایک سال تک اس کے خیال میں مستغرق رہا...... چنانچہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال لطف اور فضل تمام سے عصمت (گناہ سے بچنے کی قوت) کو میرے بے چارہ دل کے استقبال کے لیے بھیجا اور اپنی رحمت سے مجھے (اس فتنہ) سے نجات دلائی۔''

اس عبارت پر غور کیا جائے تو حسبِ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

(الف) حضرتؒ نے نکاح کیا تھا مگر اہلیہ جوان کی مزاج شناس نہ تھیں، وفات پا گئیں۔ پھر گیارہ سال تک تزویج کے تصور و خیال سے بھی نا آشنا رہے۔

(ب) گیارہ سال بعد ایک عورت جسے انہوں نے دیکھا بھی نہیں تھا، محض دوسروں سے اس کی خوبیاں معلوم ہونے پر اس کی محبت کے اسیر ہو گئے اور ایک سال تک اس عشق مجازی میں مبتلا رہے۔

(ج) صوفیہ کے نزدیک عشق مجازی میں گرفتار رہنا ابتلاء میں رہنا ہے۔ یہ حضرات مجاز میں گرفتاری کو مصیبت و آفت سمجھتے ہیں، اس لیے کہ یہ منزل نہیں ہے، '' المجاز قنطرة الحقیقة " تو قدرتِ الٰہی نے انہیں مجاز سے نکال کر حقیقت کی راہ پر ڈال دیا اور جو لوگ صورت ظاہری اور مظاہر محسوسہ کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں، وہ برباد ہو جاتے ہیں۔ شیخ عطارؒ فرماتے ہیں:

ہر کہ شد در عشقِ صورت مبتلا
ہم ازاں صورت فتد در صد بلا

Marfat.com

حاصل کلام یہ کہ حضرتؒ نے ایک شادی کی تھی۔اہلیہ کی وفات کے گیارہ سال بعد ایک ایسی عورت کی خوبیوں پر فریفتہ ہو گئے جسے انہوں نے دیکھا تک نہ تھا اور ایک سال تک اس کے عشق میں مبتلا رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے اس عورت کا خیال محو فرما دیا۔لہٰذا دوسری شادی کا افسانہ محض اختراع طبع ہے۔''

کشف المحجوب کے تقریباً تمام مطبوعہ نسخوں میں متعلقہ عبارت میں کچھ نہ کچھ سقم دکھائی دیتے ہیں جن کے سبب اس کے اردو ترجمہ میں بھی مشکلات حائل رہی ہیں اور نتیجہ کے طور پر اس سے اخذ کیے جانے والے مقاصد اور نتائج میں بھی مشکل پیش آتی رہی ہے، اسی لیے ہم نے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق اصل فارسی عبارت مع تصحیح اور اس کا اردو ترجمہ یہاں پیش کر دیا ہے، حکیم صاحب نے ''از پس آنکه ''کا ترجمہ ''اس کے بعد کہ'' کر کے عالمانہ بلکہ حکیمانہ کمال پیدا کیا ہے اور ایک ابہام کو دور فرما دیا ہے (۵۵)، لیکن حضرت حکیم صاحب کا یہ استنتاج اور استنباط ان کا اپنا ہی ہے۔ داتا صاحبؒ کی اس عبارت سے تو یہ مترشح بھی نہیں ہوتا کہ ''مگر اہلیہ، جو ان کی مزاج شناس نہ تھیں'' مگر اس نیک خاتون پر مزاج شناس نہ ہونے کا الزام نہ تو ان کے ہو سکنے والے'' شوہر نامدار نے لگایا اور نہ ان کی اس عبارت سے یہ ظاہر یا مترشح ہوتا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضرت حکیم صاحب یہ الفاظ اپنے پاس سے نہ بڑھاتے!؟ اس عبارت سے پہلی بیوی کا مزاج شناس نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا! یہ مفروضہ ایک غیر ضروری اور غیر مفید۔۔۔ بلکہ خواہ مخواہ کا اضافہ ہے!

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے فاضل تذکرہ نگاروں میں ایک نام حضرت مولانا سید محمد متین ہاشمی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ ''سید ہجویر'' کے عنوان سے انہوں نے ایک جامع اور مفصل تذکرہ لکھا ہے اور اس میں داتا صاحبؒ کی ازدواجی زندگی سے بھی بحث کی ہے جو تفصیل اور جامعیت کا پہلو رکھتی ہے۔ مولانا ہاشمی کا ''کشف'' کی اس چار پانچ سطری عبارت کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ عبارت مبہم ہے جس سے شادی کی نفی اور اثبات دونوں

Marfat.com

پہلو ظاہر ہوتے ہیں۔ ہاشمی صاحب کے اپنے الفاظ ہیں:

''آپؒ کے سوانحی حالات کو معلوم کرنے کا ہمارے پاس سب سے زیادہ مستند ذریعہ کشف المحجوب ہے، اس میں اس مسئلہ کے بارے میں آپؒ نے جو گفتگو فرمائی ہے وہ کسی قدر مبہم ہے اور اس سے دونوں طرح کے نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں!''

ہاشمی صاحب کا یہ قطعی استنتاج تو بہت واضح ہے اور داتا صاحبؒ کی ''حیاتِ تجرد'' کے سلسلے میں قول فیصل کا حکم رکھتا ہے، فرماتے ہیں:

''تجرید پر بحوالہ ترکِ سنت اعتراض کرنے والوں کو جو شخص الزامی جواب دے رہا ہو، اس سے یہ امید کرنا کہ اس نے خود تجرید کو ترک کر کے اپنی ذات کو آفت تزویج میں گرفتار کر لیا (کرالیا؟) ہوگا، خلافِ عقل ہے۔ لہٰذا راقم الحروف کا خیال ہے کہ حضرت ہجویریؒ نے اپنے لیے تجرید ہی منتخب فرمائی اور ساری عمر اسی پر کاربند رہے، اسی لیے پوری کتاب (کشف المحجوب) میں کہیں نہ اہلیہ محترمہ کا کوئی تذکرہ ہے نہ اولادِ امجاد کا۔''

یہاں سے ہم اس باب کی اس عبارت (٥٦) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس بحث کا گوہر مقصود ہے، وہی چار پانچ سطری عبارت جسے حضرت داتا پیرؒ نے ایک ضمنی ضرورت سمجھ کر درج کیا مگر جو ہمارے اہل علم و دانش کی گفتگو کا مرکز و محور بن گیا۔ ہمارے اس موضوع زیرِ بحث کے لیے بھی یہی عبارت مقصد و محور ہے اور اس میں مرشد و مخدوم اہل لاہور حضرت داتا صاحبؒ نے ایک نیک خاتون کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ اس کا ذکر و وصفِ خیر سن کر، بن دیکھے ہی اس سے شادی کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے مگر پھر بات نہ بن سکی تھی۔

Marfat.com

کسی بھی واقعہ، بات یا قول کا تجزیہ و تحلیل کرتے وقت یہ دیکھنا سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس کا پس منظر، محل وقوع یا اس کے ظہور کا سبب کیا تھا؟ ہمارے اہل علم و دانش، خصوصاً مفسرین قرآن کریم اسے ''شانِ نزول'' یا نازل ہونے کے پس منظر یا اس کے نزول کے وقت کی کیفیت سے تعبیر کرتے ہیں، حضرت مرشد لاہورؒ نے بھی یہ عبارت یا پیراگراف ایک خاص سیاق و سباق میں درج فرمایا ہے، آپ نے بھی اس کا اندراج اس نسوانی کشش، انگیخت اور قوتِ تحریک کا ذکر کرتے ہوئے کیا ہے جسے قرآنی ابلاغ و تعبیر میں ''فتنہ'' کے خوبصورت مگر مشکل میں ڈالنے والے لفظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں ''فتنہ'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے اندر کشش رکھتی ہو اور انسان کو اپنی طرف مائل کر لے یا کچھ کرنے پر ابھارے۔ اب قصور اس چیز کا نہیں ہے جس میں یہ تمام اوصاف یا کیفیات پائی جاتی ہیں، کیونکہ وہ چیز بنانے والے نے تو اسے بنا کر اپنی کرشمہ سازی دکھا دی۔ اب یہ کام تو حضرتِ انسان کا ہے کہ وہ اس سے متاثر ہو کر اس کی طرف کھنچتا ہے یا اپنا بھلا برا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتا ہے یا یونہی بغیر سوچے سمجھے گڑھے میں کود جاتا ہے، اسی لیے ہر فتنہ انسان کے لیے ایک امتحان اور آزمائش بھی ہوتا ہے، ہماری دادی حواء نے باوا آدم کو جنت میں کوئی پھل کھانے کی ترغیب (۵۷) دلائی تھی جو جنت سے نکالے جانے کا سبب بنی اور پھر اس کے نتیجے میں زمین پر انسانی زندگی کا سلسلہ چلا، آدم علیہ السلام کا ایک بیٹا چاہتا تھا کہ اس کی جڑواں بہن سے اس کا دوسرا بھائی شادی نہ کر سکے بلکہ وہ خود ہی اس کا شوہر بنے اس لیے اس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا (۵۸)، اسی طرح دو فرشتے: ھاروت ماروت بھی ایک حسینہ ''بابل'' پر فریفتہ ہو کر غضبِ خداوندی کے مستوجب ٹھہرے۔ اب ذرا سوچیے کہ ان تینوں صورتوں میں عورت کہاں تک قصوروار تھی؟ حضرت مرشدِ لاہور، رحمۃ اللہ علیہ، جس عفیفہ کے اوصاف حمیدہ سن کر بن دیکھے اس سے شادی کرنے کے آرزومند ہو گئے تھے، یہاں تک کہ اس کا خیال بار بار ستاتا تھا اور قریب تھا کہ انہیں یادِ خدا ہی سے غافل کر کے ان کا

Marfat.com

روحانی سرمایۂ زہد وعبادت بھی برباد کرڈالے مگراس مردِ خدانے سنتِ یوسفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس پاکدامن عورت کا خیال ہی اپنے دل سے اکھاڑ پھینکا! ظاہر ہے وہ اس فتنہ، اس امتحان اوراس آزمائش میں کامیاب وسرخ رُو ہوئے مگراس میں بھلا اس پاکدامن خاتون کا کیا قصور تھا؟۔۔۔اسے تو شاید یہ علم ہی نہ ہو کہ لوگوں نے ایک ولی اللہ کے سامنے اس کی خوبیاں بیان کر کے انہیں پریشان کر دیا ہے!! جس طرح نسوانی حسن و جمال ہوس پرستوں کو برانگیختہ کر دیتا ہے اسی طرح تقویٰ ودینداری اگر وصف نسوانی ہوتو پھر اللہ والوں کے لیے بھی اس میں کشش کا پیدا ہونا فطرتی بات ہے مگر داتا پیرؒ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر چہ وہ اس سے متاثر ہو گئے تھے جیسے آدم، ان کے بیٹے اور فرشتے ھاروت، ماروت متاثر ہوئے تھے مگر سنتِ یوسفی پر انہوں نے ہی عمل کیا اوراس امتحان میں کامیاب وسرخ رو ہو گئے!!

یہ باب اور خصوصاً اس کی یہ عبارت دراصل ایک حقیقتِ واقعی کو دنیائے انسانیت پر عیاں کرنے کی کوشش ہے، اس میں نہ عورت کی مذمت وتحقیر مقصود ہے اور نہ اس میں صنف نازک کے لیے اہل تصوف کی نفرت اور بیزاری کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ داتا پیرؒ عورت کو برا سمجھتے تھے جبکہ حضرت داتا تو اطاعت گذار بیوی کو دنیا مین شرف اسلام کے بعد دوسری بڑی نعمت قرار دیتے ہیں ''فوائد وزوائد بہترین از پس اسلام زنی موافقه باشد!'' اسلام کے بعد زائد فائدوں میں مومن ومطیع بیوی ہوتی ہے'' بس عورت کو مرد کے لیے ایک فتنہ، ایک کشش، ایک آزمائش یا امتحان قرار دیا جارہا ہے اور یہ ہے بھی حقیقت، اسی لیے تو حضرت داتا صاحبؒ کو خود بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے مگر حقیقت بیانی اور جرأت ایمانی سے وہ یہ اعتراف کرتے ہوئے نہ تو جھجکتے ہیں اور نہ اسے اپنی کمزوری یا عیب سمجھتے ہیں! سچ تو یہ ہے کہ اپنی ازدواجی زندگی کے اسرار ورموز سے یا اپنے دلی میلانات سے پردہ اٹھاتے ہوئے بڑے بڑوں کا پتا مرتا ہے

Marfat.com

اور وہ ایسے تلخ حقائق شاذ و نادر ہی بتا پاتے ہیں بلکہ اسے اپنی کمزوری سمجھتے ہوئے ان حقائق کو بھی چھپاتے ہیں! مگر سید ابوالحسن علی بن عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بشری عظمت اور کمال ہے کہ وہ خود کو ابن آدم سمجھتے ہوئے اپنی اس بات (جو کمزوری ہرگز نہیں ہے) کو دنیا کے انسانوں سے نہیں چھپاتے!

اس پانچ سطری عبارت میں داتا پیرؒ کے اس اعتراف سے کہ اس عفیفہ کے نیک اوصاف سن کر بن دیکھے ہی وہ اسے اپنی شریکِ حیات بنانے کے لیے نہ صرف آمادہ ہو گئے تھے بلکہ اس کے آرزومند بھی تھے، یہاں تک کہ ایک سال تک اس دین دار خاتون کا خیال بار بار انہیں پریشان کرتا رہا جس سے آپ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر وہ اس کشمکش سے نہ نکلے تو ہو سکتا ہے اپنے ربّ سے غافل ہو کر زُہد و تقویٰ کے قیمتی روحانی سرمایہ ہی سے محروم ہو جائیں جس کی تلافی بھی ناممکن ہوتی ہے۔ یہ صورت حال اس حقیقت کی بھی غماز ہے کہ آپؒ کی شادی کا پہلا تجربہ نہ تو تلخ تھا اور نہ ناکام، اگر ایسے ہوتا تو ان دیکھی عورت کو محض سنی سنائی صفت سے اپنی رفیقہء حیات بنانے کے لیے کبھی بے چین نہ ہوتے اور پورے ایک سال تک بات بن جانے کا انتظار بھی نہ کرتے پھرتے، لہٰذا جو اہلِ علم و دانش ان کی پہلی شادی کو ایک تلخ تجربہ یا پہلی بیوی کو ان کی مزاج شناس نہ ہونے کی بات کرتے ہیں، یہ صرف ان کی اپنی باتیں ہیں، حقیقت حال سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے!

اس عبارت سے ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ داتا پیرؒ کے دل میں اپنی پہلی رفیقۂ حیات کے بارے میں کوئی میل، تلخی، یا کوئی کراہت تھی، اسی طرح جس ستودہ صفات خاتون سے غائبانہ شناسائی ہوئی تھی اور بغیر دیکھے ہی اسے اپنی رفیقۂ زندگی بنانے کے آرزومند ہو گئے تھے، اس کے متعلق بھی، بات نہ بن سکنے کے باوجود، آپ کو کوئی گلہ شکوہ نہ تھا اور معاملہ اس قرآنی محاورہ کا آئینہ دار تھا کہ "الطیباتُ للطیبین" (۵۹) یعنی پاک مردوں کے لیے پاک بیویاں ہی ہوتی ہیں!

Marfat.com

ہمارے اس خیال کی (کہ ہر دو خواتین پاکیزہ و ستودہ صفت تھیں، اور آپ ان کے قدر دان تھے) تائید خود حضرت مخدوم لاہورؒ کے اس جملے سے بھی ہو جاتی ہے جس میں آپ فرما رہے ہیں کہ 'ظاهر و باطنم اسیر صفتی شد'' یعنی میں دل و جان سے اس خوبی کا قیدی یا فریفتہ بن گیا تھا۔'' یہ حضرت کی گہری پاکیزہ اور مخلصانہ محبت کی بھی دلیل ہے اور ان ہر دو خواتین کی پاکیزگی اور حضرتؒ کے دل میں ان کی قدر و منزلت کی بھی شہادت ہے!

یہ جو آپ نے اپنے دین کے تباہ ہونے کی بات کی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل اللہ بندگانِ حق کے لیے ایک لحظہ کے لیے بھی اپنے ربّ کے حضور سے نگاہ ہٹانا اور غفلت میں پڑنا نہ صرف گناہ ہے بلکہ سرمایۂ زہد و تقویٰ کے چھن جانے کا بھی ڈر ہوتا ہے، دنیادار کی دولت کے ضیاع کی تو تلافی ہو جاتی ہے مگر دیندار صوفی کے سرمایۂ زُہد، عبادت اور ذکر اللہ کی روحانی دولت کے ضیاع کی تلافی بھی ناممکن ہے، رشتہ طے کرنے والوں نے غالباً ٹال مٹول اور بے نیازی میں ایک پورا سال ضائع کرا دیا ہوگا جو بہت بڑی مدت ہے، اس مدت کے دوران میں کئی بار آپ کو اس عفیفہ کا خیال آنا اور اس تک ذاتی روابط یا رسائی کا نہ ہو سکنا بھی ایک المیہ تھا، اس لیے ان کے لیے اس کرب والم کی کیفیت اور اندیشۂ زیاں سے نکلنا ضروری تھا!

اس کرب والم کی کیفیت سے نجات کو اللہ تعالیٰ کا ایک ولی اور محبوب بندہ علی بن عثمانؒ، اسی طرح اپنے رب کریم ولطیف کا خصوصی کرم وفضل قرار دیتا ہے جس طرح سیدنا یوسف صدیق علیہ السلام زنانِ مصر سے خلاصی پانے کے لیے جیل خانہ کی زندگی کو ترجیح دینے کے لیے تیار ہو گئے تھے اور اپنے ربّ کے حضور التجاء کی تھی کہ:

''اے میرے ربّ! جس کام کے لیے یہ زنانِ مصر مجھے بلاتی ہیں اس سے تو میرے لیے جیل کی زندگی زیادہ پسندیدہ ہے، اور اگر تو نے ان

Marfat.com

کی فریب کاری سے میری خلاصی نہ فرمائی تو میں ان عورتوں کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور عقل گم کر بیٹھوں گا!'' (۶۰)

داتا پیرؒ کا تاثر بھی یہی ہے کہ یہ میرے ربّ کا سہارا تھا جس نے اپنی رحمتِ خاص سے میرے دل کو اس بحران کی کیفیت سے نکال کر میرے دین وزہد کی دولت کو ضائع ہونے سے بچالیا (عصمت خود به استقبال دل بیچاره من فرستاد وبه رحمت خلاصی ارزانی داشت)(۶۱)! ''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ گاہ کو میرے بے بس دل کی نجات کے لیے ارسال فرمادیا اور میں مشکل سے نکل آیا''!

یہاں اس باب میں اپنی ازدواجی زندگی کے بعض اسرار کا انکشاف کرنے سے پہلے حدیثِ نبوی کے حوالے سے حضرت داتا پیرؒ نے دو حقیقتوں کو بڑی وضاحت سے اور بہت دلچسپ انداز میں بیان فرمایا ہے، ان میں سے پہلی حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں اپنی جن تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک عورت بھی ہے بلکہ عورت کو دو پسندیدہ چیزوں کے وسط میں یا درمیان میں رکھا گیا ہے، پہلی چیز خوشبو ہے اور تیسری چیز نماز ہے جس میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خوشبو اور نماز کے وسط میں خواتین کا ذکر معنی خیز ہے، گویا اگر اللہ تعالیٰ حوا کی بیٹی کو صراطِ مستقیم کی توفیق بخشے تو اس کے پاس خوشبو کا سا روح پرور سکون اور نماز کی سی پاکیزگی ہے، جس سے وہ اپنے گھرانے کو جنت بنا سکتی ہے، بصورت دیگر یہی گھرانہ جہنم تو ہے ہی!۔۔۔ لیکن جو حضرات عمر بھر شادیوں پر کمر بستہ رہتے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، حالانکہ انہوں نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ فقرِ غیور اور جہاد فی سبیل اللہ دونوں میرے پیشے یا مشن (لی حرفتان ......) ہیں، تو یہ مشن یا منصبِ پیغمبری سنبھال کر تم زیادہ اجر و ثواب کیوں نہیں کماتے ہو؟ یہاں دوسری حقیقت مرشد لاہور، علیہ الرحمہ، نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآنی اور حدیثی اصطلاح میں عورت کو ''فتنہ'' (پر کشش، اچھی لگنے والی، یا آزمائش والی

Marfat.com

چیز) فرمایا گیا ہے، جنت میں یہی عورت (حضرت حواء) حضرت آدم علیہ السلام کے لیے آزمائش یا کشش کا باعث بنی۔ اسی طرح آدم کے دو بیٹوں اور ھاروت ماروت، دوفرشتوں کے لیے بھی عورت باعث کشش یا آزمائش اور فتنہ ثابت ہوئی، بلکہ بہت سے دینی ودنیاوی معاملات میں یہی صورت رہی ہے، اسی لیے اس حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد مردوں کے لیے عورت سے بڑھ کر ضرررساں فتنہ اور کوئی نہیں ہوگا، سوئے اتفاق سے اردو اور دیگر اسلامی زبانوں میں ''فتنہ'' کا لفظ صرف فساد اور بگاڑ کے معنی کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے جس سے یہ غلط فہمی عام ہوگئی ہے کہ شاید اسلام میں یا صوفیہ کے نزدیک عورت کوئی بری چیز یا فتنہ ہے، مگر یہ درست نہیں ہے دراصل یہ تو حقیقت بیانی ہے، اس سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے؟ مسلمان مرد وعورت کو اللہ میاں نے غَضِّ بَصَر (نگاہیں نیچی رکھنا، دانستہ طور پر عورت کے چہرے اور دیگر پرکشش اعضائے جسم کو نہ دیکھنا) کا نسخہء کیمیا عطا فرما رکھا ہے، غضِ بصرَ سے بہت سے مفاسد کا سدباب ہو جاتا ہے!

فتنہ سے مراد کشش اور آزمائش ہے اور اس پر سب سے بڑی اور مؤثر دلیل خود مرشدِ لاہورؒ کا اپنا معاملہ ہے جسے آپ نے اسی سیاق وسباق میں ذکر فرمایا ہے (اور جو ابھی آپ کے سامنے آتا ہے!)۔ اس پاکدامن خاتون کو تو حضرت نے دیکھا ہی نہ تھا، میل ملاقات یا براہِ راست متاثر کرنا تو بہت دُور کی بات ہے! داتا پیرؒ نے تو اس عفیفہ کی صرف یہ خوبی سنی تھی کہ وہ بڑی نیک خاتون ہیں اور بس! مگر اس بنت حواء کی کشش نے آپ کے دل ودماغ کو ہلا دیا تھا اور سال بھر اس کا خیال بار بار آپ کو ستاتا تھا حتی کے زہد وعبادت کی پونجی برباد ہونے سے بچانے کے لیے آپ نے دعا فرمائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس کے خیال کو آپ کے دل ودماغ سے محو کر دیا تھا! تو آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت داتا صاحبؒ تک مردوں کو متاثر کرنے والی خواتین کا کیا قصور تھا؟! عورت ہونے اور وہ بھی اچھی ہونے کے سوا ان کو ہم کوئی الزام یا کوئی دوش نہیں دے

Marfat.com

سکتے؟ مگر ان میں ''فتنہ'' (کشش، انگیخت، آزمائش اور مردوں کو اچھا لگنا) تو پایا جاتا تھا؟ عورت کا فتنہ صرف اتنا ہی ہے، باقی ذمہ داری سب مرد حضرات کی ہے! قرآن و حدیث اور صوفیہ کی زبان میں (بشمول داتا صاحبؒ) مذکور فتنہ صرف یہی ہے!

اب ذرا کشف المحجوب میں درج اس پانچ سطری عبارت اور پھر اس کا اردو ترجمہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے:۔

''و مرا که، علی بن عثمان الجلا بی ام، ازپسِ آنکه، حق تعالیٰ یازده سال از آفتِ تزویج نگاه داشته بود، تقدیر کرد تا به فتنه اندر افتادم، وظاهر وباطنم اسیر صفتی شد که بامن کردند، بی از آنکه رویت بوده بود، ویکسال مستغرق آں بودم، چندانکه نزدیك بود که دین برمن تباه شدی، تاحق تعالیٰ بکمالِ فضل و تمام لطف خود، عصمتِ خود را به استقبال دلِ بیچاره من فرستاد، وبرحمت خلاصی ارزانی داشت. (٦٢)

''اور مجھ (علی بن عثمان جلابی) کو حق تعالیٰ نے گیارہ سال تک شادی کی ذمہ داری سے محفوظ رکھا ہوا تھا، تقدیر کا کرنا یوں ہوا کہ میں فتنہ (آزمائش) میں پھنس گیا، میرا ظاہر اور باطن ایک خوبی کا اسیر (قیدی) ہوگیا جو مجھ سے بیان کی گئی، بغیر اس کے کہ اسے دیکھنے کا موقع ملا ہو، مَیں ایک سال تک اسی خیال میں ڈوبا رہا، حال یہ ہوگیا تھا کہ میرا دین بھی برباد ہونے کو تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ فضل و کرم سے، اپنی حفاظت کو میرے بیچارہ دل کو سنبھالنے کے لیے بھیج دیا

Marfat.com

اور اپنی رحمت سے مجھے اس حالت سے نجات دلا دی، اللہ تعالیٰ کے
اس بڑے انعام پر اس کا شکر ہے۔''

بات صرف اتنی سی ہے، اس میں نہ عورت کی تحقیر و توہین ہے، نہ دین اسلام میں اس کا مرتبہ مرد سے کسی طرح کم بتانا مقصود ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں عورت کا مقام کمتر ہے، مسلمان صوفیہ، بشمول حضرت داتا پیرؒ، بھی عورت سے بیزار ہیں نہ نفرت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نظامِ قدرت اور انسانی فطرت و جبلت کا تقاضا یہی ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں؟ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد ان کی باہمی محبت و مودّت اور انسیت و تعاون پر خانگی کے ساتھ ساتھ معاشرتی زندگی کا دارومدار ہے، اسی پر نوعِ انسانی اور نسل کشی کا انحصار ہے مگر یہ سب کچھ باہمی کشش کا محتاج ہے، بس اتنا ہی عورت کا ''فتنہ'' ہے اور یہی مرد کا کردار ہے، اسلام دین فطرت ہے، تلخ حقائق زندگی سے فرار کے بجائے ان کو مردانہ وار سامنا کرنے کا حکم دیتا ہے، بقول اقبال (۶۳):

کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں تو اور کیا ہے شکست!

حضرت داتا پیر رحمۃ اللہ علیہ کی شادی یا ازدواجی زندگی اور عورت کے متعلق ان کے نقطۂ نظر کے حوالے سے کشف المحجوب کی یہی پانچ سطری عبارت ہی ہے جو اہل قلم، خصوصاً مرشد لاہورؒ کے تذکرہ نگاروں کے ہاں، ایک معرکہ آرائی بحث وجدل کا میدان بن گئی ہے، کچھ لوگ اسے ایک مبہم سی عبارت سمجھتے ہیں جس سے کوئی بات کھل کر واضح ہی نہیں ہو پاتی، کچھ حضرات اس سے یہ اندازہ بھی لگاتے ہیں کہ مخدوم لاہورؒ ازدواج ہی سے آزاد رہے، بعض اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آپؒ کی دو شادیاں تو ہوئی تھیں مگر تیسری شادی کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی تھی (۶۴) لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو ''ذوقِ جمالیات'' کے چٹخارے

Marfat.com

لینے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں اور حضرت داتا صاحبؒ کو ایک ان دیکھی ''پری چہرہ'' حسینہ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر اور ایک خاتون کے لئے غائبانہ بسمل ہو کر سال بھر تڑپتے رہنے کا الزام دینے لگتے ہیں۔ یہ عبارت اور اس کا امانتدارانہ لفظی ترجمہ آپ کے سامنے ہے اور آپ کو بھی اس پر غور و فکر، دماغ سوزی اور رائے زنی کا حق حاصل ہے!

میری رائے میں یہ عبارت ایک سیاق و سباق کی پیداوار ہے، یہ عورت کی نہ مذمت ہے، نہ تحقیر ہے اور نہ اس سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ تو عورت کی مدح اور تعریف بھی ہو سکتی ہے کہ عورت ایک فتنہ ایک کشش اور ایک آزمائش بنائی گئی ہے، اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں ہے، آدم، ہابیل و قابیل، ھاروت ماروت اور خود داتا صاحبؒ بھی اس نسوانی فتنہ، کشش یا آمائش کی زد میں ہیں، گویا یہ تو حقیقت واقعی کا بیان ہے، اس سے عورت کی برائی بیان کرنا مقصود ہی نہیں ہے!

ہمارے نزدیک مرشد لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت مختصر سہی مگر جامع ضرور ہے لیکن کچھ اتنی مبہم بھی نہیں ہے کہ اس قدر ٹامک ٹوئیاں کھانے اور دوڑ دھوپ کرنے کی ضرورت ہو، یہ دراصل بلادِ خراسان یا ماوراء النہر کے ایک ایسے عالم تصوف کا فاضلانہ اسلوب بیان ہے جو فارسی سے پہلے عربی زبان کا عالم و ادیب ہے کیونکہ عربی اس کی مادری زبان تھی اور وہ غزنوی دَور کے ان علماء، ادباء اور شعراء میں سے ہے جو بیک وقت عربی اور فارسی پر عبور رکھتے تھے اور دو زبانیں جاننے والے ''ذُوِی لِسَانَیْنِ'' کہلاتے ہیں، مگر خوبصورت خراسانی فارسیٔ شیرین کی یہ فاضلانہ مختصر عبارت اپنے نقل کرنے والوں کے ہتھے بھی تو چڑھی ہوگی بلکہ چڑھی ہے اور نسخ کے باعث مسخ ہونے سے بھی تو نہیں بچی، اس لیے اسے سنبھالنا اور سمجھنا قدرے مشکل ضرور ہو گیا ہے، اسی لیے ان لوگوں کو بھی زورِ قلم دکھانے کا موقع مل گیا ہے اور ہر ایک نے حسبِ توفیق طبع آزمائی کرتے ہوئے موشگافیاں کی ہیں اور استدلال اور استنباط کے دریا بہا دیئے ہیں (اور سب کا یہ حق مسلم بھی ہے؟!) اس لیے

Marfat.com

ہم سب سے پہلے اس عبارت کے چند خاص اور مشکل الفاظ کے معنی واضح کرنے کی کوشش کریں گے اور پھر کچھ ہماری موشگافیوں اور استدلال کا مرحلہ بھی آئے گا، اس سے شاید ہم حقیقتِ حال تک پہنچ پائیں!

سب سے پہلے ''ازپس آنکه '' کا مرکب قابل توجہ ہے، کشف المحجوب میں داتا صاحبؒ نے یہ ترکیب کئی ایک دیگر مقامات پر بھی استعمال کی ہے اور ہر جگہ حتیٰ کہ خود اسی باب میں بھی از پس اسلام یعنی اسلام کے بعد ہے اس کا ترجمہ اور مفہوم وہی بنتا ہے جو حکیم موسیٰ امرتسری مرحوم نے لیا ہے اور وہ ہے ''اس کے بعد کہ'' اور یہ ترجمہ اور مفہوم اہل ذوق کے لیے انوکھا، اوپرایا عجیب بھی نہیں ہے۔

اگر یہ ترجمہ اور مفہوم سامنے رکھا جائے تو استدلال، استنباط اور موشگافیوں کے ''تمام گھوڑے'' بندھ جاتے ہیں اور دوڑنے کے قابل نہیں رہتے بلکہ اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی!

یہاں دوسرا قابل توجہ لفظ ''آفت'' ہے۔ اس کا ترجمہ آپ مصیبت کریں، بوجھ یا ذمہ داری کریں، سب درست ہے۔ بعض خواتین اور مرد حضرات اپنے ظاہری جذبات میں محاورہ کے طور پر آج بھی اکثر شادی کے بندھن کو آفت اور مصیبت ہی کہتے سنے جاتے ہیں مگر ''یہ بیزاری'' ان کے دل کی بات نہیں ہوتی بلکہ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوتے ہیں مگر حضرت داتا پیرؒ کے ہاں یہ لفظ ''ذمہ داری'' کے لیے استعمال ہوتا ہوا لگتا ہے۔ یا ذمہ داری کے بجائے اس کے معنی ''بوجھ'' بھی کر سکتے ہیں، مرشد لاہورؒ کے شایان شان یہی ترجمہ مناسب لگتا ہے!

اس عبارت میں ''فتنہ'' کے معنی فساد یا بگاڑ بھی ہو سکتے ہیں مگر مناسب یہ ہے کہ فتنہ کا ترجمہ یہاں کشش آزمائش یا امتحان کیا جائے، دنیا کی جو چیز کسی صوفی یا ولی اللہ کو یادِ خدا سے غافل کرنے کی کوشش کرتی ہے جب تک وہ کامیاب نہیں ہوتی اور ولی آخر کار اس پر غالب آکر اسے اپنے دل سے محو کرنے میں کامیاب نہیں ہو جاتا ہے اس وقت تک ایسی

Marfat.com

دنیاوی چیز ایک آزمائش اور امتحان ہی رہتی ہے مگر فساد اور بگاڑ نہیں کہلائے گی لیکن یہ کشش اور خواہش جب صوفی یا ولی کے عزم کو شکست دے کر اسے خدا سے غافل کر دے اور صوفی اس خواہش میں ڈوب جائے تو پھر وہ دنیاوی فتنہ محض کشش یا آزمائش نہیں رہتی بلکہ فساد، بگاڑ اور بربادی بھی بن جاتی ہے، یہ صوفی کے لیے نا قابل تلافی نقصان ہوتا ہے، گزشتہ زہد وعبادت کی تمام کمائی برباد ہو جاتی ہے، دنیادار کا مالی خسارہ تو پورا ہو سکتا ہے مگر صوفی کی روحانی پونجی اگر ڈوب جائے تو اس کی تلافی ممکن ہی نہیں۔ داتا پیر چونکہ بفضل خداوندی آزمائش سے نکل آئے تھے اس لیے یہ ''فتنہ'' ان کے لیے فساد یا بربادی نہ تھی بلکہ وہ اس ذمہ داری یا امتحان سے کامیاب وکامران نکل آئے تھے، اس لیے ان کے لیے یہ فتنہ دنیاوی محض ایک امتحان تھا اس لیے فتنہ کا ترجمہ یہاں امتحان اور آزمائش زیادہ مناسب ہے!؟

یہاں پر حضرت داتا صاحبؒ کا یہ ارشاد ''ظاہر و باطنم اسیرِ صفتی شد کہ بامن کردند'' بھی ایک خاص اور اہم مفہوم ومعنی لیے ہوئے ہے، حضرت کا اس عفیفہ کی خوبی یا وصف کا اسیر ہو جانا زبردست کشش کا غماز ہے، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ صنفِ نازک سے نہ نفرت کرتے تھے اور نہ اس سے بیزار تھے بلکہ بنت حواء کی سنگت وصحبت کے بہت آرزومند تھے اور اس کی دو وجوہات تھیں، ایک تو یہ کہ آپ کے لیے پہلی شادی کا تجربہ خوشگوار تھا اس لیے دوبارہ اس تجربہ سے گذرنے کے لیے دلی طور پر آمادہ تھے، دوسری وجہ اس عفیفہ کی وہ صفت یا خوبی تھی جو ان سے بیان ہوئی تھی، انہیں بتایا گیا ہوگا کہ وہ پاکدامن زہد وتقویٰ میں کامل ہیں نہ کہ محض حسین وجمیل ہیں۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ وہ عفیفہ ''رابعہ بصری صفت'' ہوں گی اور وہ بھی ان کے لیے ایسی ہی زاہدہ عابدہ رفیقۂ حیات ثابت ہوں گی جیسے وہ امیر خاتون جو حضرت شعیب براثی کی جھونپڑی کو آباد کرنے کے لیے آ گئی تھیں اور یوں ''خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے صوفی دو'' مگر بات نہ بن سکی۔ اور بات نہ بن سکنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاتون زہد وعبادت کے باعث شادی کے

Marfat.com

جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتی تھیں، یا رشتہ جوڑنے والوں کی کوتاہی سے ایسے ہوا ہوگا، آپ کے والدین کا وصال ہو گیا ہوگا۔ پیچھے بیگانے لوگ تو نام لے دیتے ہیں مگر پھر سب اپنے اپنے اُلّو سیدھے کرنے میں لگ جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اصل رشتہ کی جگہ ان کی اپنی کسی بھانجی بھتیجی کا ہی کام ہو جائے، یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکنے اور رشتہ نہ جڑنے کا سبب بھی کوئی ایسا ہی ہوگا، جس کے نتیجہ میں داتا پیرؒ اللہ تعالیٰ کے اپنے فضل و کرم سے اس آزمائش سے نکل آئے اور یوں آپ غفلت کی دلدل میں پھنس کر اپنی زُہد و عبادت کی پونجی ضائع کر بیٹھنے سے محفوظ رہے اور ربِ کریم کا شکر بجالائے!!

حضرت نے اس پانچ سطری عبارت میں گیارہ سال (یازدہ سال) کا جو ذکر فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ سمجھا جائے کہ گیارہ سال کی عمر تک وہ ''شادی کے بوجھ'' سے بچے رہے؟ ظاہر ہے طفولت کی یہ مدت مراد لینا تو ایک ''طفلانہ بات'' ہوگی، زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ پہلی شادی کے ختم ہونے (غالباً رفیقۂ حیات کی بے وقت وفات کی صورت میں) کے بعد گیارہ سال گذر جانے کے بعد دوسری شادی کی بات چلی جو نہ بن سکی، اس لیے یہ کہنا کہ زناشوئی کا موقع ہی نہ ملا، یا یوں کہنا کہ قیدِ ازدواج سے آزاد ہی رہے، یا پہلی شادی کا تجربہ بڑا تلخ تھا، یا یہ کہ پہلی بیوی ان کی مزاج شناس نہ تھی، سب قلم کی موشگافیاں ہیں یا قیاس کے گھوڑے ہیں جو اس ناموافق فضا اور ناہموار زمین پر بڑے بوجھل انداز میں دوڑتے بدکتے نظر آتے ہیں، سیدھی سی بات ہے کہ آپ کی پہلی کامیاب شادی تھی، رفیقۂ حیات بے وقت وفات پا گئیں مگر جونہی ایک نیک پاک خاتون کے رشتے کی بات چلی تو آپ بصد خوشی رضامند ہی نہیں اس کے آرزومند بھی ہو گئے بلکہ بغیر دیکھے اور میل ملاقات اس نیک خاتون سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا خیال مسلسل آتا رہا، یہ خیال یا آرزو معیوب ہے اور نہ شرعاً یا اخلاقاً ممنوع۔ لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' (یعنی جو باتیں نیک بندوں کے لیے نیکیاں

Marfat.com

متصور ہوتی ہیں وہی باتیں اللہ کے مقرب بندوں کے لحاظ سے برائیاں سمجھی جاتی ہیں)، چنانچہ جب بات بنتی نظر نہ آئی تو اس خاتون کے خیال کو حب الٰہی اور ذکر اللہ میں رکاوٹ جانتے ہوئے آپ نے اپنے ربّ سے خلاصی کی التجا کی جسے قبولیت کا شرف حاصل ہو گیا اور یوں اس رشتہ ازدواج کا خیال بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے محو کر دیا!!

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرشدِ لاہور رحمۃ اللہ علیہ اس عفیفہ کی سیرت واخلاق اور حسن کردار کو پسند کرنے لگے تھے، اس ضمن میں کسی ''پری چہرہ'' سے رومانس کی تو کوئی بات نہ تھی، اس کی دلیل ایک تو یہ ہے کہ ''صفتے'' کا مطلب کوئی سا وصف یا خوبی بھی ہو سکتی تھی، مگر اسے صرف دینداری اور حسن کردار کے لیے مختص کرنے کا ایک قرینہ بھی موجود ہے اور وہ اس حدیث میں ہے جس میں خاندان، دولت اور حسن و جمال کو ترجیح دینے کے بجائے نبی ﷺ نے دینداری اور حسن کردار کو ترجیح دینے کی تاکید فرمائی ہے، میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے والے سید ابوالحسن علی بن عثمان رضی اللہ عنہ ایک دوسطر پیچھے یہی حدیث بطور استشہاد بھی پیش فرمائیں اور پھر خود ہی حسن کردار کے بجائے کسی ''پری چہرہ'' کے حسن کے اسیر بن بیٹھیں۔۔۔ پیروکارِ سنت مصطفیٰ ﷺ ولی کامل کے متعلق ہم یہ بدگمانی بھی گناہ سمجھتے ہیں! بلکہ ہم تو یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس رشتہ کا پتہ دینے والے مرشد لاہورؒ کو خاتون کے نین نقش بیان کر کے اس کا فریفتہ بنانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی بیان کردہ واحد صفت (صفتے) یا خوبی بھی یقیناً دینداری اور حسن کردار ہی تھا مگر ایسی نیک پاک رفیقۂ حیات کے خیال میں گم رہنا بھی آپ نے گناہ سمجھا، اس کے خیال کو ہی دل و دماغ سے نکال دیا اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے نے بلا تاخیر اپنے ربّ کی یاد سے اپنے دل و دماغ کو آباد کر لیا! مگر یہ بھی ان کی جرأت ایمانی ہے کہ انہوں نے ایک سچے فرزندِ آدم ہونے کی حیثیت سے ایک نیک پاک خاتون کے خیال کو بھی دل میں بسانے کا اعتراف کیا اور اسے اسی قسم کا فتنہ

Marfat.com

(آزمائش) مانا جو سیدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام کے لیے مقدر تھا اور جو ابنائے آدم ہابیل و قابیل کو پیش آیا اور دو فرشتوں ھاروت و ماروت کو بھی اس سے گذرنا پڑا!! اس لیے اگر سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ فتنہ درپیش آ گیا تو یہ فطرت بشری کا تقاضا تھا!! اور اس کا اعتراف اس لیے داتا پیرؒ کی جرأت قلندرانہ ہے، ورنہ لوگ تو شرماتے اور ہر حال میں بتانے سے بچتے ہیں!!

حاصل بحث کے ضمن میں ہم یہ کہیں گے کہ مرشد لاہور حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان، رضی اللہ عنہ، کے شہرہ آفاق صحیفۂ تصوف، کشف المحجوب (جو ہمیں بعض احباب کے تتبع میں اختصاراً و اکراماً صرف ''کشف'' لکھنا بھی خوشگوار لگتا ہے) کا یہ باب منفرد اور نمایاں لگتا ہے اور اس کی تین وجوہات ہیں، ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں مسلم عائلی نظام زندگی کے متعلق داتا پیر نے نہایت اہم، جامع اور مفید معلومات درج فرما دی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ نظام ازدواج اور تجرد کے سلسلے میں مسلم صوفیہ کرام، رضوان اللہ علیہم کے مواقف و مسالک کو حضرت نے بڑی ہنرمندی، احتیاط و اعتدال کے ساتھ پیش فرما دیا ہے اور یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس باب میں قولِ ہجویریؒ قولِ فیصل کا حکم رکھتا ہے، اور تیسری اہم آخری وجہ یہ ہے کہ تجرد و ازدواج کے ضمن میں داتا صاحب نے جس صراحت سے اور کسی خوف لومۃ لائم کے بغیر اپنی ازدواجی زندگی کے اسرار کو ہمارے سامنے رکھ دیا ہے اس نے نہ صرف یہ کہ داتا پیرؒ کی بشری عظمت کو بلندیوں پر پہنچا دیا ہے بلکہ اختصار و جامعیت کے ساتھ اپنی زندگی کے اس پہلو کو پیش کرنے کے علاوہ وہ ہمارے دلوں میں بھی بس گئے ہیں!!

ہمارے مرشد لاہور رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب میں گفتگو جامعیت و انفرادیت کے پہلو تو لیے ہوئے ہے ہی مگر یہ دلچسپ اور دل نشیں بھی ہے۔ اپنی ازدواجی زندگی کا جو نقشہ حضرت نے ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے وہ مختصر سہی مگر اتنا مبہم بھی نہیں جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔

Marfat.com

حضرت نے بلاشبہ کوزے میں دریا بند کر دیا ہے، داتا پیرؒ کے نزدیک اسلامی تصوف کتاب و سنت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اس لیے بات کا آغاز ازدواجی نظام زندگی کے قرآنی فکر سے فرمایا ہے اور پھر حدیثِ پاک سے اس کی توضیح و تائید فرمائی ہے، نقطۂ آغاز سورت بقرہ کی وہ آیت کریمہ ہے جو رشتہ ازدواج کو بے حد مستحسن پیرایہ بیان، اور خوشگوار ترین اور بے اندازہ پرکشش رنگ میں پیش کرتی ہے، یہ ایک قرآنی استعارہ ہے جو میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے ''لباس'' قرار دیتا ہے، بھلا ہے کوئی انسان، مرد یا عورت، جو یہ گوارا کر سکے کہ اس کا لباس خوبصورت، پاک، صاف ستھرا، آرام دہ، پروقار اور محفوظ نہ ہو؟ ہر برائی سے مُبرّا اور ہر اچھائی سے متصف نہ ہو؟! گویا رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے پردہ، ڈھال، سہارا، محافظ اور مددگار بلکہ سراپا فداکار بن جاتے ہیں۔ اسلام کی رُو سے عُقدۂ نکاح ان کے لیے ایک ایسا قلعہ ہوتا ہے جس میں رہتے ہوئے انہیں کسی قسم کی گزند نہیں پہنچائی جا سکتی! قرآنی اصطلاح میں ''احصان'' کا یہی مفہوم ہے!

حضرت داتا صاحبؒ نے عورت کے ''فتنہ'' ہونے کو نہ صرف مانا ہے بلکہ اس کی مثالوں سے وضاحت اور تاریخی تفصیل بھی دی ہے اور یہ دراصل حقیقتِ واقعی کا بیان ہے اس میں حضرتؒ کی ذاتی رائے کو کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ''فتنہ'' بنایا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس ''فتنہ'' سے خبردار کیا ہے! داتا صاحب نے یہی ''حقیقتِ واقعی'' بیان فرمائی ہے!! مرکزِ حسن و جمال اور محورِ جذب و کشش پوری کائنات میں صرف عورت ہی تو ہے! اس مرکز و محور ہی سے تو قدرت نے کائنات آدم میں رنگ بھرا ہے! اگر یہ پرکشش ہستی ''فتنہ'' نہ ہوتی تو آدم کیونکر اس کی طرف التفات فرماتے؟! ربّ و رسول ﷺ نے قرآن و حدیث میں عورت کو جو فتنہ بنایا اور کہا ہے تو اس کی حقیقت اتنی ہی ہے اور بس!۔۔۔ مگر ''فتنہ'' کو کشش اور جذب کی دنیا سے نکال کر فساد اور بگاڑ والا ''فتنہ''

Marfat.com

بنا دینا مرد کا ''کارنامہ'' ہے۔ یہیں سے عورت وہ فتنہ بنتی ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے خبردار کیا تھا! ایک بار یہ فتنہ کشش کے بجائے فساد والا فتنہ بنا دیا گیا تو تباہی آ گئی!۔۔۔ اب جن بوتل سے باہر آ گیا!۔۔۔ آہو جب ایک بار بھٹکا دیا گیا تو اب اسے واپس لانا شاید بھٹکانے والے کے بس میں بھی نہیں!۔۔۔ تو اس میں نہ عورت کا قصور ہے نہ جن کا اور نہ آہو کا!۔۔۔ اصل قصور اس مرد کا ہے جو ہوش و حواس کے بجائے حرص و ہوس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا!۔۔۔ اصل جرم بوتل توڑ کر جن کو باہر نکالنے والے اور آہو کے بھٹکانے والے کا ہے!۔۔۔ جو اس نازک اور باریک فرق کو نہیں سمجھ سکتے وہ کشش والے ''فتنہ'' اور فساد یا بگاڑ والے ''فتنہ'' میں کیسے تمیز کر سکتے ہیں!!۔۔۔ وہ داتا صاحبؒ کی حقیقت بیانی کو ان کے ہاتھوں معاذ اللہ عورت کی تذلیل ہی قرار دے سکتے ہیں! ورنہ سچ تو یہ ہے کہ حواء کی بیٹی سے نہ صوفیہ کرام نفرت کر سکتے ہیں نہ داتا پیرؒ کی یہ شان ہے!۔۔۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ تو یہ ہے کہ: النساء شقائق الرجال (عورتیں تو مردوں کی سگی بہنیں ہیں!) مقصد یہ ہے کہ عورتیں مائیں ہیں، بہنیں ہیں اور بیٹیاں ہیں، ایک ہی درخت کے پھل پتوں کو برابر ہونا چاہیے، ''بات صرف عمل سے بنے گی!'' عورت یا مرد میں کوئی امتیاز نہ ہوگا، یہ ربّ کا فیصلہ ہے! برے عمل والی عورت بھی بری ہے اور مرد بھی! اچھے عمل والا مرد بھی اچھا ہے اور عورت بھی اچھی ہے! نبیوں اور رسولوں کی مائیں عورتیں تھیں، اولیاء و صلحاء کی مائیں بھی عورتیں ہی تھیں ہم سب اچھے برے مردوں کی مائیں بھی عورتیں ہی ہیں! تو پھر ہم نے سب الا بلا بیچاری عورت کے سر کیوں تھوپ رکھی ہے؟!

یہی وہ حقائق ہیں جو داتا پیرؒ نے بتانے سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے، ان کے ارشادات کی حقیقی روح اور اصل جوہر یہی ہے! اب بھی اگر کوئی صوفیہ کرام یا داتا صاحبؒ کو عورت کا دشمن، اس سے نفرت کرنے والا اور اسے حقیر یا سرچشمہ شر و نحوست قرار دینے

Marfat.com

والا سمجھتا ہے تو یہ اس کی اپنی بھول ہے!

Marfat.com

حضرت داتا صاحب اور اسلام کا ازدواجی نظام

۱۔ کشف عابدی (ڈاکٹر محمود عابدی : کشف المحجوب، طبع تہران، ۱۳۸۳ھ) ص۵۲۹۔۵۳۷۔

۲۔ لسان العرب (مادہ: زوج)۔

۳۔ قرآن کریم (۴/۹۵)۔

۴۔ ایضاً، (۵۴/۲۵)

۵۔ ایضاً، (۴/۱)۔

۶۔ قرآن کریم (۲/۲۲۸)۔

۷۔ گلستان سعدی ص۱۴ (طبع لاہور بلا تاریخ)۔

۸۔ قرآن کریم ۲/۲۲۸۔

۹۔ قرآن کریم، (۲/۲۲۸)۔

۱۰۔ قوت القلوب (ابوطالب المکیؒ) ص۵۷۰۔۶۷۶۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ احیاء علوم الدین ۲/۲۱، قاہرہ، بلا تاریخ۔ حجۃ اللہ البالغہ، لاہور، بلا تاریخ۔

۱۴۔ کشف عابدی، ص۵۲۹۔۵۳۷۔

۱۵۔ قرآن کریم (۲/۲۲۸)۔

۱۶۔ ایضاً (۱۶/۹۷)۔

۱۷۔ ایضاً (۲۰/۲۱)۔

Marfat.com

۱۸۔ ایضاً (۳۸/۱۳)۔

۱۹۔ کتاب اللمع (ابونصر سراج، طبع قاہرہ، بلا تاریخ) ص۲۲۳۔۲۳۳۔

۲۰۔ قرآن حکیم (۲۵/۷۴)

۲۱۔ ایضاً، احیاء علوم الدین ۲/۲۲۔

۲۲۔ مشکوۃ المصابیح ۲/ ۲۳، نسائی ۲/۳۲۹، احیاء علوم الدین ۲/ ۲۲۔

۲۳۔ ایضاً۔

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۶۳۱۔

۲۷۔ المرأۃ المسلمۃ، ص۲۱۳۔

۲۸۔ قصص الانبیاء، ص۱۲۴۔

۲۹۔ قرآن کریم (۶۶/۱۱)۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ ملکہ سبا حضرت بلقیس اور ان کی سلطنت سبا کی کہانی عورت کے مرتبہ و مقام اور عملی کردار کے لحاظ سے بہت اہم عبرتوں پر مشتمل قرآنی قصہ ہے، وہ چونکہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے ہاتھ پر شرک و بت پرستی سے تائب ہو کر ایمان لائیں اس لیے ان کے احوال ثانوی حیثیت اختیار کر گئے، پھر یہ کہانی یہود و نصاریٰ کے رحم و کرم پر عام ہوئی اس لیے مسلمانوں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی، مگر سیاست و حکومت اور تاریخ کے حوالے سے یہ کہانی فکرِ قرآنی کو جلا بخشتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، قرآن کریم کی رُو سے ایک با اختیار ملکہ ہونے کے باوصف وہ امورِ سلطنت کے متعلق اہم فیصلوں میں اپنی قوم کے اصحابِ حل و عقد سے رائے لیے اور مشاورت کیے بغیر

Marfat.com

کوئی قدم نہیں اٹھاتی تھیں، یہی وہ شورائی جمہوری رَوِش ہے جو عام لوگوں کو امورِ سلطنت میں شریک کرنے کی قرآنی دعوت کے عین مطابق ہے، اور جو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی روح اور گوہر مقصود ہے۔ حضرت بلقیس کے حکیمانہ اقوال کو وحی ربانی نے زینت بخشی ہے اوران سے آج بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے مثلاً ارشادِ ربانی ہے: اِنَّ اَلْملوُک اِذادَخلُوا قَریۃً اَفْسَدُوھَاوَ جَعَلُوا اعزۃ اھلھا اَذِلَّۃً یعنی جب بادشاہ کسی ملک پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اسے برباد کردیتے ہیں اوراس کے محترم لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں!۔ (قران کریم: سورۃ النمل (۲۷/۳۴)۔

۳۲۔ المرأۃ المسلمۃ، ص ۲۹۷۔

۳۳۔ کتاب اللمع (اردو ترجمہ) ص ۳۲۰۔۳۳۱۔ ۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ قرآن کریم (۱۶/۹۷)۔

۳۶۔ لسان العرب وتاج العروس (مادہ ش ق ق)۔

۳۷۔ کشف عابدی ص ۵۳۲۔

۳۸۔ کتاب اللمع ص ۳۲۰۔۳۲۳۔

۳۹۔ ایضاً۔

۴۰۔ ایضاً، قوت القلوب ص ۵۷۵۔۵۷۶۔

۴۱۔ کشفِ عابدی ص ۵۳۱۔۵۳۵۔

۴۰۔ ایضاً ۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ ایضاً۔ ۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ ایضاً۔ ۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ ایضاً۔ ۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ چغتائی صاحب کے مرتب کردہ اس مجموعہ میں بائیس (۲۲) حضرات کے رشحاتِ قلم

Marfat.com

شامل ہیں، اس قسم کی ''کاوشِ جامعانہ'' کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، سب سے بڑا فائدہ تو ہمارے جیسے ''زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد'' قسم کے جامد، بے وسیلہ اور لکیر کے فقیر کو بہت کچھ یک جا مل جاتا ہے اور وہ خود کو اس حلوہ خور درویش کی طرح خور سند وار جمند سمجھتا ہے جو ایک ہی پلیٹ میں حلوہ اور دال یکجا دیکھ کر جھومنے لگتا ہے، اس مجموعہ میں بھی حلوہ اور دال یک جا نظر آتے ہیں اور شیر اور بکری ایک گھاٹ پر کھڑے ہیں، اس مجموعہ کا عنوان ہی ''داتا صاحب'' ہے۔

۵۰۔ یہ آنے والے تقریباً تمام اقتباسات چونکہ مجموعہ ''داتا صاحبؒ'' سے ہیں اس لیے حوالوں کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۱۔ قبلہ فوق صاحب کا یہ استنباط واستدلال کم سے کم میرے لیے تو نا قابل فہم ہے!

۵۲۔ بہت دلچسپ مفروضہ ہے!

۵۳۔ لیکن ''تعلقات محبت قائم ہو گے تھے'' اور ''ایک سال تک اس کے زخم لطیف کے بسمل بنے رہے'' مولانا دریابادی کی چٹخارہ دار اردو ہی ہے، برداشت کرنا پڑ رہی ہے!!

۵۴۔ استغفر اللہ! یہ بے سروپا استنباط اور وہ بھی ایک ولی اللہ کے بارے میں، تہمت سے کم نہیں۔

۵۵۔ ''از پس آں کہ'' کا ترجمہ بالکل درست ہے اور داتا صاحبؒ نے اپنی کتاب میں یہ اسلوب بیان کئی ایک مقامات پر استعمال کیا ہے، خود اسی باب میں ''از پس اسلام'' آیا ہے جس کا ترجمہ ''اسلام کے بعد'' کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا!

۵۶۔ کشف عابدی ص ۵۳۶

۵۷۔ قرآن کریم (۲/۳۵۔۳۶)

۵۸۔ ایضاً (۵/۲۸)

۵۹۔ ایضاً (۲۴/۲۶)

۶۰۔ ایضاً (۱۲/۳۳)

۶۱۔ کشف عابدی ص ۵۳۶۔۵۳۷

۶۲۔ ایضاً

۶۳۔ کلیاتِ اقبال اردو، ص ۵۰۱

۶۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ''داتا صاحبؒ'' از محمد اکرام چغتائی۔

Marfat.com

اسلامی تصوف اور کشف المحجوب

☆ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

مرشدِ لاہور، سیّد ہجویر، حضرت ابوالحسن علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ، اسلامی تصوف کی جان بھی ہیں، پہچان بھی! آپ کی کشف المحجوب (یعنی اہل دل کے لیے اسرارِ الٰہی کو کھول کر رکھ دینا) اسم با مسمّٰی اور تصوف کی دُنیا میں قدم رکھنے والوں کے لیے اللہ ربّ العزت تک رسائی کا صراطِ مستقیم اور اس کی منازل کی نشاندہی کرنے والی کتابِ تصوف، ہمارے اس مقالے کا سرِ عنوان اور محورِ فکر ہے ۔یہ کشف المحجوب وہ کتاب ہے جس میں مرشدِ لاہور نے سلسلۂ تصوف کی حقیقت بیان فرما کر اہل دل کی رُوح پروری اور رہنمائی کا پورا پورا سامان کر دیا ہے، اس لیے وہ روحِ تصوف کے ترجمان، اسلام اور دین حق، کے علمبردار بھی ہیں۔ حضرت پیرِ سجزی سلطانِ ہند خواجۂ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

تصوف کے ضمن میں لوگ افراط وتفریط اور انتہا پسندی کا شکار رہے ہیں، کچھ لوگوں کے نزدیک دنیا کی نعمتوں سے منہ موڑ لینا اور دنیا کو چھوڑ دینا تصوف ہے، اسی طرح کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بوری یا اُون کا بنا ہوا کھر درا لباس پہن لینا اور صوفیوں کا سا رنگ ڈھنگ اختیار کر لینا ہی تصوف ہے، دنیا کی نظروں سے اوجھل عملی طور پر خواہشات نفسانی کا غلام ہونا یا دوسرے لفظوں میں دکھلاوے اور ریا کاری سے خلقِ خدا کو فریب دینا بھی تصوف

☆ استاذ کرسی ہجویری، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

سمجھا جاتا ہے، مگر یہ سب باتیں اور تمام صورتیں انتہا پسندی کی مختلف شکلیں ہیں، لیکن جب ہم اسلامی تصوف کی بات کرتے ہیں، تو اس سے مراد میانہ روی اور اعتدال کا وہ رستہ ہے۔ جو سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے، تصوف اعتدال کا وہ صراطِ مستقیم ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشا اور مرضی بھی ہے اور جس کے لیے ہر مؤمن مسلمان اپنی نماز میں اپنے ربّ سے التجا کرتا ہے، "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" (۱) (ہمیں سیدھے راستے پر چلا) میں بھی اسی سیدھے راستے کی التجا کی جاتی ہے۔ یہی میانہ روی، یہی راہِ اعتدال اور یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اسلامی تصوف ہے، جس میں افراط ہے نہ تفریط اور نہ شدت پسندی ہے نہ انتہا پسندی! یہی وہ رستہ ہے جو، ہر معتدل انسانی فطرت کے لیے گوارا بلکہ خوشگوار اور پسندیدہ ہے، حد سے بڑھ جانا خواہ کسی قدم پر ہی ہو کسی سمت بھی ہو اور کسی رنگ میں بھی ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز پسند نہیں۔ اِنّ اللہ لا یحب المعتدین (حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے) دُکھ ہو یا سکھ ہو، خوشی ہو یا غم ہو، کوئی بھی رنگ ہو، کوئی بھی حالت ہو، خدا اور رسول کو اس میں افراط وتفریط یا انتہا پسندی ناپسند ہے! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لا تأ سوا علی مافا تکم (۲) (جو کچھ کھو جائے اس پر غم سے نڈھال ہونے کی ضرورت نہیں)، اسی طرح یہ بھی فرمانِ خداوندی ہے کہ لا تفرحوا بما آ تکم (۳) (جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں، اس پر خوشی سے اکڑنے اور آپے سے باہر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے!)

دراصل دُنیا اور دُنیاوی زندگی کے مفہوم میں لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، یہیں سے انسانیت کے پاؤں پھسلے ہیں اور اسی لغزش کے سبب انسان ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دُنیا میں انسان صرف مصیبتیں اٹھانے اور آفتوں میں پڑنے کے لیے ہی پیدا ہوتا ہے، اس لیے اس دنیا اور یہاں کی دنیاوی زندگی سے منہ موڑنا اور اس عذابوں کی جگہ کو چھوڑ دینا ہی بہتر اور افضل ہے، یہاں سے ترکِ دُنیا کا تصور پیدا ہوا، بعض لوگوں کا

Marfat.com

خیال یہ ہے کہ دُنیا کھانے پینے اور عیش کرنے کے لیے ہے۔ یہاں سے عیش پرستی اور مال و دولت جمع کرنے کے لئے قتل و غارت گری کے شر و فساد نے جنم لیا! افراط و تفریط کی روش ہمیشہ افراط و تفریط ہی کو جنم دیتی ہے، انتہا پسندی بھی ہمیشہ پھر ایک اور انتہا پسندی پر منتج ہوتی ہے!

اسلامی تصوف یا دوسرے لفظوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات میں جس راہِ اعتدال کا حکم ہے وہ ایک اور چیز کو پیدا کرتی اور وجود عطا کرتی ہے، اس چیز کو حسن عمل یا خوبصورت کام، خوشگوار رَوِش اور پسندیدہ عمل کا نام دیا گیا ہے! بے شک اس دنیا کی زندگی میں مصائب اور آفات بھی ہیں مگر یہ غلط ہے کہ اس دنیاوی زندگی میں مصائب و آفات کے سوا اور کچھ بھی نہیں! یہ دنیا سراپا مصائب و آفات سے عبارت نہیں ہے، بلکہ اس میں راحت اور آرام بھی ہے، رنج و غم کے ساتھ ساتھ خوشی و مسرت بھی ہے! مصائب و آفات کو اگر صبر و ہمت سے اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے تو یہی مصائب اور آفات، راحت و آرام میں بھی ڈھل جاتے ہیں، رنج اور غم میں بھی اگر ثابت قدمی، حوصلے اور برداشت سے کام لیا جائے تو اسی رنج و غم کے بعد خوشیاں بھی انسان کا استقبال کرتی ہیں! تلخیٔ ایام کو اگر صبر و ہمت سے گزارا دیا جائے تو اس کے نتیجے میں بھی بالآخر مٹھاس اور شیرینی کی لذت نصیب ہوتی ہے! اس طرح عمل کا پھل بھی ہمیشہ حسن اور خوبصورتی کی بہار کی شکل میں سامنے آتا ہے!

جو لوگ دنیا کو سراپا مصائب و آلام کی جگہ سمجھنے کے عذاب میں مبتلا ہیں یا جو لوگ اس دنیاوی زندگی کو سراسر عیش پرستی اور پھولوں کی سیج تصور کرتے ہیں، قرآن کریم ان دونوں قسم کے انسانی تصورات کو مسترد کرتا ہے اور ان دونوں صورتوں میں حسنِ عمل، حسنِ برداشت، حسنِ ضبط اور حسنِ کردار کی روش کا حکم دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس دنیا کو سراپا پھول یا سراسر کانٹے تصور کرنے والے، دنیاوی زندگی کو سراسر عیش پرستی یا عذاب خیال کرنے

Marfat.com

والے دونوں غلطی پر ہیں! اصل تو اعتدال کی راہ اور حسن عمل ہے، اگر آپ مشکل یا مصیبت میں ہیں تو پھر صبر و ہمت کا ایسا مظاہرہ کریں کہ دیکھنے، سننے والے یہی کہیں کہ انسان کو ہر مشکل اور مصیبت میں ایسا ہی صبر کرنا چاہئے! اگر آپ کو خوشی اور کامیابی نصیب ہو تو پھر اپنے آپ کو اس طرح قابو میں رکھیے کہ لوگ ایسے ضبط و برداشت کو حسنِ عمل کا نام دیں! آپ کے پاس بڑے سے بڑا عہدہ ہے یا چھوٹے سے چھوٹا کام ہے، ہر صورت میں لوگ یہی کہیں کہ کیا خوب کام کرتا ہے!

دُنیا اور دُنیاوی زندگی کے متعلق غلط تصورات میں گم ہو جانے والوں، اپنے آپ سے باہر ہو جانے والوں اور پاگل پن تک پہنچ جانے والوں کی مشکل آسان کرتے ہوئے قرآن کریم اس دنیا اور یہاں کی زندگی کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے کہ "خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا" (۴) (اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو اس لیے تخلیق فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتے ہیں) یعنی اللہ ربّ العزت نے زندگی اور موت کے ایک سلسلے سے عبارت دنیا میں تمہیں اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ یہ واضح ہو سکے کہ تم میں سے حسن عمل کا مظاہرہ کون کرتا ہے! غم یا خوشی میں، کامیابی یا ناکامی میں، مشکل یا آسانی میں تم سے کون ہے جو ہر حال میں حسنِ عمل کا ثبوت دیتا ہے! کامیابی اور خوشی کے موقع پر بھی اپنے آپ میں رہو، مشکل یا ناکامی میں بھی اپنے سے باہر مت ہو، ہر حال میں اپنے آپ پر قابو رکھنا اور حد سے نہ بڑھنا راہِ اعتدال اور حسنِ عمل ہے اور اسلامی تصوف بھی یہی سکھاتا ہے، یوں گویا حسن عمل کا مظاہرہ کرنے کے ایک لفظ سے قرآن کریم نے انسان کو سب کچھ بتا دیا اور سمجھا دیا ہے، کیا خوب فرمایا ہے مولانا ظفر علی خان نے:

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں!!

Marfat.com

اسلامی تصوف کے منکرین ومخالفین میں سے بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعین عظام اور حضرات تبع تابعین رحمہم اللہ کے مبارک زمانوں میں صوفی، تصوف یا متصوف وغیرہ الفاظ تو ان معنی میں مروج ہی نہ تھے، کوئی صحابی صوفی نہیں کہلایا، تابعین یا تبع تابعین میں سے بھی کسی بزرگ کے اسم گرامی کے ساتھ "صوفی"، "متصوف" یا "تصوف" کی راہ پر چلنے والا کسی قدیم ومعتبر مصدر یا ماخذ میں نہیں آیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب اصطلاحات بعد کے زمانوں کی پیداوار ہیں! ہم بھی یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک کے ساتھ صوفی یا متصوف کی نسبت نہیں آئی، اسی طرح کسی صحابی، کسی تابعی یا تبع تابعین کے اسمائے گرامی میں سے کسی کے ساتھ صوفی یا متصوف ہونا بھی مذکور نہیں، مگر ہم یہ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ ان بزرگانِ سلف کے مبارک زمانوں میں "صوفی" بھی تھے اور "متصوف" بھی! اس لیے کہ ان زمانوں میں بلکہ ان سے پہلے کے زمانوں میں بھی یہ الفاظ موجود تھے، مگر صرف لغوی معنی میں استعمال ہوتے تھے، کیونکہ ان زمانوں میں "صوف" بمعنی اُون موجود تھی، اس لیے جو شخص اُون کا کاروبار کرتا تھا وہ صوفی اور متصوف (صرف لغوی معنی میں!) کہلاتا تھا، لیکن اصطلاحی معنی میں کوئی بھی صوفی تھا، نہ متصوف! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے تبع تابعین کے زمانوں تک ان اصطلاحی معنی میں بھی کوئی صوفی تھا نہ متصوف مگر معنوی اور روحانی معنی میں کوئی بھی صوفی یا متصوف کہلانے کا، نہ محتاج تھا نہ ایسا کہلانا ان میں سے کسی کو پسند تھا، اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے، نبوت ورسالت کے منصب کے سامنے یا متصوف ہونا یا کہلانا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہی نہ تھا، اسی طرح، جن نیک وخوش نصیب ہستیوں کو صحابیٔ رسول ہونے کا شرفِ نسبت حاصل تھا وہ کائنات کی کسی اور بڑی سے بڑی نسبت کو پائے حقارت سے ٹھکرانے کے لیے آمادہ تھے!

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ ہونا اور صحابہ کہلانا کائنات کی سب سے مقدس ، پاکیزہ، قیمتی اور سب سے زیادہ محترم نسبت تھی ، یہی حال تابعین اور تبع تابعین کا تھا! ان میں سے ہر ایک اسی نسبت اور اسی سلسلے سے منسلک ہونے اور رہنے کو سب سے بڑا قابل فخر سرمایہ سمجھتا تھا، اس لیے ان بزرگانِ سلف میں سے کوئی بھی "صوفی" یا "متصوف" کی نسبت سے نہ جانا گیا اور نہ کسی نے اسے پسند فرمایا! مگر بایں ہمہ عمل و کردار اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے یہ تمام لوگ سب سے بڑے صوفی تھے! کیونکہ صوفی وہ حق پرست موحد ہے جو ظاہر و باطن میں پاک باز و پاک دامن ہو، جس کی روح پاکیزہ اور ہر قسم کے شرک اور ریا کاری سے پاک ہو، ان خوبیوں کے بلند ترین معیار پر صرف اور صرف قرن اول کے بزرگان سلف ہی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کوئی ثانی تھا نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے مراتب پانا بھی کسی اور کی قسمت میں تھا، نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے ، یہاں سے ہمیں اس صوفیانہ فرمان کا مفہوم بھی سمجھ میں آجانا چاہئے جسے داتا پیر نے نقل کیا ہے کہ "ان مبارک زمانوں میں "صوفی" تو تھے، مگر "تصوف" نہ تھا جبکہ آج تصوف تو ہے مگر "صوفی" مفقود ہیں"۔

بعض دانشوروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسلامی تصوف، نام کی کوئی چیز دنیا میں موجود ہی نہیں ہے، اس لیے کہ جسے آپ "اسلامی تصوف" کہتے ہیں وہ تو دیگر اقوام و مذاہب یا تہذیب و ثقافت سے اختلاط و امتزاج اور میل جول کا نتیجہ ہے، کسی کو "اسلامی تصوف" پر یونان کے فلسفہ و فکر کا رنگ دکھائی دیتا ہے، کسی کی نگاہ میں یہ ہندومت یا بدھ مت سے میل جول کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ صوف (اون) اور مسوح (بوری یا چھال وغیرہ کا کھردرا لباس) کا استعمال تو یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں یا بدھوؤں کے ہاں مروج تھا، انہی اقوام و مذاہب سے جب مسلمانوں نے یہ لباس مستعار لیے تو وہ بھی صوفی یا زاہد کہلائے ، مگر یہ بھی ان دانشوروں کا وہم اور مفروضہ ہے! صوف یا اون کا لباس تو قرنِ اول کے مسلمانوں میں بھی

Marfat.com

وسیع پیمانہ پر مستعمل و مروج تھا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کملی پوش (مزمل اور مدثر) تھے، جیسا کہ نصوص قرآن سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ "علیکم بلبس الصوف تجدون حلاوۃ الایمان فی قلوبکم " (۵) یعنی اون یا صوف کے لباس کا التزام کرو تو تمہیں اپنے دلوں میں ایمان کی حلاوت اور لذت محسوس ہوگی یہ بھی منقول ہے کہ:"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبس الصوف "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صوف یا اون کا لباس زیب تن فرماتے تھے!

سیّدنا صدیق اکبر سمیت بہت سے کبار صحابہ کرام کا اون یا صوف کا لباس پہننا بھی معتبر مصادر و مآخذ سے ثابت ہے، سہروردی نے ''عوارف المعارف'' میں امام حسن بصری (تابعی) کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے ستر بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لباس صوف (اون) پہنے دیکھا ہے! صوف یا اون مسوح (بوری یا چھال) کا لباس انبیائے کرام اوران کے سچے پیروکاروں کا لباس بھی مسلم ہے! اس لیے اگر مسلمان اہل زہد وتقویٰ نے یہ لباس اختیار کیا تو کوئی عیب کی بات نہیں تھی، اس لیے کہ یہ سنت انبیاء واولیاء ہے، آج دیگر مذاہب کے زُہّاد اور سادھوؤں کا لباس اگر مسلمان صوفیہ جیسا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان صوفیہ نے یہ لباس ان دوسروں سے مستعار لیا ہے، بلکہ بات بالکل برعکس بھی ہوسکتی ہے! دوسروں نے اسلامی تصوف سے بہت کچھ سیکھا اور پایا ہے، اس لیے کہ صوف یا اونی لباس تو سب سے زیادہ بلادِ عرب میں میسر تھا، جہاں کاٹن نام کو بھی نہیں ہوتی تھی، دنیا کے جن خطوں میں (جیسے یونان، روم، مصر اور ہندوستان وغیرہ میں) کاٹن بکثرت ہوتی تھی وہاں اون (بھیڑوں کے بال) اور ملس (اونٹوں کے بال) تو نایاب تھے، وہاں صوف یا اون کا لباس مفلس سادھو یا مذہبی لوگ اپنے لئے کیسے مہیا کرسکتے تھے؟ اس لیے سب سے پہلے اونی لباس تو مسلمان صوفیہ نے متعارف کروایا، لہٰذا یہ کہنا کہ ان میں اور دیگر مذاہب میں اختلاط و امتزاج کی وجہ سے صوف کا لباس مسلمانوں میں مروج ہوا، وہم کے سوا اور کچھ بھی نہیں!

Marfat.com

قرآنِ کریم میں ایک لفظ اور اس کے مشتقات بکثرت سے استعمال ہوئے ہیں، جسے میں ولایتِ ربانی یا "ولایۃ اللّٰہ" کا نام اور عنوان دیتا ہوں، یہ لفظ عملی طور پر اور مفہوم و مدلول کے اعتبار سے تصوف کے مترادف ہے، اللہ کا دوست ہونا یا کسی کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست فرما دیں تو یہ شرف و اعزاز صوفی یا متصوف ہونے سے برتر ہے، اسی وجہ سے ہم اپنے صوفیہ کرام اور متصوفین کو یا دوسرے لفظوں میں اہل طریقت کو اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے دوست) یا اولیائے کرام کے معزز اور محبوب القاب سے یاد کرتے ہیں! قرآن کریم میں ارشاد ربانی یوں ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ،الذین آمنوا و کانوا یتقون ، لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ،لا تبدیل لکلمت اللہ ،ذالک ھو الفوز العظیم.(٦)

"یاد رکھنا کہ اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے دوستوں) کو کبھی کوئی خوف ہوگا نہ غم ہوگا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تقویٰ (اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی میں کامل ہونا اور ان حقوق میں کوئی کمی نہ آنے دینا تقویٰ ہے) اختیار کیا، ان اولیائے کرام کے لیے دنیا و آخرت میں خوشخبریاں ہی خوشخبریاں ہیں !!اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان میں کبھی کوئی رد و بدل نہیں ہوتا، یہی تو بڑی کامیابی ہے"۔۔۔!!

ان آیاتِ کریمہ میں اہل طریقت اولیائے کرام کی دو علامات، دو اعمالِ صالحہ اور دو انعامات کا ذکر ہے، اولیاء اللہ کی پہلی علامت اور نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں پر غیر اللہ کا خوف کبھی بھی طاری نہیں ہوتا، دوسری نشانی یہ ہے کہ رنج و غم ان کے پاس کبھی بھٹکتا بھی نہیں، یعنی وہ دنیا و آخرت میں غیر اللہ کے خوف اور حزن و ملال سے پاک

Marfat.com

ہوتے ہیں، ان کا پہلا عمل اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہے، یہ ایمان اپنے دل میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو جگہ دینا اور غیر اللہ کو اپنے دل سے نکال دینا ہے، کیونکہ بقول اقبال:

بیمِ غیر اللہ عمل را دشمن است
کاروانِ زندگی را رہزن است!

اللہ "وحدہ لاشریک لہ" پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی بندۂ مؤمن کو غم اور خوف سے مکمل طور پر آزادی اور نجات دلاتا ہے! اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی بندۂ مؤمن کو ناقابلِ شکست قوت بنا دیتا ہے اور موحد کو کوئی خوف شکست دے سکتا ہے اور نہ کوئی لالچ جھکا سکتا ہے! بقول شیخ سعدی شیرازیؒ:

موحد چو درپائے ریزی زرش
چہ شمشیرِ ہندی نہی برسرش
امید و حراسش نباشد زکس
برین است بنیادِ توحید و بس!

عقیدۂ توحید پر یہی پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی تو تھا، جس کی بدولت پورے فولادی عزم کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کفارِ مکہ کے ہر خوف اور ہر لالچ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس ذات لاشریک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر یہ کفار مکہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج لا کر بھی رکھ دیں، تو میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ڈنکا بجانے سے باز نہیں آؤں گا! یہاں ان آیاتِ کریمہ میں دوسر اعمل تقویٰ ہے، باعمل مؤمن کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے اور ہمیشہ اس کی رضا کا طالب رہے، اس کے ساتھ ہی خلق خدا، جس میں

Marfat.com

انسان کے علاوہ دوسری مخلوق بھی شامل ہے، کے حقوق کی ادائیگی میں بھی رتی بھر فرق اور نقص گوارانہ کرے! اور یہاں اس ارشاد ربانی میں جو، دو انعامات ذکر ہوئے ہیں، ان میں دنیا و آخرت میں سراپا خوشی کی زندگی اور بہت بڑی کامیابی یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پانا ہے!

اب کوئی کہے کہ آپ اسلامی تصوف منوانا چاہتے ہیں، ہم تو تصوف کو اسلام کے متوازی اور مقابل ایک الگ دین گردانتے ہیں! یہ تو کتاب وسنت سے متصادم طریقۂ زندگی ہے، صوفیہ کے افکار اور اعمال کا کتاب وسنت میں کیا ثبوت ہے! لیکن یہ دعویٰ بھی محض ڈھٹائی اور حق سے آنکھیں موند لینے کے مترادف ہے! حقیقت تو یہ ہے کہ سچے صوفی جو کچھ کہتے یا جو کچھ عملی طور پر انجام دیتے ہیں، وہی تو عین اسلام ہے! یہی باتیں تو کتاب وسنت کی روح، جوہر اور نچوڑ ہے، یہی تو وہ اقوال واعمال ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ اور صبح وشام اور دن رات کا معمول تھا، یہی تو اسلام ہے جو تمام انبیاء کو عطا ہونے والا دین حق ہے! یہی تو وہ دین ہے جس کی اشاعت وتبلیغ اور تکمیل کے لیے خاتم الانبیاء اور مصدق الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے! اسی دین کے اصول وضوابط کی بنیاد پر غار حرا سے اتر کر آنے اور مکہ مکرمہ کے دارِ ارقم اور پھر ہجرت کے بعد صفۂ مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظر کرم اور لسان معجز بیان سے جماعت صحابہ کی تربیت فرمائی، وہی جماعت جس نے تربیت پانے کے بعد ایک ہمہ گیر انقلاب سے نہ صرف یہ کہ ریگستانِ عرب کا رنگ روپ اور ڈھنگ بھی بدل کر رکھ دیا بلکہ دنیا کو ایک ایسی مثالی حکومت اور تہذیب وتمدن بھی دیا جس نے صرف ربع صدی کے اندر دنیائے انسانیت کا مقدر سنوار دیا، یہی تو وہ طریقہ اور سنت نبوی ہے جسے سچے صوفی اپناتے ہیں اور یہی دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کا اقبال نے چرچا کیا:

Marfat.com

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست!
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است!!

آپ تصوفِ اسلامی سے منہ موڑتے ہیں یا سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگنا چاہتے ہیں؟ میرا اندازہ ہے کہ آپ میں سے بعض لوگ ابھی بھی کسی جاہلانہ الجھن کا شکار ہیں! بات ابھی بھی آپ کے ادراک سے باہر ہے! اگر ایسے ہے، تو پھر مجھے صرف یہ بتا دیجئے کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم، ایک مدت تک جس غارِ حرا میں تشریف فرما رہے، وہاں آپ کا معمول مبارک کیا تھا؟ یہی نا کہ، ذکر اللہ سے زبان مبارکؐ رواں دواں تھی! اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، اس کی اطاعت وعبادت ہی آپ کا مقصد ومعمول تھا! حراء کی چوٹی سے بیت اللہ کی عظمت پر نظر رکھنا، عرب وعجم کی دنیائے انسانیت کی بھلائی سوچنا، بھٹکے ہوئے بندوں کو صرف اور صرف اللہ کہ راہ دکھانے کے عزم وہمت کے ساتھ کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ کرنا، کوئی جتن کرنا، یہی نا کہ اللہ تعالیٰ کے نور وعرفان یعنی "اقراٗ" کے علم ومعرفت سے انسان کا مقدر سنوارنا! اپنے رب سے دل لگانا صرف اسی تک رسائی کے لیے فکر وعمل کی راہیں سوچنا! یہی تو وہ شمع تھی جو چالیس سال کی عمر تک غارِ حرا کو نور علیٰ نور سے بھر رہی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی روشنی، کوئی پیغام، کوئی نسخۂ کیمیا عطا ہو جائے، جو انسانیت کا مقدر سنوار دے اور ایک انقلاب سے دنیا کے چلن بھی بدل دے! یہ وہی شمع علم وہدایت نہ تھی جس کا مولانا ظفر علی خان ذکر فرماتے ہیں کہ:

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اِک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں!

آج اگر مسلمان صوفی، مسلمان صاحبِ سنت وطریقت اور مسلمان اللہ والا کچھ لمحات کے لیے کسی زاویۂ علم ونور میں گوشہ نشین ہو کر اپنے ظاہر کے ساتھ اپنے باطن کو بھی سنت وطریقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے اور چلانے کے لیے خود کو سنوارتا اور تیار کرتا ہے

Marfat.com

تو یہ کیا ہے؟ کیا یہ "متوازی دین" گھڑنے کی کوشش ہے یا دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ہونے اور پختہ کرنے کی ایک صوفیانہ کوشش ہے! یہ غارِ حرا سے پھوٹنے والی کرنوں کی تلاش نہیں جس سے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پُرعزم انداز میں چلنے کی توفیق کا سامان ہوجائے ،اسی سے سے تو منزل مقصود کی طرف آگے بڑھنا ممکن ہوگا، ورنہ پھر ضلالت وگمراہی کا رستہ ہے جو منزل مقصود پر کبھی نہیں پہنچا سکے گا ،بقول سعدی!

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز درپئے مصطفیٰ!!

اور یہ کہ:

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید!

یہ مکہ کے دارِارقم میں تیرہ سال تک کیا ہوتا رہا؟ یہ جاننے اور دیکھنے کی شاید توفیق ہی نہیں ہوسکی!! شاید یہ لوگ دُور سے ہی چپ چاپ چھپ چھپا کر پاس سے یونہی گزرتے رہے! شاید اسی دارِارقم میں تربیت مصطفوی سے مشرف ہونے والے قریش کے وہ پرجوش نوجوان کبھی نظر ہی نہیں آئے جو اپنی قوم کو ظلم وگمراہی سے نکال کر انسانیت کے رہنما بنانے کے آرزومند تھے؟ اپنے ظالم اور سنگدل آقاؤں کے مظالم کے ستائے ہوئے غلام آزادی کی تڑپ لیے چھپ چھپا کر، دارِارقم میں حاضر ہوتے تھے اور وعظ ونصیحتِ نبوی سے نئے عزم اور نئے جوش کے ساتھ نکلتے تھے! کسی کو شاید مکہ مکرمہ کی گلیوں میں بے کسی، بے بسی اور افلاس کے ستائے ہوئے، معاشرہ کی بے رحمی میں دبے اور پسے ہوئے فقیر وغریب اور حبشی مزدور بھی نظر نہ آئے ہوں گے جو، ممولوں کی طرح لرزتے کانپتے دارارقم کے اندر آتے تھے مگر جب قیصر وکسریٰ کے مظالم کے خاتمے کی بلکہ اپنے ہاتھوں سے ان کا خاتمہ کرنے کی نوید لے کر باہر آتے تھے، تو عزم وہمت کی چٹانیں دکھائی دیتے تھے! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

انہیں ممولوں سے شاہین بنارہے تھے! ذکر وفکر کی دولت سے مالا مال کر کے اور نشۂ درویشی میں انہیں دمادم کی ضرب "اللہ اکبر" سے ہر ایک کو اپنے اپنے کام کا مردِ میدان بنایا جارہا تھا تاکہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل ہو کر جائیں، اقبال نے تربیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل کا تو نقشہ کھینچتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے!

بانشۂ درویشی در ساز ودمادم زن

چوں پختہ شوی خود رابر سلطنتِ جم زن!

ہجرت کے بعد تو شاید آپ کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ،صرف غزوات وجہاد کے میدانوں میں ہی نظر آئے ہوں گے یا صفہ میں حضرت ابو ہریرہ جیسے درویش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھوک مٹانے کا سامان کرتے ہوئے ہی دکھائی دیئے ہوں گے اور بس! نہیں نہیں ہرگز نہیں! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو صفۂ مسجد نبوی میں بھی تعمیر شخصیت اور سیرت سازی یا دوسرے لفظوں میں انسان بنانے کا فرض منصبی انجام دے رہے تھے! وہی کچھ کررہے تھے جو کچھ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے دارِارقم میں کرتے رہے تھے! تلاوتِ آیات سے دلوں کو منور اور نگاہوں کو روشن کررہے تھے، اسی طرح ممولوں کو شاہین بنارہے تھے! صفۂ مسجد نبوی صرف مسافر خانہ نہ تھا، بلکہ ایک تربیت گاہ تھی، جہاں تمام توجہ اس پر تھی کہ اللہ کا پیغام، قرآن کریم ہر عیب اور تحریف سے پاک محفوظ شکل میں دنیائے انسانیت تک پہنچ جائے، مگر اس کے ساتھ ہی انسانوں کا کردار بھی بن جائے اور وہ ممولے ہی نہ رہیں، بلکہ شاہین بن کر مسلم کمیونٹی کی طرف اٹھنے والی ہر شریر شیطانی آنکھ کو پھوڑ دینے کے قابل بھی ہوں۔ صفۂ مسجد نبوی کے حلقۂ نبوی ﷺ میں بیٹھنے والے صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے درویش نہ تھے، بلکہ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جیسے قائد اور سپہ سالار بھی یہیں تربیت پاتے تھے، بلکہ ہر چھوٹا بڑا اور نیا، پرانا، جوان اور بزرگ سب یہاں تربیت نبوی سے فیض یاب ہوتے تھے!!

اسلامی تصوف کا حقیقی مقصد انسان سازی یا تعمیر شخصیت وسیرت ہے! اچھے

Marfat.com

انسان خود بخود نہیں بنتے ، بلکہ بنانے پڑتے ہیں ، جولوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ انسان اپنے آپ بنے بنائے دنیا میں آتے ہیں، کتاب وسنت کی رُو سے ، انسانوں میں سے ایک منفرد جماعت یا افراد ہیں ، جن کی سیرت وشخصیت کا محافظ و معمار خود اللہ رب العزت ہوتا ہے اور وہ جماعت رسل وانبیاء علیہم السلام کی ہے، باقی انسانوں کے کردار اور سیرت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں لی، ہاں اس کا فضل وکرم اور توفیق ہے، جو اگر کسی کے شامل حال ہوجائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے اتباع اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کر کے جنت الفردوس میں انبیاء کی معیت سے سرفراز ہوسکتا ہے "ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء " (۷) (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، یہ وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے) اللہ تعالیٰ نے انسان کا ظاہری وجود و جسامت کو تو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، جس کی تاریخ، مشاہدہ وتجربہ اور جدید سائنس نے بھی تائید کی ہے، مگر اس کے باطن کو آزاد چھوڑ دیا ہے، بلکہ اسفل السافلین (پست ترین درجے میں) واپس کر دیا ہے، یہ باطن ایمان اور تقویٰ اور صلاح کا محتاج ہے، اس باطن کی ایمان وتقویٰ سے اصلاح کرنے والی اللہ تعالیٰ کی توفیق ، اس کے بھیجے ہوئے رسول اور نبی ہیں یا وہ دوسرے نیک بندے ہیں جو ان انبیائے کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیماتِ ربانی کی بنیاد پر انسان سازی کا کام کرتے ہیں، معلمین کی یہی جماعت متصوفین یا صوفیہ کرام رحمہم اللہ ہیں، متصوف یا صوفی ہونا کوئی دکان، پیشہ یا کاروبار نہیں ہے، بلکہ کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق انسان سازی کرنا اور شخصیت وسیرت کی تعمیر کر کے اچھے انسان بنانا ہے!

یہ ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پہلے اور آخری نبی ہیں جنھوں نے غارِ حرا سے ہوتے ہوئے دار ارقم اور صفۂ مسجد نبوی میں یہ خصوصی فریضہ انجام دیا اور یہ تصور دیا کہ انسانی معاشرہ میں ہمہ گیر انقلاب کے لیے ایک ایسی تحریک درکار ہے جس کے کارکن ہمہ جہت تربیت یافتہ ہوں ،

Marfat.com

اس تیاری کے لیے آپ، حکم ربانی سے اپنے رب سے لو لگانے کے لیے اور اپنے مولیٰ کی نظر کرم کی نگرانی میں غارِ حرا میں جلوہ گر ہوئے اور جب تربیت اور تیاری کا منشائے ربانی پورا ہو گیا تو "اقرأ" کا نسخۂ کیمیا عطا ہو گیا، جسے ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرا سے اُترے اور دارِ ارقم کے بعد صفۂ مسجد نبوی میں انسانوں کی ایک جماعت کی سیرت اور شخصیت کی تعمیر کر کے اس ہمہ جہت تربیت یافتہ جماعت کو انسانی معاشرہ میں ہمہ گیر انقلاب برپا کرنے کا کام سونپ دیا، یہی کام ہے رسالت محمدی، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا جو صوفیہ کرام رحمہم اللہ چودہ پندرہ صدیوں سے انجام دے رہے ہیں، یہی انسان سازی اور تعمیر کردار، اسلامی تصوف ہے! جو صوفی یا تصوف انسانوں کو انسان نہیں بنا سکتا، اس کو اسلامی تصوف سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے!

اسلامی تصوف کے حوالے سے یہ بات بہت اہم ہے کہ یہ حضرت ابراہم خلیل اللہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل، علیہما السلام نے بیت اللہ کی دوبارہ بنیادیں اٹھانے کے بعد رب العالمین جل شانہ سے جو دعائیں مانگیں اور التجائیں کی تھیں، تو ان میں سے ایک دُعا یہ بھی تھی:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیم انک انت العزیز الحکیم. (۸)

"اے ہمارے پروردگار ان (ہماری آل واولاد اسماعیلی یعنی عربوں) میں ایک ایسا رسول بھیجنا، جو انہی میں سے ہو، وہ انہیں تیری آیات تلاوت کر کے سنائے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک صاف بنائے (یعنی ان کے باطن اور دل کو پاک کرے) بے شک تو ہی غالب آنے والا (اپنے اٹل فیصلے نافذ کرنے اور منوانے والا) ہے

Marfat.com

اور تو ہی ہے جو سب حکمتوں اور باریکیوں کا علم رکھنے والا ہے"۔

یہ وہ "دعائے خلیل علیہ السلام" ہے جو اللہ غالب و حکیم نے اسی طرح قبول فرمائی جس طرح "نوید مسیحا" یعنی سیّدنا مسیح علیہ السلام کی بشارت اور دی ہوئی خوشخبری ظہور و بعثت مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں حقیقت بن چکی ہے، قرآن کریم نے صداقت مسیح علیہ السلام پر جن زوردار الفاظ میں مہر تصدیق ثبت فرمائی اور ان کی والدہ ماجدہ سیّدہ مریم کی پاک دامنی اور پاکیزہ کردار کو واضح طور پر بیان فرما کر تہمت لگانے والوں اور غلاظت بکنے والوں کے منہ بند کر دیے، اس کی مثال کسی اور آسمانی صحیفہ میں نہیں ملے گی! جلنے والے جلتے رہے، جل رہے ہیں اور جلتے رہیں گے، مگر کچھ بھی بگاڑ نہ پائے اور نہ بگاڑ پائیں گے، مگر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی رفعتیں آفاقِ کائنات میں بلند سے بلند تر ہوتی رہیں گی! سیّدنا مسیح علیہ السلام کی صداقت اور شان و شوکت قائم و دائم ہے اور رہے گی اور سیّدہ مریم کی پاک دامنی، عظمت و احترام کو سب مانتے جائیں گے کہ بشارت مسیح علیہ السلام کا یہی تقاضا ہے، مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس دعائے خلیل سے اسلامی تصوف کی شعاعیں بھی چار دانگ عالم میں چمکتی دمکتی اور بلند ہوتی رہیں گی اور بالآخر اسلامی تصوف کے مخالفین و منکرین کو بھی سرنگوں ہونا پڑے گا!

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس دعائے مستجاب کے مناظر تاریخ انسانی نے بارہا دیکھے اور دیکھ رہی ہے اور انسانیت انہیں پڑھ پڑھ کر اپنی اصلاح اور روح پروری کا سامان کر رہی ہے اور کرتی رہے گی! استجابت دعائے ابراہیم علیہ السلام کے یہ روح پرور مناظر کبھی مکہ مکرمہ کے دارِ ارقم میں جھلکتے دکھائی دیتے ہیں اور کبھی یہ مناظر مدینہ منورہ میں صفۂ مسجد نبوی میں دلوں کو منور کرتے رہے اور آنکھوں کو روشنی عطا کرتے رہے!

حضرت محمد ﷺ جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے جاں نثاروں کو بھی انفرادی توجہ سے مستقبل کے لیڈر بناتے رہے، کبھی اجتماعی خطاب سے ان کے دلوں کو گرماتے اور

Marfat.com

سوز سے بھرتے رہے، نگاہوں کو اُفق شناس اور سوچوں کو بلند سے بلند تر فرماتے رہے، تا کہ نجوم ہدایت کی یہ جماعت دنیا کے گوشے گوشے میں قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دے کر شعارِ اسلام کو بھی فکر و تخیل سے آشنا کر سکے اور وہ انسانی قیادت کا یہی نمونہ، یہی معیار اور یہی سامان کر سکیں۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز   یہی ہے رختِ سر میر کارواں کے لے

قرآن پاک کی آیات بینات کا لفظ لفظ، حرف حرف، قیادتِ انسانیت کے لیے، یہی سب کچھ تو مہیا کرتا ہے! یہی آیاتِ بنیات تو ہیں، جن کی تلاوت دل افروز اور روح پرور ہے۔ انسانوں کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے اور انہیں کیف وسرور کی ایک ایمانی مستی کی دنیا میں لے جاتی ہے، مگر یہی تلاوت جب پاک زبانِ مصطفیٰ سے ہو، تو کتاب اللہ کے قاریِ اوّل ﷺ کی لحنِ پرسوز، مردوں کو زندہ اور زندوں کو پائندہ کر دینے والی الہامی صدا اور مصطفوی آواز کیا سامان، پیدا کرتی ہوگی! پھر "افصح العرب" ﷺ جب قریش اور بنو سعد بن بکر کے منجھے ہوئے لہجے اور فصاحت و بلاغتِ مصطفوی کے ملکوتی انداز میں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے وقت کوثر و تسنیم میں دُھلے ہوئے الفاظ دلوں میں ڈالتے ہوں گے اور قیصر و کسریٰ کی ہلاکت، مستکبرینِ قریش کی شکست ورسوائی اور شاہینوں پر ممولوں کے جھپٹنے کی باتیں کرتے ہوں گے، تو بیکسوں، بے بسوں، غلاموں اور پسے ہوئے زیر دستوں پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہوگی!؟ پھر یہی باتیں اور یہی آوازیں جب مصطفوی پیغام حق بن کر دارِ ارقم سے باہر آتی ہوں گی، تو تکبر و غرور سے گھسے پٹے اور بوسیدہ دلوں پر کیا کیا دہشت نہ طاری ہوتی ہوگی! یہی دعائے خلیل کا ثمر ہے اور مصطفوی حق گوئی کا ورثہ ہے جو ہمارے صوفیہ کرام رحمہم اللہ نے سمیٹا اور اسلامی تصوف کے رنگ میں اسے گلے لگائے ہوئے ہیں! کیا دعائے خلیل کا یہ ثمر شیریں اور میراث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دولت بے بہا، ہم بعض لوگوں کے اوہام اور حسد وعنا کی وجہ سے گنوا دیں!؟ معاذ اللہ معاذ اللہ! ہرگز

Marfat.com

نہیں ہرگز نہیں ! یہی تو اسلام دینِ توحید کا سرمایہ اور بقا کی ضمانت ہے ! یہی تو ہماری روح پرور اور دل افروز پہچان ہے ! ہم بھلا اسلامی تصوف کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں ؟ یہ تو عینِ اسلام ہے، جسے حکمرانوں نے فراموش کر دیا ہے، امت نے بھلا دیا ہے، مگر ہمارے صوفیہ کرام اسے باقی اور زندہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء!**

دعائے خلیل علیہ السلام پر مشتمل اس آیت کریمہ کا آخری لفظ تو تصوف کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا ! اگر صوفیہ کرام کے حلقاتِ ذکر اللہ نہ ہوں، وعظ و نصیحت کے حکیمانہ کلماتِ سرور نہ ہوں، مجالسِ تلقین و تاکید کے روحانی اشارات نہ میسر آسکیں اور تذکیر واصلاح کی ضرباتِ کلیمی کو ایک طرف کر دیا جائے تو پھر "یزکیھم" یا تزکیۂ نفوس کا کیا معنی یا فائدہ رہ جاتا ہے !؟ قرآن کریم تو ہے ہی سراپا تذکیر واصلاح کی ضرباتِ کلیمی، اگر یہ ضرباتِ ربانی قبول نہ ہوں، تو پھر انسان کیسے بنیں گے؟ پھر کلامِ الٰہی کا یہ بے پایاں بحرِ زخار، کس کے لیے ہوگا؟ تزکیۂ نفوس جو تذکیر واصلاح اور تعمیرِ سیرت ہے، اس کی اصل الاصول یا تو باطن کی ہی تطہیر و پاکیزگی ہے، جسے قرآن کریم نے دعائے خلیل کے علاوہ دیگر کئی ایک مقامات و مشتقات میں ذکر کیا ہے، لیکن کتاب اللہ کا اسلامی تصوف صرف اسی ایک لفظ یا دعائے خلیل پر مشتمل آیت کریمہ تک ہی محدود نہیں ہے، قرآن کریم تو سراپا تلقینِ حق، اصلاحِ باطن اور تعمیرِ انسانیت کا نسخہ کیمیا ہے، دعائے خلیل پر مشتمل یہ آیتِ کریمہ قرآنِ کریم میں تین بار وارد ہوئی ہے، پہلے پارے کی سورت بقرہ میں تو یہ دعائے خلیل ہے مگر سورۂ آل عمران چوتھے پارے میں یہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی حامل ہے جس نے اپنے خلیل کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے بعثتِ محمدی، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو امت مسلمہ اور انسانیت پر اپنا احسان قرار دیا ہے: "**لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً**" (۹) (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا ہے !) پھر اٹھائیسویں پارے کی سورتِ جمعہ میں اسی آیت کریمہ کو اپنی

Marfat.com

شان بیان کرنے کے لیے مکرر نازل فرمایا ہے، تینوں مقامات پر آیت کے الفاظ ایک جیسے ہیں، معمولی تقدیم وتاخیر اور اضافہ الفاظ کا فرق پایا جاتا ہے! اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس ایت کی اہمیت واضح اور معلوم ہے، جسے تین بار معمولی فرق کے ساتھ نازل فرمایا گیا ہے۔ سب سے پہلے یہ دعائے خلیل ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، پھر اللہ کی شان ہے، یوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعائے خلیل ہیں، پھر احسانِ ربانی ہیں اور پھر شانِ خداوندی ہے! اور ہر سہ مقامات پر الفاظ وہی ہیں، "تزکیہ" کا لفظ ہر جگہ موجود ہے، اس لیے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ باطن میں پاکیزگی، تزکیہ نفس اور تعمیرِ شخصیت یا انسان سازی اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر عزیز، ضروری اور معتبر ہے! دوسرے لفظوں میں اسلامی تصوف، تعلیمِ قرآن کی روح اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے!

یہ کہنا کہ تصوف تو اسلام کے متوازی اور مد مقابل ایک الگ مذہب ہے، ایک مغالطہ اور مبالغہ ہے، بعض ریاکار اور فریب کار لوگوں نے بناوٹی صوفیانہ لباس پہن لیا اور دنیا داری کو "تصوف" سمجھ لیا ہے، سب اہلِ تصوف ایسا نہیں کرتے، مرشدِ لاہور نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اپنے عہد کے صوفیہ سمیت، بگڑے ہوئے معاشرے کے متعلق فرمایا ہے!

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے کہ جس میں لوگوں نے خواہشاتِ نفسانی کا نام شریعت، طلب جاہ وریاست اور تکبر کا نام عزت وعلم، خلقِ خدا سے ریاکاری کا نام خوفِ الٰہی، دل میں کینہ چھپائے رکھنے کا نام حلم وبردباری، فضول جھگڑوں کا نام مناظرہ، باہم لڑنے جھگڑنے اور احمقانہ روش کا نام بزرگی، منافقت کا نام زہد، جھوٹی آرزوؤں کا نام ارادت، طبیعت کے ہذیان اور یاوہ گوئی کا نام معرفت، دلی رغبتوں اور نفسانی وسوسوں کا نام فنا اور شرع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کا نام طریقت اور اہل زمانہ کی طرف سے مشکلات کا نام مجاہدہ رکھ چھوڑا ہے! حق کی معارف خداوندی سے آگاہ لوگ بالکل الگ تھلگ

Marfat.com

ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ دنیا دار چھا گئے ہیں، چنانچہ آج اسلام کی پہلی ابتری کے وقت کا نقشہ سامنے آ گیا ہے، جب اہلِ بیتِ نبوی ﷺ پر آلِ مروان یعنی یزیدیت نے غلبہ پالیا تھا!"

داتا پیر نے یہ کہہ کر فیصلہ دے دیا ہے کہ جو طریقت، کتاب وسنت کی پیروی سے باہر ہے، اسے ہم مسترد کرتے ہیں! اپنی ''کشف المحجوب'' کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء ظاہرین میں سے جو شخص بھی اس کتاب کا مطالعہ گہرائی سے کرے گا، یہ جان لے گا کہ علمِ تصوف کی جڑ مضبوط اور اس کی تمام شاخیں پھل دینے والی ہیں!

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بات دل کو لگتی ہے، جب وہ تصوف کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ صوفی وہ بندۂ مؤمن ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے صفائے قلب عطا فرمائی ہے، جو نفس کی آفتوں اور برائیوں سے پاک ہو، خدا کے سیدھے رستہ پر چلنے والا حقائق کو جاننے والا اور سمجھنے والا مخلوق کے درمیان اپنے دل کو غیر متحرک محسوس کرنے والا، اپنے رب کے ساتھ صدقِ دل سے لو لگانے والا اور اس کے بندوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آنے والا ہو، اسی کا نام تصوف ہے!!

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت اور پیروی سے بندۂ مؤمن خدا کا محبوب بندہ بن جاتا ہے، اس لیے تمام عقل ودانش کے لیے ظاہر اور باطن میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی اور اتباع کرنا لازم ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کو عینِ اسلام قرار دیتے تھے، امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں ان کا قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہے:

"حقیقت میں ہمارا تصوف قرآن وحدیث پر مبنی ہے اس لیے ہمارا طریقہ بھی کتاب وسنت سے ماخوذ ہے"۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد، تو تصوفِ اسلامی کی جان ہے کہ:

"تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے: سخاوت، رضائے الٰہی

Marfat.com

،صبر، مشاورت، غربت، اونی لباس، سیاحت اور فقر!"

ایک بزرگ صوفی مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "التصوف حسن الخلق "(تصوف تو حسنِ خلق کا نام ہے) جبکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "الدّین حسن الخلق "یعنی دینِ اسلام تو حسنِ خلق کا نام ہے، تو گویا دین اور تصوف دونوں ایک ہیں"۔

Marfat.com

اسلامی تصوف اور کشف المحجوب

۱۔ الفاتحہ ۱:۵۔

۲۔ الحدید ۵۸:۲۳۔

۳۔ الحدید ۵۷:۲۳۔

۴۔ الملک ۶۷:۲۔

۵۔ ہجویری، علی بن عثمان، جلابی، غزنوی، لاہور، کشف المحجوب، مطبوعہ ایران، ص ۳۸۔

۶۔ یونس ۱۰:۶۲ تا ۶۴۔

۷۔ جمعہ ۶۲:۴۔

۸۔ البقرہ ۲:۱۲۹۔

۹۔ آلِ عمران ۳:۱۶۴۔

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات مسند ہجویری (4)

معارفِ ہجویریہ

(2)

مجموعہ مقالات مقابلہ مقالہ نویسی اپریل، 2013ء

(حضرت داتا صاحب نے شہر لاہور کو کیا کچھ دیا)

297.692
ا 525 م
145359

تقدیم | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
استاذ کرسی ہجویریؒ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com